اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا اور میں نے مجبور ہو کر وہ چیک اس شرط کے ساتھ قبول کر لیا کہ بات وہیں ختم ہو جائے گی کیونکہ میری تباہ ہونے والی گاڑی کی اس وقت کی مالیت کم و بیش تین لاکھ ہی رہی ہوگی۔ اگر ہم نے دوسری گاڑی کا سودا اپنی پسند سے کیا تھا تو اضافی لاگت ہمیں اپنی جیب سے ادا کرنی چاہیے تھی۔ اول خان کو وعدہ کرنا پڑا کہ وہ ہمارے لیے مزید رقم کی فراہمی کا سوال نہیں اٹھائے گا۔

وہ معاملہ غیر متوقع طور پر درمیان میں آ گیا۔ اس سے نمٹتے ہی اول خان نے گیری کا قصہ نکال لیا جس پر اسے بہت خوشی تھی۔

پچھلی رات صدف مینشن میں جلال کی موجودگی میں میری جنرل اور اول خان سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس دوران میں جنرل نے گیری، اور را کے ایجنٹوں کے بارے میں اپنی گہری دلچسپی ظاہر کی تھی۔ گیری کی خوفناک دھمکیوں کے نتیجے میں ان دنوں ایس ٹی ایف غیر فعال ہو چکی تھی لیکن جنرل ذاتی طور پر پوری طرح سرگرم اور باخبر تھا۔

اس کی دانست میں را کے نووارد ایجنٹ ہمارے لیے بہت زیادہ اہم تھے لیکن گیری کی سرزنش بھی ضروری تھی۔

اول خان کو اپنے ذرائع سے گیری کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا اور اس نے وہ خبریں جنرل کو بھی پہنچا دی تھیں۔ وہ کراچی میں اپنے کام نمٹانے کے بعد اسی صبح واپس اسلام آباد چلا گیا تھا۔ اس نے کراچی میں رہتے ہوئے ایس ٹی ایف کے لیے متبادل مالیاتی بندوبست مکمل کر لیا تھا۔ اسی کے تحت اس نے میری گاڑی کا نقصان پورا کرنے کے لیے چیک جاری کیا تھا۔ وہ مسئلہ حل ہو جانے کے بعد ایس ٹی ایف کسی بھی وقت پوری صلاحیتوں کے ساتھ دوبارہ میدانِ عمل میں آ سکتی تھی۔

اول خان کو یہ معلوم تھا کہ فرنچ بیچ سے واپسی پر گیری کی کار حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کا ڈرائیور مارا گیا تھا اور دو نامعلوم افراد نے گیری کو گھیر کر بری طرح مارا پیٹا تھا۔ درمیانی تفصیلات سے وہ بے خبر تھا۔

اس وقت اول خان ہمارا میزبان تھا۔ اپنی آمد کا مدعا بیان کرنے سے پہلے اس کی دلچسپی کے معاملے کو نمٹانا ضروری تھا۔

گیری کی مرمت کی تفصیلات جان کر وہ بہت محظوظ ہوا۔ اسے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے ہاتھوں سے پٹنے کے بعد اس نے اپنی درگت بننے کی کہانی خاصے مبالغے کے ساتھ مجھے سنائی تھی اور وہ مجروح حالت میں پاکستان سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔

اول خان کے لیے وہ سب اتنا سنسنی خیز تھا کہ وہ دیر تک اس بارے میں کرید کرید کر سوالات کرتا رہا۔ اندرونی دروازے پر ہونے والی ہلکی سی دستک پر وہ سلسلہ منقطع ہوا۔

اول خان کی تعلیم یافتہ بیوی اپنی علاقائی روایات کے مطابق ایک پردہ نشین خاتون تھی۔ وہ اندر سے چائے اور اس کے لوازم کی ٹرے لے کر آیا تو میں نے اپنی بات چھیڑ دی۔

سب سے پہلے اسے یہ بتانا ضروری تھا کہ سوبھراج نے را کے ایجنٹوں کو عارضی طور پر کلفٹن والے مزار پر پناہ لینے کا مشورہ دیا تھا اور ہم دونوں جلال کی ٹیم کے ساتھ شامل ہو کر ان کی تلاش میں جانے والے تھے۔

''یہ سوفیصد اسی کا کیس ہے'' اول خان نے وہ خبر سن کر پرجوش انداز میں کہا ''اس کے پاس ذرائع کی کمی نہیں ہے۔ وہ دونوں ان اطراف میں موجود ہوئے تو بچ نہیں سکیں گے۔''

''ان کی یہاں موجودگی خطرناک ہے۔ سوبھراج کو ان کے صحیح عزائم کا علم نہیں ہو سکا ہے لیکن اس نے یہ ضرور بتایا ہے کہ وہ دونوں دور مار رائفلوں اور دوربینوں کے طلب گار ہیں۔ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔''

''اوہ.....!'' اول خان وہ خبر سن کر چونک پڑا ''وہ کسی کو تاک کر نشانہ بنانے کے چکر میں نظر آتے ہیں۔''

''بالکل یہی بات ہے۔'' میں نے اس کی بھرپور تائید کی ''کافی دماغ سوزی کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تین میں سے کوئی ایک اہم آدمی ان کا ہدف ہو سکتا ہے'' یہ کہہ کر میں نے اس کے سامنے وہ تینوں نام بھی دہرا دیے۔

''عام طور پر تمہارے انداز ے غلط ثابت نہیں ہوتے'' اس نے تفکر آمیز انداز میں کہا ''فوری طور پر ان تینوں کے تحفظ کا بندوبست ضروری ہے لیکن ایمان داری کی بات ہے کہ ایسی تدابیر عام طور پر کامیاب نہیں ہو پاتیں۔ ان پر کسی بھی وقت حملہ ہو سکتا ہے۔ حملہ آور نامعلوم ہوں تو پھر ساری احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ کسی بھی سمت سے آنے والی برق رفتار گولی کو پورا لشکر بھی نہیں روک سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ واقعہ رونما ہونے کے بعد حملہ آور اس علاقے سے بچ کر نہ نکل سکیں۔ محافظ بہت تیزی کے ساتھ پورے علاقے کا محاصرہ کر کے ان کے فرار کی کوشش کو ناکام بنا سکتے ہیں۔''

''اس سلسلے میں پولیس والے صحیح پیش بندی کر سکتے ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ چند روز تک وہ تینوں اپنے گھروں میں محدود رہیں۔ کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر منظرِ عام پر آنے کی کوئی کوشش نہ کریں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''تمہارا یہ مشورہ اعلیٰ پولیس حکام تک پہنچا دیا جائے گا مگر اس کے نتیجے میں ہر طرف خوف و ہراس پھیل جائے گا۔ اتفاق سے وہ تینوں حزب مخالف کے سرکردہ رہنما ہیں۔ حکومت پر تنقید کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ ان کے تحفظ کے لیے انہیں کوئی کمزور مشورہ دیا گیا تو وہ اگلے ہی دن اخباری سرخیوں کی زینت بن جائے گا۔ اس اندیشے کے باوجود میں تمہاری بات اوپر والوں تک ضرور پہنچاؤں گا۔''

''انہیں یہ وارننگ ضرور دے دینا کہ انہوں نے ان تدابیر کے بارے میں اپنی زبان کھولی تو ان پر کسی متبادل منصوبے کے تحت کامیاب وار ہوسکتا ہے۔ شاید اپنی جانوں کے خوف سے وہ اپنی زبانیں بند رکھیں'' سلطان شاہ نے کہا۔

''ایسے معاملات میں میرا براہِ راست کوئی عمل دخل نہیں ہوتا'' اول خان نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔ بہتر ہوگا کہ تم جلال سے بھی بات کرلو۔ اس کی طرف سے بھی اطلاع جائے گی تو بات میں وزن پیدا ہوجائے گا۔ میری دلی تمنا ہے کہ وہ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے پکڑے جائیں۔''

خواہشیں سب کی یکساں تھیں لیکن واقعات کی ایک اپنی رفتار تھی۔ تمام تر کوششوں کے باوجود یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ راوا لے جلد ہاتھ آجائیں گے۔

ایس ٹی ایف کے چند روزہ تعطل میں اول خان اندر سے بجھ کر رہ گیا تھا۔ اس کی بحالی کے آثار پیدا ہونے کے بعد اس کا جوش و خروش دوبارہ ابھر آیا تھا۔ اس وقت وہ زبانی حد تک اپنی پوری سرگرمی کا مظاہرہ کررہا تھا۔ اسے توقع تھی کہ کسی بھی وقت اسے میدان میں سرگرم عمل ہونے کے احکام مل جائیں گے۔

مجھے حیرت تھی کہ اول خان نے میرے حلیے میں تبدیلی کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ نہ ہی اسے مجھے پہچاننے میں کوئی دقت پیش آئی۔ چائے نوشی کے بعد میں نے اس سے پوچھ ہی لیا ''تم نے میری داڑھی وغیرہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔''

''میں تمہیں اس حالت میں دیکھ کر چونکا ضرور تھا لیکن بات سمجھ میں آگئی تھی اس لیے میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔'' اس نے ہنس کر جواب دیا۔

''اس بارے میں کیا بات سمجھ میں آئی؟'' میں نے اپنی بے ہنگم داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوال کیا۔

''تم گیری کے سامنے اپنی اصل شکل وصورت میں نہیں جاسکتے تھے کیونکہ وہ تم کو کرنل داور کے نام سے جانتا ہے۔ اس سے لڑائی بھڑائی میں تمہاری داڑھی اکھڑ جاتی تو اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے۔''

''لڑائی بھڑائی کا افسانہ اس کے شکست خوردہ ذہن کی پیداوار ہے۔ وہ مدافعت کے سوا کچھ بھی نہیں کرسکا تھا۔ میں چاہتا تو بے فکری سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرسکتا تھا.....''

''اور تمہیں اب پھر وہی مرحلہ درپیش ہے'' اول خان میری بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑا ''ان میں سے ایک ایجنٹ سے تم براہِ راست ٹکرا چکے ہو۔ اس سے دوبارہ سامنا ہونے کی صورت میں اسے یہ اندازہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس سے مل چکے ہو۔''

''مجھے اس ناکامی کا قلق ہے'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا ''میں نے ذرا سی بہتر منصوبہ بندی کرلی ہوتی تو ان دونوں کو نیو خان ہوٹل میں آسانی سے گھیرا جاسکتا تھا۔ مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے مقابلہ کیے بغیر وہاں سے بگٹٹ بھاگ نکلے گا۔''

''ایک پیشہ ور سیکرٹ ایجنٹ اور عام محبِ وطن لوگوں میں تربیت کا یہی بنیادی فرق ہوتا ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھالیتا ہے۔ تم میں دلیری اور بے خوفی کے سارے جواہر موجود ہیں لیکن تم براوقت آنے پر دم دبا کر بھاگ نکلنے کے فن سے ناواقف ہو اس لیے مارکھا گئے۔ دوبارہ ایسا نہیں ہوگا۔ تم ان تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔''

''آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہم اول خان کے گھر سے نکل آئے۔ اس کی کار وہیں چھوڑ دی گئی۔ سلطان شاہ نے کرولا کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میں اس کے برابر والی نشست پر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔

اول خان کی زبان سے یہ بات سن کر مجھے حیرت ہوئی ہے کہ پیشگی اطلاع مل جانے کے باوجود کسی ناگہانی واردات کو روکنا سو فیصد ممکن نہیں ہے'' کچھ دیر تک خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے کے بعد سلطان شاہ نے سکوت توڑا۔

''اس نے حقیقت بیان کی ہے۔ دوسرے ان باتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔ یہ صورتِ حال پوری دنیا میں پیش آتی رہتی ہے۔ دہشت گردی وغیرہ جیسے جرائم کی پیشگی اطلاع مل جانے کے بعد امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں ریڈ الرٹ کے احکام جاری ہوتے ہیں پھر بھی کوئی نہ کوئی واقعہ ہوجاتا ہے۔ جب تک مجرموں کی نشان دہی نہیں ہوتی' جرم کے ارتکاب کو روکنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''پھر ان تینوں کو خانہ نشین ہوجانا چاہیے۔'' اس نے رائے دی۔

''ہم صرف ایک امکان پر سر کھپا رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

کہ ان کی فہرست کچھ اور ہو یا پھر وہ ان تینوں کو چھوڑ کر کسی اور کو تاک لیں۔ وہ پروفیشنل ہیں۔ بھارت سے مرتے کھپتے یہاں تک آئے ہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیں گے۔''

''یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ان کی رسی دراز ہو۔ آج ان کا سراغ مل جاتا ہے تو ہر خطرہ سر سے ٹل جائے گا۔''

گاڑی میں ایک مرتبہ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں اپنی سوچ میں گم ہو گیا۔

میں اپنے اندازے سے پہلے ہی کلفٹن پہنچ گیا۔ وقت کے بہتر استعمال کے لیے میں نے سلطان شاہ سے کہا کہ وہ مجھے کوٹھاری پیریڈ پر اتارنے کے بجائے مزار کے سامنے اتارے اور وہاں سے سیدھا آگے نکل جائے۔

اس وقت شام ہو چکی تھی۔ دن بھر کے سفر کے بعد' تھکا ہارا سورج مغربی افق سے دور اتر چکا تھا۔ اسٹریٹ لائٹس روشن تھیں اور اونچی پہاڑی پر واقع مزار کی سیڑھیوں سے نیچے بنے ہوئے عارضی بازار میں خاصی چہل پہل تھی۔

مین روڈ پر واقع باورچیوں کی دکانوں میں کھانوں کی تیار دیگیں ایسے عقیدت مندوں کی منتظر تھیں جو وہاں آ کر اپنے خرچ پر غربا اور مساکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ ان کھانوں کی ملی جلی' اشتہا انگیز خوشبوؤں سے فضا مہک رہی تھی۔

گل فروشوں اور تبرکات وشیرینی والوں کے چھوٹے کیبنوں کی درمیانی گزرگاہ پر رنگ برنگ کپڑوں میں ملبوس' ہر عمر اور جنس کے زائرین کے ایک ہجوم کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ میں اس بھیڑ میں اپنا راستہ بناتا ہوا کشادہ سیڑھیوں کی طرف ہو لیا۔

میں بظاہر گرد و پیش سے بے خبر تھا لیکن میری نگاہیں بہت باریکی سے ان فقیروں' ملنگوں اور موالیوں کا جائزہ لے رہی تھیں جو بھانت بھانت کے حلیوں میں زائرین کو گھیر کر ان کی عقیدت اور فراخ دلی سے فیض حاصل کر رہے تھے۔

سیڑھیوں کے دونوں سروں پر مانگنے والے تقریباً قطاروں کی صورت میں نیچے سے اوپر تک پھیلے ہوئے تھے۔ سیڑھیاں طے کرتے ہوئے میں نظروں ہی نظروں میں ان کو ٹٹولتا رہا۔ وہ سب دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنی اپنی دھن میں مگن تھے۔ بیشتر خاموش تھے' کچھ زائرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے آوازیں لگا رہے تھے۔

باہر سے گزرتے ہوئے مجھے کبھی مزار کی حدود کی وسعت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس روز پتا چلا کہ وہاں پہاڑی کی چوٹی سے دامن تک انسانوں کے دکھ سکھ کی ایک چھوٹی سی دنیا آباد تھی جس میں تماش بینوں اور سیلانیوں سے عقیدت مندوں تک ہر طرح کے لوگ پائے جاتے تھے۔

میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اپنی رسٹ واچ پر نگاہ رکھتے ہوئے میں نے اپنا مختصر اور سرسری جائزہ مکمل کر لیا۔ عام گزرگاہ تک محدود تھا۔ کونوں کھانچوں میں پڑے ہوئے لوگوں تک رسائی کے لیے خاصی فرصت درکار تھی۔ جو اس وقت مجھے میسر نہیں تھی۔

اس بھیڑ میں مجھے کہیں کوئی مانوس یا مشتبہ چہرہ نظر نہیں آیا۔ اگر وہ دونوں سوبھراج کے مشورے پر عمل کر کے اسی طرف آئے تھے تو یہ ضروری نہیں تھا کہ میں دور سے انہیں پہچان لیتا۔ پکڑے جانے کے خوف سے وہ بھی اپنے خدوخال میں نمایاں تبدیلیاں لا سکتے تھے جن کی بنا پر بادی النظر میں حسن کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔

درگاہ کے دروازے پر ادب سے حاضری دے کر میں وہاں سے واپس ہو لیا۔

میں مزار سے مقررہ مقام پر پہنچا تو مجھے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ذرا سی دیر میں پند آہنی باڑی والے چھوٹے ٹرک سے مشابہ ایک گاڑی رینگتی ہوئی میری طرف آئی۔ وہ غالباً بکتر بند گاڑی تھی۔ اس کے کیبن میں ڈرائیور کے برابر میں جلال کی صورت نظر آ رہی تھی۔

میں ہاتھ لہرا کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی جلال کچھ ٹھٹکا تھا مگر پھر وہ ٹرک نما گاڑی میرے قریب رک گئی اور میں دروازہ کھول کر اندر سوار ہو گیا۔

میرے بیٹھتے ہی گاڑی دھیرے سے مزار کی طرف چل دی۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اس انداز میں بے فکری سے یہاں ٹہل رہے ہو گے۔'' جلال ہنستے ہوئے بولا ''میں نے تمہیں اس حلیے میں پہلے نہ دیکھا ہوتا تو میرے لیے تم کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ یہاں کی کھلی فضا میں تم بالکل ہی مختلف آدمی نظر آ رہے ہو۔''

اس دوران میں گاڑی کے ڈرائیور سے میری نگاہیں چار ہوئیں تو اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے سر کو قدرے خم دے کر مجھے تعظیم دی۔ میں منتظر رہا کہ جلال میرے اور اس کے تعارف کے سلسلے میں کوئی پہل کرے۔

ہم وہاں سے آگے بڑھے تھے کہ مجھے مخالف سمت سے اسی ساخت کی دوسری گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ آگے بڑھنے کے بجائے تیزی سے بائیں طرف گھوم کر دستکاری کے نمونوں والی دکانوں کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں گاڑی کی وجہ سے ٹریفک میں رکاوٹ پڑنے کا کوئی

Downloaded from https://paksociety.com

امکان نہیں تھا۔

اس گاڑی میں صرف دو نفوس نظر آ رہے تھے۔ جلال نے مشن میں پانچ آدمیوں کی شرکت کا ذکر کیا تھا۔ اس اعتبار سے کورم پورا ہو چکا تھا۔

''یہ دوسری گاڑی بھی ہماری ہے؟'' میں نے اشارہ کیے بغیر جلال سے پوچھا۔

''ہاں، دو گاڑیاں اور پانچ افراد۔ اس وقت یہ ہماری کل طاقت ہے۔ ہر گاڑی تین کلومیٹر کے حیطۂ عمل میں ہونے والی ہر ریڈیائی سرگرمی کو پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ یہاں مصروف کار ہوئے تو مجھے امید ہے کہ ہم ان کا سراغ لگا لیں گے۔''

''رینج تین کلومیٹر ہے تو پھر ایک گاڑی بھی کافی تھی۔'' میں نے کہا۔

''یہ حساس علاقہ ہے۔ تھانے کے علاوہ یہاں کئی بینکوں اور کمرشل اداروں کی تنصیبات ہیں۔ حساس سفارتی عمارتوں میں ان کے اپنے مواصلاتی سسٹم کام کر رہے ہیں۔ ان کی موجودگی کی وجہ سے کم از کم دو گاڑیاں ضروری تھیں تاکہ کسی گڑبڑ کا خدشہ نہ رہے۔'' جلال بتانے لگا ''یہ آرمی سگنلز کے صوبے دار اشرف ہیں۔ ان کے افسروں کا مشورہ بھی یہی تھا کہ کم از کم دو سسٹم استعمال کرنے ضروری ہیں تاکہ کام کے ساتھ نتائج کا موازنہ بھی ہوتا رہے۔''

ایک گاڑی مزار کے پہلو میں دکانوں کے سامنے روک دی گئی تھی۔ دوسری میں جلال نے مزار کے دوسرے حصے سے ساحل کی طرف جانے والی سڑک پر چکر لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔

مزار سے اگلے چوراہے پر وہ بھاری گاڑی داہنی طرف مڑ کر سست رفتاری سے ساحل کی طرف رواں ہو گئی۔

صوبے دار اشرف نے ڈیش بورڈ میں نصب کچھ سوئچز کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی اور کیبن میں ہلکے ریڈیائی شور کے ساتھ بھانت بھانت کی انسانی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

''اس انسانی اور ریڈیائی شور میں تو کچھ بھی پلے نہیں پڑے گا۔'' چند لمحوں کے غور کے بعد میں نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''ابھی یہ تین کلومیٹر کی حد میں پوری بینڈ وڈتھ کی سکیننگ ہو رہی ہے۔ اسی لیے ملی جلی اور بدلتی ہوئی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہر اپریٹس ایک الگ فری کوئنسی پر کام کرتا ہے اس لیے یہ اسکینر پورے بینڈ پر کام کر رہا ہے.....'' جلال بتانے لگا لیکن مجھے ان فنی جزئیات سے ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''ہمیں ان کا کیسے پتا چلے گا؟'' میں نے سوال کیا۔

اشرف نے دوبارہ چند بٹن چھیڑے۔ سب آوازیں معدوم ہو گئیں اور ایک چھوٹی سی اسکرین روشن ہو گئی۔

''اب یہ سیٹ ہو گیا۔'' اشرف بولا ''جوں ہی کوئی ریڈیائی سگنل پکڑا جائے گا، بیپ کی آواز کے ساتھ اسکرین پر اس کی فری کوئنسی ظاہر ہو جائے گی۔ اپریٹس کی فری کوئنسی سیٹ کرتے ہی ہم پوری گفتگو لفظ بہ لفظ سن سکیں گے۔''

''یہ ٹھیک ہے۔ شور سے مجھے الجھن ہونی شروع ہو گئی تھی۔''

گاڑی دھیرے دھیرے ساحل کی طرف اترتی رہی۔ ساحل کے متوازی سڑک پر داہنی طرف گھوم کر ہم کچھ دور گئے اور فن لینڈ کی بغلی سڑک سے دوبارہ اوپر آنے لگے۔

وہ شہر کا پُرہجوم تفریحی علاقہ تھا۔ وہاں ہماری عجیب ساخت کی وزنی گاڑی لوگوں کی توجہ کا مرکز بن رہی تھی۔ ہم ہلکی سی چڑھائی طے کر کے مین روڈ پر پہنچے اور وہاں سے دوبارہ مزار کی طرف مڑ گئے۔

غنیمت یہ تھا کہ صوبے دار اشرف سادہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس کے بدن پر فوجی وردی ہوتی تو ہماری گاڑی زیادہ توجہ کا مرکز بنتی۔

مزار سے اگلے چوراہے پر اشرف نے جلال کے ایما پر گاڑی کنارے سے لگا کر روک دی۔

''گاڑی کے سارے آلات بالکل صحیح کام کر رہے ہیں اور سیٹ ہیں۔'' انجن بند کرنے کے بعد اشرف نے کہا ''کوئی سگنل آئے گا تو تیز بیپ ہو گی۔ اجازت ہو تو میں کچھ دیر کے لیے گاڑی سے اتر کر آس پاس کا چکر لگا لوں۔''

جلال نے اسے اجازت دے دی۔ اشرف کے اتر جانے کے بعد اس نے بتایا ''یہ کافی دیر سے اپنے افسروں کے اور میرے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ شاید اسے سگریٹ وغیرہ کی طلب ستا رہی ہو گی۔ اچھا ہے کہ اس بہانے اپنی ٹانگیں سیدھی کر لے گا۔''

''اور انتظار کے چکر میں ہماری ٹانگیں ٹیڑھی ہو جائیں گی!'' میں نے منہ بنا کر کہا ''کسی بھی کام میں انتظار کا مرحلہ سب سے ٹیڑھا ہوتا ہے۔''

''اس کے بغیر کوئی چارہ ہو تو بتاؤ..... چلو، ہم دونوں بھی اپنی اپنی سگریٹیں سلگا لیتے ہیں۔ کچھ وقت سکون سے گزر جائے گا۔''

وقت اپنی رفتار سے آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ گھر سے نکلتے ہوئے مجھے وہ کام بہت آسان اور دلچسپ محسوس ہوا تھا لیکن

Downloaded from https://paksociety.com

آثار بتا رہے تھے کہ وہ روئے زمین کا سب سے زیادہ صبر آزما کام ثابت ہوسکتا تھا۔

کچھ دیر بعد اشرف واپس آیا تو میرے لیے اس آہنی کیبن میں بیٹھے رہنا دشوار ہوگیا۔ میں اپنی سمت کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ جلال خاموش تھا مگر وہ بھی اکتایا ہوا تھا۔ اس نے بھی میری تقلید کی۔

اسٹریٹ کیمپس کی روشنی میں ہم دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں اور دونوں ہی بے بسی سے ہنس پڑے۔

''اپنے کیریئر کی ابتدا میں، میں نے اکثر و بیشتر اسی قسم کے کام کیے ہیں لیکن اب عادت چھوٹ چکی ہے۔ نگرانی اور دیکھ بھال میرے آدمی کرتے ہیں۔''

''تمہیں اس وضاحت کی ضرورت نہیں۔'' میں نے بے تکلفی سے کہا ''اگر تم اس مشن پر خود آنے کا ذکر نہ کرتے تو میں بھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ میں صرف اس وجہ سے آیا ہوں کہ حسن کو دیکھ کر پہچان سکوں اور تم بے خبری میں ان کا نشانہ نہ بن جاؤ۔''

''میرا آنا ضروری تھا۔ آرمی گریژن والے اپنی یہ گاڑیاں میرے آدمیوں کی تحویل میں ہرگز نہ دیتے یہ بہت حساس اور بیش قیمت گاڑیاں ہیں۔''

''تم گاڑی کا کیا کر رہے ہو۔ سارا کنٹرول اشرف کے پاس ہے۔ تمہارے آدمی بھی اسی پر انحصار کرتے۔ وہ گاڑیوں کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔''

''کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن بات پروٹوکول اور معاملے کی اہمیت کی ہوتی ہے۔ روٹین میں کام ہوتا تو کئی دنوں تک یہ گاڑیاں ہاتھ نہ آتیں۔ میری شمولیت کا لحاظ کرتے ہوئے کرنل انچارج نے ذرا سی دیر میں فون پر اپنے افسرانِ بالا سے ضابطے کی ہر منظوری لے لی۔''

''حیرت ہے کہ را کے ایجنٹوں کی کراچی میں موجودگی بھی آرمی والوں کو تیزی سے متحرک نہیں کر سکتی تھی!'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''اس وقت تم نے خاصی عامیانہ بات کہہ ڈالی ہے۔'' جلال نے گہری سنجیدگی کے ساتھ مجھ سے اختلاف رائے کیا ''فوج کا ہر افسر اور جوان ملک کے دشمنوں کے لہو کا پیاسا ہے مگر وہ سب اپنے سخت ڈسپلن میں بندھے ہوئے ہیں۔ ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ دوسروں کے معاملات میں اپنی ٹانگ نہیں اڑاتا۔ تم کو کیا معلوم کہ کراچی میں راہ داریوں کی آمد کی خبر کے بعد ملٹری انٹیلی جنس اور انٹر سروسز انٹیلی جنس والے کیا کچھ کر رہے ہیں۔''

''اوہ!'' میں نے حیرت سے کہا ''تو کیا ایم آئی اور آئی ایس آئی والوں کو بھی یہ خبر مل چکی ہے؟''

''ہمارے اور ان کے درمیان اہم اطلاعات کا بہت تیزی سے تبادلہ ہوتا ہے۔ قومی سلامتی کے معاملات میں سب چوکنا رہتے ہیں۔ تم سے بات ہوتے ہی میں نے یہ مصدقہ خبر آگے بڑھا دی تھی۔ وہ اپنے طور پر کام کر رہے ہوں گے۔''

مجھے یہ جان کر تسلی ہوئی کہ جلال نے میری فراہم کردہ اطلاع کو خاطر خواہ اہمیت دی تھی اور اس پر ہر سمت سے کام شروع ہو چکا تھا۔

ہم اپنی باتوں کی دھن میں چہل قدمی کرتے ہوئے کافی دور نکل گئے تھے۔ اچانک مجھے اپنی جیب میں ہلکی سی.... تھرتھراہٹ کا احساس ہوا تو میں نے پھرتی سے اپنی جیب سے ٹرانسمٹر نکال لیا۔ شاید جلال کو بھی وہی احساس ہوا تھا کیونکہ وہ مجھ سے پہلے اپنا اپریٹس جیب سے نکال کر آن کر چکا تھا۔ اس پر ایم فور یعنی اشرف ایم ون کو پکار رہا تھا۔

ایم ون اس مشن کے لیے جلال کا پاس ورڈ تھا۔

جلال نے جونہی اشرف کو اپنی موجودگی سے باخبر کیا، اشرف نے اسے بتایا کہ اس کے آلات نے سگنل پکڑے تھے۔ نامعلوم افراد کا کوئی اپریٹس آن ہوا تھا لیکن لائن خاموش تھی۔

''تم نگاہ رکھو، ہم آرہے ہیں۔'' جلال نے ہیجانی انداز میں یہ کہہ کر دوڑ لگا دی۔ میں بھی اس کے پیچھے گاڑی کی طرف دوڑ پڑا۔

ہم دونوں تقریباً ہانپتے ہوئے، گاڑی میں سوار ہوئے تو اشرف پرسکون انداز میں ڈیش بورڈ پر جھکا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں روشن اسکرین پر مرکوز تھیں۔

''میں نے فری کوئنسی پکڑ لی ہے۔'' اس نے مودب اور پرسکون لہجے میں اطلاع دی ''وہ دو مردانہ آوازیں تھیں۔ ان کے درمیان ایک تجزیاتی پیغام کا تبادلہ ہوا ہے۔ ایک نے کہا تھا الفا کالنگ دوسرے نے جواب دیا تھا۔ چارلی ریسیونگ اور پھر خاموشی چھا گئی۔''

بے اختیار میری نظریں اپنی رسٹ واچ پر گئیں۔ ڈائل کی سوئیاں نو سے ذرا ہی آگے سرکی تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ پیغامات کا وہ تبادلہ نو بجے عمل میں آیا ہوگا۔

''یہ کیا ہوا؟'' جلال نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا ''کیا الفا اور چارلی نے ہمیں چڑانے کی کوشش کی ہے؟''

''تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے اشرف سے پوچھا جو چند ثانیوں کے لیے ہم دونوں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ تجرباتی پیغام معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کے ٹیسٹ میسیج عام طور پر یہ اطمینان کرنے کے لیے نشر کیے جاتے ہیں کہ ہر متعلقہ فریق رابطے میں ہے۔'' اس نے اپنے فوجی تجربے کا نچوڑ مختصر الفاظ میں بیان کیا۔

''اشرف کا خیال سو فیصد درست ہے۔'' میں نے جلال سے مخاطب ہو کر کہا ''وہ دونوں بہت چالاک ہیں۔ نیو خان ہوٹل والے تجربے کے بعد ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔ مقررہ اوقات میں وہ اپنے اپریٹس آن کر کے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہوں گے۔ شاید نو بجے بھی ان کا مقررہ وقت تھا۔ کچھ دیر کے لیے وہ اپنے اپریٹس آن رکھیں گے۔ اس دوران میں کوئی خاص واقعہ رونما نہ ہوا تو وہ کچھ دیر کے بعد اپنے اپریٹس آف کر کے دوبارہ عام لوگوں میں گھل مل جائیں گے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟ اس وقت وہ کہاں ہو سکتے ہیں؟''

''جہاں بھی ہیں، ہماری گاڑی کے آلات کی رینج میں ہیں اور یقینی طور پر بھیڑ بھاڑ سے الگ ہوں گے۔ ہجوم میں رہ کر وہ اپریٹس استعمال نہیں کر سکتے۔''

''موبائل فون عام ہو جانے کے بعد اپریٹس کا استعمال اتنا دشوار نہیں رہا۔ دور سے دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ موبائل فون پر بات کی جا رہی ہے۔ مواصلاتی ترقی کے ساتھ وائرلیس ٹرانسمٹرز کی بناوٹ اور وزن میں انقلابی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔''

''موبائل فون عام ضرور ہوتے جا رہے ہیں لیکن ابھی فقیروں اور ملنگوں کے تصرف میں نہیں آئے ہیں۔ موبائل فون استعمال کرنے والا فقیر ہر شخص کی توجہ کا مرکز بن جائے گا۔ اگر ان دونوں نے سوبھراج کا مشورہ قبول کر لیا ہے تو وہ یہاں ایسے ہی کسی روپ میں ہو سکتے ہیں۔ معززین بن کر وہ مزار کے قرب و جوار کے ماحول میں نہیں کھپ سکتے۔''

اچانک ڈیش بورڈ میں چھپے ہوئے اسپیکر سے ایک شناسا آواز ابھری۔ اس مرتبہ چارلی نے اپنے مخاطب کا نام لیے بغیر لائن پر اپنی موجودگی کا اعلان کیا تھا۔

ریڈیائی وسیلے کی وجہ سے آواز خاصی حد تک بدلی ہوئی تھی مگر مجھے پورا یقین تھا کہ وہ راکے اسی ایجنٹ کی آواز تھی جو حسن کے فرضی نام سے نیو خان ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔

میں لمحہ بھر کے لیے تردد میں رہا پھر میرا ذہن صاف ہو گیا۔ مخصوص بٹن دبائے بغیر ہماری آواز کہیں بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ میں نے اضطراری لہجے میں جلال کو اپنے شک سے آگاہ کیا تو اس کا چہرہ دفور جوش سے تمتما اٹھا۔

''سر! ہم ان کی طرف چلتے ہیں۔'' اشرف نے اجازت لینے والے انداز میں جلال سے کہا اور اس کا جواب سننے سے پہلے اگنشن آن کر کے انجن چلا دیا۔

ذرا سے توقف کے بعد الفا بھی لائن پر آ گیا۔ اس کا پیغام سنتے ہی چارلی نے کسی جناتی زبان میں اپنی روداد شروع کر دی۔

''اوہ!'' جلال کے منہ سے بے ساختہ نکلا ''سالا تامل یا تلگو میں بات کر رہا ہے۔ تم یہ زبانیں سمجھ سکتے ہو؟''

میں بے بسی سے اپنا سر ہلا کر رہ گیا۔ گاڑی حرکت میں آ چکی تھی۔

ایک آواز میں نے پہچان لی تھی۔ اس کا مخاطب ذکی ہی ہو سکتا تھا۔ وہ دونوں بہت تیزی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی اہم واقعے سے دوچار ہو چکے تھے۔

''تم ان تک کیسے پہنچ سکو گے؟'' ان دونوں کی ناقابلِ فہم گفتگو سے مایوس ہو کر جلال اشرف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''یہ سبز بتی ظاہر کر رہی ہے کہ ہم صحیح سمت میں، ان میں سے کسی ایک سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔'' اس نے ڈیش بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ''چوراہا گھومتے ہوئے سرخ بتی جل اٹھی تھی۔ اسی لیے میں نے گھوم کر مزار کا راستہ اختیار کیا ہے۔ نصف چوراہا گھومتے ہی سرخ کی جگہ سبز بتی جل گئی تھی۔ جونہی ہم اس کے قریب سے گزر کر آگے نکلیں گے، دوبارہ سرخ بتی جل جائے گی اور مجھے پتا چل جائے گا کہ ہم مطلوب مقام پر پہنچ چکے ہیں.....''

اشرف فخریہ لہجے میں اپنی گاڑی میں نصب بیش قیمت آلات کی کارکردگی پر روشنی ڈال رہا تھا۔ وہ آلات ریڈیائی لہروں کی مدد سے کسی بھی ٹھکانے کا سراغ لگا سکتے تھے جبکہ میں چند روز پیشتر امریکیوں کے ان ہلکے پھلکے آلات کے تجربے سے گزر چکا تھا جو محض ایک چپ سے خارج ہونے والے اشاروں کی مدد سے مقام کی نشان دہی کر دیتے تھے۔

امریکی اپنے آلات کو ایک گاڑی میں ساتھ لیے پھر رہے تھے۔ ریڈیو سگنل پکڑنے والے وزنی آلات ہماری فوجی گاڑی میں نصب تھے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا لیکن ان کے نتائج بڑی حد تک یکساں تھے۔

پھر یکا یک ایم تھری کی طرف سے اپریٹس پر جلال کے لیے پیغام آنے لگا۔

گاڑی کے سسٹم پر حسن اور ذکی کی ناقابلِ فہم گفتگو جاری

Downloaded from https://paksociety.com

تھی۔ اس دوران میں ایم تھری یعنی دوسری گاڑی میں سوار، جلال کے آدمی کا پیغام بہت معنی خیز تھا۔

''یس ایم تھری..... میں سن رہا ہوں.....اوور!'' جلال نے جوابی پیغام نشر کیا۔

''سر! میں پچھلے بارہ منٹ سے گاڑی سے باہر ریکی پر ہوں۔'' جلال کا آدمی دبی دبی پرجوش آواز میں کہہ رہا تھا ''میں اپنی ٹانگیں سیدھی کرنے کے لیے گاڑی سے اترا کرفٹ پاتھ پر ٹہل رہا تھا تو مزار کی طرف سے لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا ایک لنگڑا فقیر نمودار ہوا۔ ہماری گاڑی پر نظر پڑتے ہی وہ بھونچکا رہ گیا۔ چند لمحوں تک وہ ٹھٹک کر ایک جگہ رکا گاڑی کو تکتا رہا پھر لنگڑاتا ہوا پلے لینڈ سے آگے کی طرف نکلتا چلا گیا۔ راستے میں اس نے ایک مرتبہ مڑ کر گاڑی کی طرف دیکھا.....''

''پوری الف لیلہ سنا رہا ہے۔'' جلال نے جھلائے ہوئے انداز میں مجھ سے کہا۔ اس کی مجبوری تھی کہ وہ اپنے آدمی کی بات درمیان میں نہیں کاٹ سکتا تھا۔ جب تک وہ اپنی بات مکمل کر کے لائن اسے منتقل نہ کرتا وہ اس سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

اس کی بات جاری تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''اس کی حرکتیں مشتبہ تھیں۔ میں نے اس کا پیچھا شروع کر دیا۔ وہ پلے لینڈ کے برابر والی ڈھلان سے تیزی سے نیچے اترا اور پھر میدان صاف دیکھ کر لاٹھی بغل میں دبائی اور دوڑتا ہوا ریت کے ٹیلوں کے پیچھے گھس گیا۔ وہ کنکریٹ کے بوسیدہ زینوں کے نیچے اس طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے پیشاب کر رہا ہو۔ اس کے لیے کیا حکم ہے.....اوور!''

''اسے ہر قیمت پر پکڑو.....ہم بھی ادھر آ رہے ہیں۔ تم اس سے کتنی دور ہو.....اوور!''

''میں اس سے بیس پچیس گز دور ہوں۔ مجھے اس کی... بڑبڑاہٹیں سنائی دے رہی ہیں۔ شاید وہ کسی سے فون یا اپریٹس پر بات کر رہا ہے.....اوور!''

''وہ ہمارا مطلوب آدمی ہے۔ ضرورت پڑے تو گولی چلا دینا۔ یہ یاد رہے کہ اس کا زندہ پکڑا جانا بہت اہم ہے..... اوور اینڈ آل!''

ہماری گاڑی مزار سے آگے نکل گئی مگر ڈیش بورڈ سے جڑے ہوئے حصے پر بدستور سبز بتی جلتی رہی۔ اگر ہم ایک اپریٹس والے کے قریب سے گزر کر دوسرے کی طرف جا رہے تھے تو اس دوران میں سرخ بتی جلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

مجھے دل ہی دل میں قلق ہو رہا تھا کہ میں جلال کے ساتھ دور بیٹھا جھک مار رہا تھا اور اس کے آدمی نے کھیل شروع کر دیا تھا۔

''میں نے جان بوجھ کر اسے لمبی گفتگو پر تادیب نہیں کی۔'' جلال کہہ رہا تھا ''اس نازک مرحلے پر اس کی دل شکنی مناسب نہیں تھی۔ وہ اپنی دانست میں مشتبہ آدمی کا پورا پس منظر بتا رہا تھا تاکہ میں آسانی سے فیصلہ کر سکوں۔''

جلال کا فیصلہ نہایت مناسب تھا۔ ایک دل شکستہ آدمی سے بہترین کارکردگی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اشرف نے آواز دھیمی کر دی تھی لیکن اس کے آلات پر الفا اور چارلی کی ناقابلِ فہم گفتگو بدستور جاری تھی۔ اگر جلال کا آدمی ان دونوں میں سے کسی کا پیچھا کر رہا تھا تو وہ گفتگو کسی بھی لمحے اچانک ختم ہو سکتی تھی۔

پلے لینڈ سے پہلے ایک گاڑی اپنی مقررہ جگہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اپریٹس پر جلال اور ایم تھری کے درمیان ہونے والی گفتگو اس کے ڈرائیور نے بھی سنی ہوگی اور اسے صورت احوال کا مکمل ادراک ہو گیا ہوگا۔ کسی کو اس کے بارے میں فکر نہیں تھی۔

پلے لینڈ سے آگے ہماری گاڑی پتھریلے پلیٹ فارم کے قریب جھٹکے سے رکی ہی تھی کہ نامعلوم اپریٹس سے آنے والی، چارلی کی آواز یکا یک معدوم ہو گئی۔ شاید ایم تھری نے گہری تاریکی میں اپنی پوزیشن مستحکم کرتے ہی اسے للکارا تھا۔

''چارلی.....تم کہاں ہو.....؟ اوور!'' الفا کی بوکھلائی ہوئی آواز ابھری لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس بار الفا نے انگریزی زبان کا سہارا لیا تھا۔

میں گاڑی سے اتر رہا تھا تو الفا کا پیغام دوبارہ فضا میں گونجا۔ میں صرف چارلی کا نام سمجھ سکا۔ بقیہ چند الفاظ میری فہم سے بالا تھے۔

میں نے پتھر کے چوڑے پلیٹ فارم پر دوڑ لگا دی۔ جلال کے دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھی۔

یہ بات ہر شک و شبے سے بالا ہو چکی تھی کہ ایم تھری اپنی عقابی نظروں کی وجہ سے چارلی کو گھیرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ یقینی طور پر وہی خبیث شخص تھا جو حسن کے نام سے مجھے اور سلطان شاہ کو جُل دے کر نیو خان ہوٹل سے نکل بھاگا تھا۔

پتھریلے پلیٹ فارم پر کچھ بھی نہیں تھا۔ نصف صدی پہلے اس پلیٹ فارم کے ستونوں کے نیچے تک سمندر کا پانی آتا تھا لیکن انسانی صناعی نے پتھروں کی دیوار چن کر پانی کو بہت پیچھے سے روک دیا تھا۔ اس بار وقتی پلیٹ فارم کے نیچے اب ریت کے ناہموار ٹیلوں کی کثرت تھی جہاں ہر وقت تعفن اور

Downloaded from https://paksociety.com

اندھیرے کا راج ہوتا تھا۔ رات کے وقت وہ اندھیرا ہولناک ہو جاتا تھا۔

اچانک فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی، میرے کان کسی دلدوز انسانی چیخ کے منتظر رہے لیکن چند ثانیوں کے بعد فضا دوسرے فائر کی آواز سے لرز اٹھی۔

دوسرا فائر یقینی طور پر کسی اور ہتھیار سے کیا گیا تھا۔

میرے اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔ حسن نہتا نہیں تھا اور ایم تھری کا پہلا وار کارگر ثابت نہیں ہوا تھا۔ حسن کو سنبھل کر اس پر جوابی حملہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

کلفٹن کے بارونق میلے کو ہم دور چھوڑ آئے تھے۔ پتھریلی سیر گاہ پر اترے ہوئے لوگ پے در پے دو فائروں کی آوازیں سن کر بہت تیزی سے لوٹنے لگے تھے۔

ایم تھری نے بتایا تھا کہ لنگڑا فقیر پلے لینڈ کی سمت سے دوڑتا ہوا ٹیلوں کے پیچھے روپوش ہوا تھا۔ میں نے داہنی طرف کی سنگی دیوار پر چڑھ کر نیچے پھیلے ہوئے اندھیرے میں ریت پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے فوری طور پر اپنے قدموں پر اٹھنے کی حماقت نہیں کی۔ جہاں کودا تھا، دبک کر وہیں بیٹھا رہا۔ جب تک دشمن کی کمین گاہ کی سمت کا تعین نہ ہو جاتا، میرا اٹھنا خطرناک تھا۔

دھم کی آواز کے ساتھ جلال بھی مجھ سے چند قدم دور آ کودا۔

وہ بہت کٹھن وقت تھا۔ مجھ پر ایک ایک لمحہ بھاری گزر رہا تھا۔

''ایم ون کالنگ!'' اعصاب شکن سناٹے اور اندھیرے میں جلال کی سرگوشیانہ آواز میری سماعت کے پردے سے ٹکرائی۔ وہ اپریٹس پر بول رہا تھا ''ایم تھری تم کہاں ہو..... میں تمہارے آس پاس پہنچ چکا ہوں۔ مجھے تمہاری پوزیشن معلوم ہونی چاہیے۔ ورنہ ہم آپس میں ٹکرا جائیں گے۔ اوور!''

میں اضطراری انداز میں جلال کے قریب رینگ گیا تاکہ آسانی سے اس کے مذاکرات سننے میں کامیاب ہو سکوں۔''

''یہاں اندھیرا ہے۔ مجھے خود معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں۔ میں فائر.....''

اچانک تیسرا فائر ہوا اور ایم تھری کی آواز معدوم ہو گئی۔ شاید حسن نے سناٹے میں اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سن کر گولی داغ دی تھی۔

میں نے پتھریلی چھت کے نیچے سے شعلہ نمودار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ میں نے نیچے جھک کر پنجوں کے بل اسی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت میرے ذہن پر صرف ایک دھن سوار تھی کہ را کا ایک خطرناک ایجنٹ ہم سے کچھ دور موجود تھا۔ اس تک پہنچنے کے لیے میں نے ہر خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اندھیرے میں کچھ وقت گزار لینے کے بعد میری آنکھیں اس ماحول کی عادی ہو گئی تھیں۔ مجھے اپنے آگے پھیلی ہوئی تاریکی میں کوئی متحرک اور تاریک تر ہیولا نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں دبے قدموں آگے بڑھتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ آخری گولی چلانے کے بعد وہ اپنی جگہ پر نہیں رکا رہا ہوگا۔ حریف کی گولی کا نشانہ بننے کے خوف سے اس نے تیزی سے اپنی پوزیشن تبدیل کی ہوگی پھر بھی اس کی بدلی ہوئی پوزیشن کا سراغ لگانے کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی کرنی ضروری ہو گئی تھی۔

اس وقت میں بالکل بے خوف ہو چکا تھا۔ مجھے جلال کی پروا نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حد تک میرا مددگار ثابت ہو سکے گا۔ میں نے اپنا ریوالور سنبھالا اور اسی سمت میں ایک فائر جھونک مارا جدھر سے آخری شعلہ تیرتا ہوا نظر آیا تھا۔

اسے شاید دوسری طرف سے فرار کی کوئی راہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ ریت کے ٹیلوں اور کنکریٹ کی فرسودہ چھت کے نیچے پھنس کر رہ گیا تھا۔

وہ مدافعت کی فکر میں مبتلا تھا اور ہر طرف نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میرے فائر کے جواب میں اس نے اپنی بدلی ہوئی پوزیشن سے گولی چلائی۔ میں اس جوابی وار کے لیے تیار تھا۔ میں فوراً ہی سینے کے بل ریت پر گر گیا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی میرے سر پر سے گزر گئی۔

مجھے دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ میرا دشمن نشانے کا بہت سچا تھا۔ میں نے اپنا ردعمل دکھانے میں ذرا سی بھی کاہلی سے کام لیا ہوتا تو اس کی گولی نے میری کھوپڑی میں سوراخ کر دیا ہوتا۔

اس وقت تک وہ تین گولیاں چلا چکا تھا۔ میرے ذہن میں کہی کے کہے ہوئے یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کبھی نہتا نہیں ہوتا۔

سو بھرا سے ملی ہوئی اطلاعات کی روشنی میں وہ دونوں بالکل بے سروسامانی کی کیفیت میں کراچی پہنچے تھے۔ انہیں جلد از جلد رقم اور ہتھیاروں کی ضرورت تھی۔ گداگر کے بہروپ میں بے ضرر نظر آنے کے باوجود وہ مسلح تھا مگر مجھے پورا یقین تھا کہ اس کے پاس فاضل راؤنڈز نہیں رہے ہوں

Downloaded from https://paksociety.com

گے، وہ تین گولیاں چلا چکا تھا۔ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ مزید تین یا چار گولیاں ہو سکتی تھیں۔ انہیں ضائع کر دینے کے بعد وہ نہتا ہو جاتا۔

اس مقابلے کو قدرے طول دے کر اسے اپنا میگزین برباد کرنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔ ایک بار وہ نہتا ہو جاتا تو میں تیزی کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو کر اسے دبوچ سکتا تھا۔

اسی لمحے ایک نئی فکر نے مجھے گھیر لیا۔ ہم کلفٹن کے ایسے علاقے کے قریب موجود تھے جہاں ہر شام شہریوں کی ایک بڑی تعداد سیر و تفریح کے لیے آتی تھی۔ ان میں ہر قماش کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ وہاں امن و امان قائم رکھنے کے لیے پولیس کی بھاری نفری گشت پر رہتی تھی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ فائرنگ کے تبادلے کی وہ آوازیں زیادہ دیر تک پولیس والوں کو متوجہ نہ کر سکیں۔

مقابلہ طول پکڑتا تو پولیس والے دور ہی سے گولیاں برساتے ہوئے دخل انداز ہو سکتے تھے۔ جلال نے اپنی اس مہم کے سلسلے میں پولیس فورس سے کوئی مدد لی تھی، نہ انہیں اعتماد میں لیا گیا تھا۔ وہ بے خبری کے عالم میں مخل ہو کر ہماری ساری بساط بکھیر سکتے تھے۔

پولیس کی مداخلت کا وہ امکان کچھ دل خوش کن نہیں تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ اس معاملے کو جلد از جلد نمٹانے کی کوشش کی جائے۔

اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد میں نے پنجوں کے بل دوڑ کر اپنی جگہ تبدیل کی اور پھر ریت کے ٹیلوں میں گھستا چلا گیا۔ میں نرم ریت پر سینے کے بل آگے کھسک رہا تھا۔

اس وقت میرے حواس کسی وحشی درندے کی طرح پوری بیداری کی حالت میں تھے۔ میں کوئی آواز پیدا کیے بغیر سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہا تھا۔

اچانک پیچھے سے کسی نے میرا پیر پکڑ لیا۔ میں بھڑک کر پلٹا تو جلال پیچھے موجود تھا۔

''وہ چوہے دان میں پھنس کر خطرناک ہو گیا ہے'' وہ میرا پیر چھوڑے بغیر دردمندانہ آواز میں میں بولا ''آگے مت جاؤ۔ وہ نقصان پہنچا دے گا۔''

جلال کی آواز دھیمی تھی۔ میں نے بھی اسی لہجے میں کہا ''اس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے۔ ایم تھری کو بتا دو کہ اب وہ گولی نہ چلائے، میں آگے جا رہا ہوں۔''

جلال کی اندھیرے میں چمکتی ہوئی آنکھوں میں اداسی تیر گئی اور اس نے خاموشی سے میرا پیر چھوڑ دیا۔ اس بار ہماری دبی دبی آوازوں پر اندر سے کسی ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا گیا تھا۔

میں نے اپنے ریوالور سے صرف ایک فائر کیا تھا جبکہ دشمن اپنی تین گولیاں برباد کر چکا تھا۔ میں نے اندھیرے میں مزید ایک گولی چلا دی۔

''وہ میری حکمتِ عملی کو سمجھ چکا تھا۔ اس بار اس نے جوابی فائر نہیں کیا۔

میں ریت کے ناہموار ٹیلوں پر رینگتا ہوا اندر تک چلا گیا لیکن وہاں کسی متنفس کا وجود نہیں تھا۔ میں نے رک کر ہر طرف کا جائزہ لیا۔ وہاں ایسے گہرے سناٹے کا راج تھا جیسے برسوں سے کسی نے وہاں قدم نہ رکھا ہو البتہ بند فضا میں جلے ہوئے بارود کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔

میں مطمئن ہو کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے مجھے کچھ دور سے ایک بے ساختہ گہرے سانس کی موہوم سی آواز آئی اور میری پوری توجہ اسی طرف مبذول ہو گئی۔

اس کے سامنے ہم تھے۔ عقب میں ریت کے پہاڑ نے پلیٹ فارم کے نچلے حصے سے مل کر دوسری طرف نکلنے کا راستہ مسدود کیا ہوا تھا۔ حسن یا جارلی کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ریتیلے پہاڑ کو چیر کر اس پار نکل سکے۔ جب تک اس کے سامنے ایک حریف تھا وہ اپنی جگہ جم کر دشمن کو مار گرانے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب اسے اندازہ ہوا کہ اس کے دشمن کی نفری میں اضافہ ہو چکا ہے تو اس نے نہایت عیاری سے کام لیتے ہوئے' مقابلے کا ارادہ ترک کر کے فرار کی راہ اختیار کر لی تھی۔

اس کے سانس کی آواز میرے بائیں طرف سے آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ سمندر کی سمت میں دوڑ لگا کر اس متروکہ اور ریتیلی گزرگاہ پر نکل جانے کی کوشش کر رہا تھا جو رات کے اندھیرے میں سنسان پڑی رہتی تھی۔

وہ پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا اس لیے کسی غیر متوقع نشیب یا فراز میں پیر پڑنے کے سبب اس کے سینے سے یکا یک ایک گہرا سانس خارج ہوا تھا۔ جس کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے میری اور جلال کی مختصر اور سرگوشیانہ گفتگو کا کوئی بارودی جواب نہیں دیا تھا۔

چند ثانیوں قبل جلال کو اپنے قریب پا کر مجھے یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وہ لوگ مجھ سے غافل نہیں تھے اور میں اپنوں کی دوستانہ فائرنگ سے زخمی ہونے کے خطرے سے بے فکر ہو گیا تھا۔

وہ جان بچانے کے لیے دوڑ رہا تھا اور میں نے اسے پکڑنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

آخر کار اس کے سر پر سے سنگی پلیٹ فارم کا سایہ ختم ہو گیا اور وہ تاروں بھرے آسمان کے نیچے نکل آیا۔

ذرا سی دیر میں مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ بھاگنے میں کسی ایتھلیٹ کی طرح تیز رفتار تھا۔ میری پوری کوشش کے باوجود ہمارا درمیانی فاصلہ غیر محسوس طریقے پر بڑھتا جا رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ میری رینج سے باہر نکلتا' میں نے رک کر نشانہ لیا اور سانس روک کر اس پر یکے بعد دیگرے دو فائر کر دیے۔

پہلی گولی بھٹک گئی لیکن دوسری گولی اس کے جسم کے کسی حصے کو چاٹ گئی۔ فضا میں اس کی دبی دبی کراہ گونجی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ ہمارے درمیان فاصلہ گھٹنے لگا۔

وہ صورت حال بس لمحہ بھر کے لیے برقرار رہی۔ وہ سنبھل کر اٹھا اور اس نے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا مگر اس بار وہ واقعی لنگڑا ہو چکا تھا۔ اس کی رفتار ٹوٹ گئی تھی۔

اس کے بدن پر موجود لمبا سا فقیری لبادہ ہوا سے پھڑ پھڑا رہا تھا اور شاید اس کے لیے الجھن کا سبب بن رہا تھا۔ اس نے بھاگتے بھاگتے وہ لبادہ اتار پھینکا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس کے جسم پر صرف ایک بنیان اور گھٹنوں تک آیا ہوا چست نیکر باقی رہ گیا تھا۔

میں اس امکان سے غافل نہیں تھا کہ جلال کی طرح اسے بھی اپنے اپریٹس پر ڈی عرف الفا سے رابطہ کرنے کا موقع مل گیا ہو اور اس نے اپنے ساتھی کو صورت احوال کی سنگینی سے آگاہ کر دیا ہو مگر مجھے اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

سیکرٹ ایجنٹ آپس میں بنی کے یار ہوتے ہیں۔ جب تک حالات سازگار رہیں' وہ دل و جان سے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں لیکن کسی ڈوبتے ہوئے جہاز پر ایک لمحے کے لیے نہیں ٹکتے۔ کسی پر بہت برا وقت آ جائے تو اس کا ساتھ دینے کے بجائے تیزی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ڈر یہ ہوتا ہے کہ پٹنے والے کو بچانے کے چکر میں خود ان کی چمڑی ادھڑنے کی نوبت نہ آ جائے۔

وہ دونوں کسی اہم مشن پر کراچی آئے ہوئے تھے۔ حسن کو بچانے کے چکر میں ذی کی بھی مار آیا پکڑا جاتا تو ان کا مشن بری طرح ناکام ہو سکتا تھا۔ حسن کی بربادی کے بعد اگر ذی کی بچا رہتا تو وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اس کے لیے فرد سے زیادہ اہمیت مشن کی ہونی چاہیے تھی۔ یہ فلسفہ اسے حسن کے جھگڑے میں شمولیت سے باز رکھنے کے لیے کافی تھا۔

تاریک اور بدبودار ریتیلے ٹیلوں میں ہونے والی لڑائی ناہموار ریتیلے میدان میں منتقل ہو چکی تھی۔ حسن میری گولی سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی لنگڑاہٹ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ پر زخم آیا تھا۔

حسن کا بھاگنے کا دم خم ختم ہو چکا تھا۔ ہم دونوں کا درمیانی فاصلہ لمحہ لمحہ گھٹ رہا تھا۔ حسن کو بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اس کے پاس جم کر لڑنے کے سوا کوئی اور راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

اچانک وہ پلٹا اور اس نے کسی بے خطا نشانے باز کی طرح دونوں ٹانگوں پر جھک کر اپنے داہنے ہاتھ میں دبے ہوئے ہتھیار سے میری طرف فائر کر دیا۔

اس وقت عزم' ارادے اور فیصلے کا کوئی کردار نہیں تھا۔ یہ میری چھٹی حس تھی جس نے مجھے یکا یک بائیں طرف جھکنے پر مائل کر دیا اور گولی سنسناتی ہوئی میرے داہنے شانے کے قریب سے گزر گئی۔ میں اپنی جگہ جما رہتا تو وہ گولی میرے دل میں اتر سکتی تھی۔

ذرا سی دیر میں حسن نے دوسری بار اپنی بہترین نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے معلوم ہوتا تھا جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر محض آواز پر صحیح نشانہ لینے پر قادر ہوتے ہیں۔ دوربین اور لمبی رینج کی رائفل کے سہارے وہ کسی مشکل ترین ٹارگٹ کو آسانی سے گرا دینے کی صلاحیت سے مالا مال تھا۔

دونوں حریف اپنی چار چار گولیاں استعمال کر چکے تھے۔ حسن سے دور رہ کر مقابلہ کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کی بچی ہوئی دو یا تین گولیوں میں سے کوئی بھی میرے لیے مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وہ اپنی مہارت کے باوجود مجھے زخمی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا جبکہ میں نے اسے لنگڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔

فضا میں اس کے فائر کی بازگشت معدوم ہونے سے پہلے میں نے ریوالور تانا اور اس پر فائر کرتے ہوئے پوری طاقت سے دوڑ لگا دی۔

ایک خطرناک حریف کے سامنے وہ میری حرکت حسن کے وہم و خیال سے بھی ماورا تھی۔ میرا نشانہ بھی برا نہیں تھا۔ اسے بوکھلا کر دفاعی پوزیشن اختیار کرنی پڑی۔

وہ ایک جگہ رکا ہوا تھا، میں دوڑ رہا تھا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ اس کے ہتھیار میں بچی ہوئی گولیاں میرے لیے مہلک ثابت ہو سکتی تھیں۔ پہلی گولی ہوا میں نکل جانے کے باوجود میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور دوسرا فائر کر دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ دوسری گولی سے بھی خود کو بچا گیا۔ میں نے چند فٹ کے فاصلے سے اس پر اپنی آخری گولی استعمال کی جو اس کے بازو میں اتر گئی اور وہ لڑکھڑا کر ریت پر ڈھیر ہو گیا۔

میرے ریوالور کا چیمبر خالی ہو چکا تھا۔ میں نے وزنی ریوالور پوری قوت سے حسن کے جسم پر دے مارا۔ وہ ٹھوس آہنی پتھر کی طرح حسن کی پسلیوں پر پڑا اور وہ بلبلا اٹھا۔ اگلے ہی لمحے میں نے چھلانگ لگا کر اس کے تنومند اور کسرتی وجود کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا۔

میرے ریوالور کی براہِ راست ضرب سے اس کا پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں، میں نے حسن کے چہرے پر خوف کا سایہ آتے دیکھا اور اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ کر اس کی ناک پر پوری قوت سے ٹکر رسید کر دی۔

وہ ویرانہ اس کی دبی دبی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس نے میرے پیٹ میں اپنے گھٹنے اڑا کر مجھے دور اچھالنے کے لیے بہت زور مارا لیکن میں حساس مقامات پر ضرب آنے کے باوجود جونک کی طرح اس سے لپٹا رہا۔

وہ میری توقع سے کہیں زیادہ تنومند اور زور آور تھا۔ گولیوں کے دو زخم کھانے کے باوجود اس میں لڑ مرنے کا حوصلہ باقی تھا۔ وہ چاروں ہاتھ پیروں سے مجھے مارنے کی کوششیں کر رہا تھا اور میرے دونوں ہاتھ اس کے سر کو زمین سے ٹکائے رکھنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

اسے اپنے نیچے دبائے رکھنے کے لیے مجھے پوری طاقت صرف کرنی پڑ رہی تھی۔ میں مکا مارنے کے لیے ایک ہاتھ ہٹاتا تو اگلے ہی لمحے وہ زور لگا کر میرے نیچے سے نکل جاتا۔ سر میرے قابو میں آ جانے کی وجہ سے وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

پھر میں نے وحشیانہ انداز میں اس کے چہرے اور پیشانی پر زوردار ٹکریں رسید کرنا شروع کر دیں۔

حسن کے پاس اس حملے سے دفاع کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ لمحوں ہی لمحوں میں اس کا چہرہ پھٹے ہوئے زخموں سے بہنے والے خون سے لہولہان ہو گیا۔ ٹکروں سے اس کی تواضع کرتے ہوئے میرا سر بھی چکرانے لگا اور آخر کار میری آنکھوں کے سامنے رنگا رنگ چنگاریاں سی اڑنے لگیں۔

اچانک پشت سے کسی نے نرمی سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا ''الگ ہو جاؤ۔ اب یہ کہیں نہیں جا سکتا۔'' وہ جلال کی ہمدردانہ آواز تھی۔

اسی لمحے ایک اجنبی شخص نے اپنے ریوالور کی نال ریت پر گرے ہوئے حسن کی کھوپڑی سے لگا دی۔ شاید وہ ایم تھری تھا۔ ''بلے تو گولی مار دوں گا۔ جہاں ہو وہیں پڑے رہو!'' اس نے خوں خوار لہجے میں حسن کو حکم دیا۔

میں حسن کے سینے سے اترا تو میرا سر چکرا رہا تھا۔ میں کسی بھبکے ہوئے شرابی کی طرح اپنے دونوں پیر پھیلا کر ریت پر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت تک جلال کا ہاتھ میرے شانے پر تھا۔

دور سے پولیس کاروں کے سائرن کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کلفٹن آنے والے بعض من چلے نوجوان محض اپنی خوشی کے اظہار یا تفریح کے لیے اِکا دُکا فائر کرتے رہتے تھے اس لیے پولیس ان پر زیادہ دھیان نہیں دیتی تھی لیکن تواتر سے ہونے والے دس سے زیادہ فائر کسی بھی پولیس والے کو تشویش زدہ کر دینے کے لیے کافی تھے۔

حسن بہت سخت جان تھا۔ اس کے بدن پر گولیوں کے دو زخم آئے تھے، پسلیوں کو میرے آہنی ریوالور نے مجروح کر دیا تھا، چہرہ لہولہان تھا لیکن وہ ہاتھ پیر پھیلا کر اتنے اطمینان سے ریت پر چت لیٹا ہوا تھا جیسے اپنے آرام دہ بستر پر دراز ہو۔

''لڑائی میں تمہاری داڑھی کے کئی حصے نکل گئے ہیں۔'' جلال نے میرے کان میں سرگوشی کی ''بہتر ہو گا کہ پولیس والوں کے آنے سے پہلے پوری داڑھی نکال دو۔''

میرے ہاتھ بے اختیار اپنے چہرے پر چلے گئے اور میں نے بال صاف کرنے شروع کر دیے۔

جلال اپنے سنبھال کر اشرف کو گاڑی سمیت وہاں پہنچنے کی ہدایت دینے میں مصروف ہو گیا۔ حسن کے ساتھ آنکھ مچولی ہونے کے بعد اسے مقام کا تعین کرنے میں دشواری نہیں تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے پختہ سڑک موجود نہیں تھی لیکن جلال کو توقع تھی کہ اشرف کی طاقت ور گاڑی سڑک سے اتر کر مختصر سا ریتیلا حصہ آسانی سے عبور کر لے گی۔

میں نے اپنے چہرے سے داڑھی صاف کی تو مجھے حسن کی تازہ خون کی چپچپاہٹ اپنے ہاتھوں پر محسوس ہوئی۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کیا تو حسن کی چمکتی ہوئی نظریں میری طرف مرکوز تھیں۔

میرا چہرہ قدرے صاف ہوتے ہی حسن بری طرح چونک پڑا اور بے ساختہ بولا ''اوہ! تو تم ہو۔ مجھے کل رات ہی شبہ ہو گیا تھا کہ دوستی کے پردے میں تم کسی بدترین دشمن کا پیغام لائے ہو۔ تم کون ہو؟'' اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی لیکن پُراعتماد تھی۔

''کوبرا!'' میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اچانک کہہ ڈالا۔

''تت..... تم نے غداری کی ہے۔'' اس کی آواز میں تنفر

Downloaded from https://paksociety.com

مٹ آیا ''ہم سے مل کر دغا دینے سے بہتر تھا کہ تم صاف انکار کر دیتے۔ تمہارا حشر بہت عبرت ناک ہوگا۔''

''تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟'' میں نے اس کے زہریلے کو نظر انداز کر کے سرد لہجے میں پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے بے پروائی سے کہا ''میری طرح اسے بھی خود تلاش کر لو۔''

''تمہارا یہ خنّاس ذرا سی دیر میں نکل جائے گا۔'' میں نے زہریلے لہجے میں جواب دیا ''اس وقت کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم بازی ہار چکے ہو۔''

پولیس موبائلز کے سائرنوں کی آوازیں فضا میں مسلسل گردش کر رہی تھیں۔ مختصر وقفوں سے وہ آوازیں گھٹ اور بڑھ رہی تھیں۔ شاید پولیس والے جائے وارادت کی تلاش میں سرگرداں تھے اور اصل محاذ پر معاملہ ٹھنڈا ہو جانے کی وجہ سے ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ میری دانست میں یہ اچھا ہی تھا کہ پولیس کی مداخلت سے پہلے ہم لوگ راکے ایجنٹ کو ساتھ لے کر وہاں سے نکل چلتے۔

اشرف نے کافی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ جلال کی ہدایت ملنے کے چند منٹ بعد ہی وہ میدان اس کی گاڑی کے ہیڈ لیمپس سے دور تک روشن ہو گیا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے تشویش ہوئی کہ اس کے پیچھے ایک اور گاڑی کے روشن ہیڈ لیمپس نظر آ رہے تھے۔

دوسری گاڑی کے ہیڈ لیمپس سطحِ زمین سے زیادہ اونچے نہیں تھے اس لیے وہ ہمارے مشن پر آئی ہوئی دوسری گاڑی نہیں ہو سکتی تھی۔ ویسے بھی جلال نے اس کے بارے میں پریٹس پر کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ اسے اگلے حکم تک اپنی جگہ پر موجود رہنا چاہیے تھا۔

چند ثانیوں بعد اشرف کی گاڑی ہمارے قریب آ کر رکی تو حسن بے ساختہ بول پڑا ''آخر میرا شبہ درست ثابت ہوا۔ آرمی کے نمبر والی یہ اسپیشل وہیکل دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ آج کی رات بھاری ہو سکتی ہے۔''

ہم تینوں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ اس وقت سب کی توجہ دوسری گاڑی کی طرف مرکوز تھی۔ وہ پولیس موبائل تھی جو سائرن بند کر کے خاموشی سے اشرف کا پیچھا کرتی ہوئی وہاں تک پہنچی تھی۔

اس موبائل میں سے چار مسلح پولیس والے اپنی رائفلیں سیدھی کرتے ہوئے بہت مستعدی کے ساتھ نیچے آئے۔ اشرف کی بھاری گاڑی کی نمبر پلیٹ سے انہیں علم ہو چکا تھا کہ وہ ایک فوجی گاڑی کا تعاقب کر رہے تھے اس لیے انہوں نے اپنے روایتی انداز سے ہٹ کر سائرن اور گردشی روشنی بند کی ہوئی تھی ان کے طور طریقوں سے بھی احتیاط کا اظہار ہو رہا تھا۔

پولیس موبائل کی اگلوتی پیسنجر سیٹ سے سب سے آخر میں ایک اے ایس آئی برآمد ہوا۔ اس سے پہلے اشرف اپنی گاڑی سے نیچے آ چکا تھا۔

پولیس موبائل کے ہیڈ لیمپس بجھا دیے گئے تھے لیکن اشرف کی گاڑی کی بتیاں جل رہی تھیں۔ نئے آنے والوں نے ہمارے زخمی شکار کو تحیر آمیز نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اس دوران میں حسن نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی تھی۔ لاتعلقانہ انداز میں ریت پر اسی طرح چت پڑا رہا تھا جیسے اسے آنے جانے والوں سے کوئی سروکار نہ ہو۔

جلال اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور اے ایس آئی کی پیش قدمی رک گئی۔

جلال ایک سویلین محکمے کا ذمے دار افسر تھا۔ سادہ لباس میں اس کی شخصیت اتنی وجیہہ اور پروقار تھی کہ اے ایس آئی اس سے مرعوب نظر آنے لگا۔ یہ امکان بھی تھا کہ وہ جلال کو کوئی بڑا فوجی افسر تصور کر رہا ہو۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ کراچی اور دیگر بڑے شہروں میں بیشتر اعلیٰ پولیس افسران کسی موبائل میں بیٹھ کر علاقے کا گشت لگانے کو ہتک تصور کرتے ہیں۔ ابتدا میں شہری موبائل میں سوار کم خواندہ سپاہیوں کے رحم و کرم پر ہوتے تھے۔ شکایات بڑھیں تو موبائل کی سربراہی ہیڈ کانسٹیبل اور اے ایس آئی کے عہدے کے جونیئر افسروں کو سونپ دی گئی جو عام شہریوں کو آسانی سے اپنے رعب میں لے لیتے ہیں لیکن جارح شخصیات اور بیش قیمت گاڑیوں سے نفسیاتی طور پر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک پر قانون کا یکساں اطلاق نہیں کرتے۔

موبائل میں آنے والے اے ایس آئی کا المیہ بھی یہی تھا۔ اسے ریت پر پڑے ہوئے شخص کا خون آلود چہرہ صاف نظر آ رہا تھا مگر اس نے انجان بنتے ہوئے انتہائی فدویانہ لہجے میں جلال سے پوچھا ''سر! کیا یہاں کوئی واردات ہوئی ہے؟''

جلال نے اس کے مداخانہ رویے کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور کھردرے لہجے میں بولا ''اس سے تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ ہمارا کیس ہے۔''

''یس سر!'' اے ایس آئی نے ایڑیوں سے ریت اڑا کر اسے سلیوٹ کیا۔ اس کے ماتحتوں نے اس کی تقلید کی اور وہ

Downloaded from https://paksociety.com

سب اپنی موبائل کی طرف لوٹ آئے۔ کسی نے جلال سے اس کی شناخت طلب کرنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

شاید یہ اشرف کی گاڑی پر موجود آرمی کی نمبر پلیٹ کا کمال تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ مرعوب ہو کر لوٹ رہے تھے ورنہ انہیں کسی بھی مرکزی یا صوبائی ادارے کے بڑے سے بڑے افسر سے یہ پوچھنے کا حق حاصل تھا کہ وہ علاقے کے تھانے کو اطلاع دیے بغیر ان کی حدود میں کیا کرتا پھر رہا تھا، زخمی کون تھا اور اس واقعے کی نوعیت کیا تھی۔

ایسا وہیں ہوتا ہے جہاں قانون کی مکمل عمل داری اور بالادستی ہو۔ جس ملک میں ایک اہم شخصیت کی گاڑی کے سیاہ شیشوں سے تاریک اسکرین اتارنے کے جرم میں ایک سپاہی کو معطل اور معتوب کر دیا جائے، وہاں پولیس والے بھی معاشرے کے رسوم ورواج کے ساتھ چل کر اپنی نوکریاں بچانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب تک سدھار کی کوئی بھی مہم اعلیٰ ترین سطح سے شروع نہ کی جائے وہ مزید بگاڑ کا سبب بنتی رہے گی۔

''میں پولیس کی مداخلت سے خائف تھا۔ یہ تو بہت آسانی سے لوٹ گئے!'' میں نے جلال پر اپنی حقیقی حیرت کا اظہار کیا۔

''ہر پولیس والا ایسا مرنجان مرنج طبیعت کا مالک نہیں ہوتا۔ ہمیں قیدی سمیت جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ فضا میں ابھی تک دوسری گاڑیوں کے سائرن کی آواز سنائی دے رہے ہیں۔'' اس نے پرتشویش سنجیدگی سے کہا۔

حسن کی جامہ تلاشی لی گئی۔ اس کے بدن پر پورے کپڑے تک نہیں تھے تو ان میں کیا ملتا۔ اس رسمی کارروائی کے بعد اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے۔ پوری طرح زیر ہونے کے بعد اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ یوں بن گیا تھا جیسے وہ ریڑھ کا کوئی بے جان بت ہو جسے اپنی مرضی سے توڑا مروڑا جا سکے۔

حسن کے پستول سے زیادہ اہمیت اس کے اپریٹس کی تھی جو جلال نے آف کر کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ ایم تھری کی نگرانی میں حسن کو گاڑی کے تحفظی حصے میں ڈال دیا گیا۔ ہم دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھے اور اشرف کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

راستے میں ہمیں ہر طرف افراتفری و خوف و ہراس کی کیفیات نظر آئیں۔ فائرنگ کے شور اور پولیس موبائلز کی کثرت سے نقل و حرکت نے تفریح کے لیے آئے ہوئے تماشائیوں کا سارا مزہ کرکرا کر دیا۔ بیشتر افراد بال بچوں کو سمیٹ کر وہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔ وہاں رہ جانے والے لوگ جگہ جگہ ٹولیوں کی صورت میں جمع ہو کر اپنی قیاس آرائیوں میں مصروف تھے۔ ان میں سے کچھ تماشائی تھے۔ بقیہ افراد اپنے روزگار اور تعمیراتی سلسلے میں وہاں رہنے والے تھے جنہیں الگ سے پہچانا جا سکتا تھا۔

جلال نے واپسی کا سفر شروع ہوتے ہی اپریٹس پر ایم فائیو یعنی دوسری گاڑی کے ڈرائیور کو اپنے گیریزن میں واپسی کی ہدایت دے دی۔ اس کا کام پورا ہو چکا تھا۔ اس مخصوص گاڑی کو بلا مقصد شہر کا طواف کرانا مناسب نہیں تھا۔

اشرف کی گاڑی کی اسکرین سپاٹ ہو چکی تھی۔ ذکی یا الفا نے اپنے ساتھی کی طرف سے مایوس ہو کر اپنا اپریٹس بند کر دیا تھا۔ چارلی کا اپریٹس جلال بند کر چکا تھا۔ سارے واقعات جتنی تیزی سے رونما ہونے شروع ہوئے تھے اسی تیزی کے ساتھ ختم ہو چکے تھے۔

''اب کہاں کا ارادہ ہے؟'' اشرف کی موجودگی کی وجہ سے میں نے جھجکتے ہوئے جلال سے پوچھا۔

''ہمیں قیدی سمیت صدف مینشن اتار کر اشرف بھی اپنے گیریزن میں واپس چلا جائے گا۔'' اس نے بتایا ''میں نے دونوں گاڑیاں بارہ بجے تک کے لیے مستعار لی تھیں لیکن ایم فور کی حاضر دماغی کی وجہ سے ہم بہت جلد اس قصے سے نمٹ گئے ہیں۔''

''میں اپنے اپریٹس پر سب کچھ سن رہا تھا۔'' اشرف نے ہماری گفتگو میں پہلی مرتبہ دخل انداز ہوتے ہوئے کہا ''اگر لنگڑا فقیر اس کی نظروں میں نہ آتا تو آپ لوگوں کو اپنے شکار تک پہنچنے میں کافی مشکل پیش آ سکتی تھی۔''

میری خواہش تھی کہ اول خان سے بات کر کے قیدی کو اسٹیشن فور منتقل کر دیا جائے۔ ایس ٹی ایف بحران سے نکل چکی تھی۔ کسی بھی وقت اس کی سرگرمیوں کی بحالی کا حکم آ سکتا تھا۔ اس عبوری مدت میں اول خان اپنے صوابدیدی اختیار سے کام لے کر چارلی کو قبول کر سکتا تھا۔

صدف مینشن میں مجھے سہیل کے بارے میں تلخ تجربہ ہوا تھا۔ آئی بی والے اپنے قیدیوں سے باز پرس کے سلسلے میں قانونی حدود کا خیال رکھنے کے عادی تھے جبکہ میں اس سے نہایت بے رحمانہ پوچھ گچھ کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ ایک تنازعہ موضوع تھا جس پر اشرف کی موجودگی میں کھل کر بات نہیں کی جا سکتی تھی۔

اس وقت خاموشی بہتر تھی۔ جلال جو کچھ کہہ رہا تھا، وہ ہو جاتا تو پھر میں اس سے چارلی کی منتقلی کے بارے میں بات

Downloaded from https://paksociety.com

چھیڑ سکتا تھا۔

شہر سے گزرتے ہوئے ہم کچھ دیر میں صدف مینشن پہنچ گئے۔ جلال نے راستے میں ہی اپنے آدمیوں کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ صدف مینشن کے دیوہیکل چوبی دروازے کے نہ جانے کن سوراخوں سے جھانک رہے تھے کہ گاڑی رکتے ہی دروازے کی کشادہ ذیلی کھڑکی کھلی اور دو سفید پوش افراد اسٹریچر سنبھالے، لپک کر گاڑی کے قریب آ گئے۔

جلال نے اشرف کا شکریہ ادا کیا۔ ہم دونوں اس سے ہاتھ ملا کر گاڑی سے اتر گئے۔

''اندر چلے آؤ۔'' جلال نے مجھ سے کہا ''اسے میرے آدمی بے ہوش کر کے اندر لے آئیں گے۔''

عمارت کی طرف جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ اشرف نے اتر کر ٹرک کا عقبی دروازہ کھول دیا تھا اور دونوں سفید پوش گاڑی میں گھس رہے تھے۔

جلال مجھے اپنے ساتھ لے کر اس کمرے میں چلا گیا جو بیک وقت دفتر، لائبریری اور آرام گاہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ چند منٹ بعد ایم تھری نے آ کر اطلاع دی کہ چارلی کو بے ہوش کر کے اندر منتقل کیا جا چکا تھا اور اشرف گاڑی لے کر واپس چلا گیا تھا۔

''اسے جلد از جلد ہوش میں آنا چاہیے۔ اس کا دوسرا ساتھی ابھی تک آزادی سے شہر میں دندناتا پھر رہا ہے۔'' جلال کی وہ ہدایت سن کر ایم تھری خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔

''میرا خیال ہے کہ چارلی کو اسٹیشن فور لے جانا زیادہ بہتر رہے گا۔'' چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد میں نے زبان کھولی۔

''فکر نہ کرو۔'' میری موجودگی میں یہاں تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ سنیل کے معاملے میں میرے آدمی ضابطوں سے مجبور تھے۔'' اس نے فوراً میری دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''یہ بہت ڈھیٹ اور پکا معلوم ہوتا ہے۔ تم نے نوٹ کیا ہوگا کہ ایک بار زیر ہونے کے بعد وہ پولیس کی آمد اور روانگی تک بے فکری سے ریت پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہمیں بے رحمانہ سلوک کرنا ہوگا۔''

''جو چاہو کر لینا۔ تمہیں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ میں صرف تماشا دیکھتا رہوں گا۔'' وہ مسکرا کر بولا ''تمہاری اجازت کے بعد میں اسے ہاتھ لگاؤں گا۔''

''بہتر ہوگا کہ دوسرے قیدیوں کو بھی اس کے سامنے جمع کر لیا جائے!'' میں نے مشورہ دیا۔

''اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ سب یک جا ہو کر رونا پیٹنا شروع کر دیں گے۔''

اس کے حشر سے دوسرے عبرت پکڑیں گے۔ کسی نے کوئی بات چھپائی ہوئی ہے تو وہ اسے بھی اگل دے گا۔ یہ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور یکساں سلوک کے حق دار ہیں۔ ان میں سے کسی نے شور شرابا کیا تو اس کے حلق میں کپڑا ٹھونس دیا جائے گا۔''

''اسے ہوش میں آنے دو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔'' جلال نے کسی بحث کے بغیر اپنی آمادگی ظاہر کر کے مجھے حیران کر دیا۔

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔'' میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر جلال نے اپنی بات جاری رکھی ''آج میں نے تمہارے ذہن سے دھند صاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حالات مجبور کر دیں تو ہم اپنے دشمنوں کے حق میں بہت سفاک ثابت ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہم قانونی حدود و قیود کا پورا احترام کرتے ہیں۔''

''دوسری بات اپریٹس کے بارے میں ہے۔ میں ایک دو روز کے لیے اسے اپنے پاس رکھنا چاہوں گا تاکہ الفاسے بات کر سکوں۔''

''رکھ لینا مگر یہ یاد رہے کہ اپریٹس مجھے واپس دینا ہوگا۔ یہ چارلی کے جرم کا پہلا اور بنیادی ثبوت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم چکر دار باتیں کرنے میں مہارت رکھتے ہو۔ اس سے رابطہ ہو گیا تو کچھ نہ کچھ اگلوا لو گے۔''

''آج تم میری ہر بات پر آمناً وصدقناً کرتے جا رہے ہو۔''

''آج میں نے پہلی بار تمہاری بے جگری کا مظاہرہ دیکھا ہے۔ تم اپنی جان پر کھیل کر پیش قدمی نہ کرتے تو یہ معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے نہیں نمٹ سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان ہی ٹیلوں میں پھنس کر ہمارے ہاتھوں جہنم واصل ہو جاتا۔'' وہ بہت فراخ دلی سے کہہ رہا تھا ''اسے زندہ پکڑ کر ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔''

''کہیں تم گوپال کی طرح اس کا بھی تبادلہ کرنے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟''

''اب بھارت میں ہمارا ایسا کوئی قیدی نہیں ہے جس کے تبادلے کی ضرورت ہو۔ فی الحال اس کی گرفتاری کچے ریکارڈ پر نہیں لائی جائے گی۔ تم دل کھول کر اس کا بھرکس نکال لو۔ یہ زندہ بچا تو پھر سوچیں گے کہ اس کا کیا کیا جائے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

وقت گزارنے کے لیے ہم فرصت سے مشترکہ دلچسپی کے موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے رہے جن میں گیری کی اومان روانگی کا معاملہ بھی شامل تھا۔

جلال نے چارلی کا اپریٹس اپنی جیب سے نکال کر میرے حوالے کردیا تھا۔ اس دوران میں اس کا ایک آدمی چائے بنا کر لے آیا تھا۔ جس کی شدت سے ضرورت محسوس ہورہی تھی۔

چارلی کو انجکشن لگانے کے بجائے ضرب لگا کر بے ہوش کیا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد خبر آئی کہ وہ ہوش میں آ گیا تھا۔ ہم دونوں چائے ختم کرکے سگریٹ نوشی سے بھی فارغ ہو چکے تھے۔ جلال نے بے تکلفی سے میرے شانے پر ہاتھ مارا اور ہم دونوں دفتر سے باہر نکل گئے۔

چارلی کے چہرے سے خون کے داغ صاف کردیے گئے تھے لیکن اس کا پورا چہرہ کٹے پھٹے زخموں کی وجہ سے نیلا اودا ہوکر سوجا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ بدستور پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ ٹانگوں میں ڈیڑھ فٹ لمبی ہلکی زنجیر والی بیڑیاں پہنا دی گئی تھیں جن کی وجہ سے وہ آسانی سے چل پھر سکتا تھا لیکن بھاگنے سے قاصر تھا۔

وہ فرش پر پیر سمیٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ بولا ''بڑے غداری پر تل جائیں تو آنے والی تباہی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم ہمارے سب سے بڑے مددگار ثابت ہوگے۔ تم کیسے کو برا ہو کہ تم نے ہم کو ہی ڈس لیا!''

''یہ ہوتا رہتا ہے۔ اب اٹھو اور اوپر چلو۔ میں تم کو کچھ مہمانوں سے ملواتا ہوں۔'' میں نے کسی اشتعال کے بغیر، سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کاش! دہلی والوں کو علم ہوجائے کہ تم آرمی کے ہاتھوں بک چکے ہو اور کوبرا کے مقام سے گر کر ہماری آستین کے سانپ بن گئے ہو!'' اس نے اٹھتے ہوئے حسرت سے کہا۔

''رفتہ رفتہ سب کچھ پتا چل جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔''

''میں وہ کام کرنے آیا ہوں جس کی مجھے تنخواہ ملتی ہے۔''

اس نے آہستہ آہستہ زینوں کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے پیروں میں پڑی ہوئی زنجیر کی کڑیاں آپس میں ٹکرانے سے اونچے ہال میں ایک وحشت ناک گونج پھیل رہی تھی۔

جلال نے اپنے آدمیوں کو پہلے ہی ہدایت کردی تھی۔ عمارت کی اوپری منزل سے ملی جلی آوازیں آنا شروع ہوگئی تھیں جن سے ظاہر ہورہا تھا کہ اوپر والے قیدیوں کو یک جا کیا جارہا تھا۔

چارلی بالکل مزاحمت نہیں کررہا تھا۔ جو کہا جارہا تھا، اس پر خاموشی سے عمل کررہا تھا۔ زنجیر کی وجہ سے اسے چوبی زینے طے کرنے میں دشواری ہورہی تھی لیکن وہ کوئی حرفِ شکایت اپنی زبان پر نہیں لایا۔ سنبھل سنبھل کر زینے چڑھتا رہا اور آخر کار اوپری منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے رویے سے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اس نے وہ سب اپنا نوشتہ تقدیر سمجھ کر قبول کرلیا ہو۔

اوپر پانچ قیدی اپنے اپنے زنداں سے باہر نکل کر کھلی جگہ پر جمع کرلیے گئے تھے۔ ان میں سے چار کے چہروں کا تعلق سوبھراج کیس سے تھا۔ سنیل، نرمل، مدن لال اور شیبا کے علاوہ وہاں موجود پانچواں چہرہ میرے لیے نیا تھا۔

چارلی کو دیکھ کر ان میں سے کسی کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ سب اس کے لیے یکسر اجنبی ثابت ہوا تھا۔

''یہ سب یہاں کے قیدی ہیں۔'' میں نے چارلی کو مخاطب کرکے کہا۔ اس کو حسن تصور کرتے ہوئے مجھے کچھ ذہنی اذیت سی ہورہی تھی۔ جب تک ان کے اصل نام سامنے نہیں آجاتے تھے، ان کو حسن اور زکی کے بجائے چارلی اور الفا کے ناموں سے یاد کرنا زیادہ بہتر تھا۔

''سب مردوں کی حالت ابتر ہے۔'' اس نے ان کے چہروں پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا ''ان کے شیو بڑھے ہوئے ہیں، بدن اور کپڑے گندے ہیں، آنکھوں میں وحشت اور ویرانی کا راج ہے مگر عورت بہت بہتر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارے استعمال میں آتی رہتی ہے۔''

''ہم عورتوں کا احترام کرتے ہیں، مردوں سے ذرا سی بھی رعایت نہیں کرتے۔ چند روز میں تم بھی اسی حال کو پہنچ جاؤ گے۔''

''کیا تم مجھے یہ جتانا چاہ رہے ہو کہ تم مجھے چند روز تک زندہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہو!'' اس کی بھرائی ہوئی آواز استہزائی ہوگئی۔

''اس کا انحصار تمہارے رویے پر ہے۔ میں پھر پوچھ رہا ہوں کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔'' میں نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''خود کو دشمنوں کے ہاتھ بیچ کر تم یہ حق کھو چکے ہو۔'' اس نے جواب دیا ''اپنی قیمت لگوا کر تم کو برا رہے ہو نہ یہ لوگ

Downloaded from https://paksociety.com

تمہیں سوبھراج رہنے دیں۔ تم سے کام نکل جانے کے بعد یہ تمہیں مجھ سے برے انجام کو پہنچا دیں گے۔''

''یہ..... یہ سوبھراج نہیں، کرنل داور ہے!'' سنیل پھنسی پھنسی آواز میں بولنے پر مجبور ہوگیا۔

میں زہریلے انداز میں مسکرایا ''اب بتاؤ کہ تم کیوں آئے ہو؟''

''بار بار اپنے سوال کو نہ دہراؤ۔'' اس کے تیوروں میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی ''مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ ایک ہارا ہوا جواری تمہارے جیسے لب و لہجے میں بات نہیں کرسکتا۔ سوبھراج کہاں ہے؟''

''یہ سب اس کے چیلے ہیں۔'' میں نے پانچوں قیدیوں کی طرف اشارہ کرکے کہا ''اسے کہیں اور رکھا گیا ہے۔ وہ تم سے عاجز ہے کیونکہ تم اس کے عذاب میں اضافے کا سبب بن کر یہاں نازل ہوئے ہو۔ تمہیں دور مار رائفلیں کیوں درکار ہیں؟''

''سوبھراج کو بھگوان کی مار پڑے!'' اس بار چارلی کو قدرے طیش آ گیا ''معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تمہارے سامنے اپنا کھایا پیا اگل دیا ہے مگر میں سوبھراج نہیں ہوں۔ میری زبان سے تم ایک لفظ نہیں اگلوا سکو گے۔''

''میں تمہاری زبان حلق سے باہر کھینچ کر اس میں سوئی بھونک دوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تم کتنی دیر خاموش رہتے ہو۔'' میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

''تم ایسا نہیں کرسکتے۔'' اس کی آواز کا اعتماد متزلزل ہوگیا۔

''یہ ابھی سب کے سامنے ہوگا۔'' اپنی زبان بندی سے پہلے اپنا نام بتا دو۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ دیر بعد تم اپنی زبان کو خود دو پھاٹکوں میں تبدیل کرلو اور چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ بتا سکو۔''

اس سے بات کرتے ہوئے میں نے جلال کو اشارہ کیا۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوک نگل کر رہ گیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر، مسلسل مجھے گھورے جا رہا تھا۔

''اور یہی سلوک تم سے بھی ہوگا۔'' یکا یک جلال نئے قیدی سے مخاطب ہوکر غرایا۔ اس کے چہرے پر وحشت اور پریشانی کی علامات نمودار آئیں۔

میں اس شخص کے بارے میں الجھن میں مبتلا تھا لیکن سب قیدیوں کی موجودگی میں جلال سے اس کے بارے میں سوال کرنے سے قاصر تھا۔

صدف مینشن میں روایتی تفتیش کا بہت سا ساز و سامان موجود تھا لیکن لیے ہوئے وہاں دستیاب نہیں تھے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص بازار سے تین انچ لمبے سوؤں کا ایک پیکٹ خرید کر لے آیا۔

میں نے پیکٹ کھول کر ایک سوا اپنی چٹکی میں دبا کر چارلی کو دکھایا اور کہا ''اب یہ تمہاری زبان میں جائے گا۔ تم کتے کی طرح منہ کھولے رہو گے تمہاری زبان باہر لٹکتی رہے گی۔''

اس وقت ایم تھری سمیت تین افراد ہماری معاونت کے لیے موجود تھے۔ میرا اشارہ پاتے ہی وہ چارلی پر ٹوٹ پڑے۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ پیروں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ تنومند ہونے کے باوجود وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ چند لمحوں میں کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح ..... پختہ فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

فرش پر گر کر وہ بری طرح مچل رہا تھا لیکن جلد ہی بے بس ہوگیا۔ ایم تھری نے اس کی گردن پر گھٹنا جما کر اس کا سر قابو میں کرلیا تھا۔

میں نے اس پر ہاتھ ڈالا تو اس نے بہت سختی سے اپنے دانت بھینچ لیے۔ مجبور ہوکر میں نے انپار یوالور نکال لیا جس کا چیمبر خالی ہو چکا تھا۔ جبڑوں پر نال کی دوسری ضرب پڑتے ہی چارلی نے منہ کھولا تو میں نے اس کے دانتوں کے درمیان ریوالور کی نال اڑا دی۔ اگلے ہی لمحے میں، میں نے رومال سے پکڑ کر اس کی لیس دار زبان دہانے سے باہر کھینچی اور ہونٹوں کے قریب سے اس میں سوا گزار دیا۔

زبان میں سوا اترتے ہی چارلی کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا لیکن کام مکمل ہو چکا تھا۔ سب اسے اس کے حال پر چھوڑ کر الگ ہٹ گئے۔

چارلی کرب ناک حالت میں تھا۔ اس کے حلق سے خرخر کی عجیب آوازیں برآمد ہو رہی تھیں۔ شیبا نے وہ منظر دیکھ کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور دوڑتی ہوئی اپنی کوٹھری میں جا گھسی۔

چارلی کی زبان کے زخم سے خون جاری ہو چکا تھا۔ سوجے ہوئے اور زخمی چہرے سے باہر نکلی ہوئی سرخ زبان بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس کا تماشا دیکھنے والے قیدیوں کی حالت ابتر ہوئی جا رہی تھی۔

میرے ایما پر جلال نے چاروں قیدیوں کو ان کے ٹھکانے پر واپس پہنچانے کی ہدایت کی اور ہم دونوں واپس نیچے آ گئے۔

''یہ تشدد کا بہت بھیانک اور آسان طریقہ ہے۔'' راستے میں جھرجھری لے کر وہ بولا ''وہ اس عذاب کو زیادہ دیر تک نہیں سہہ سکے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''نیا قیدی کون ہے۔اس کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔'' دفتر میں واپس پہنچنے کے بعد میں نے دھیرے سے کہا۔

''اسے حیدر آباد سے پکڑا گیا ہے۔سول ایوی ایشن کا ملازم ہے۔شبہ ہے کہ وہاں کے ریکارڈ سے بہت سے اہم نقشے اس نے غائب کیے ہیں۔ اس کا سالا کراچی میں انڈین قونصل خانے کا پرانا ملازم ہے۔اسے کل ہی اٹھایا گیا تھا۔''

''یہ بھی ہندو ہے۔'' میں نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

''غدار کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ یہ مسلمان ہے اور اس کے خلاف مضبوط واقعاتی شہادتیں موجود ہیں۔ میں نے دانستہ اسے بلوایا تھا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ تم چارلی کو کسی انوکھے تشدد کا نشانہ بناؤ گے۔ یہ طریقہ تمہارے ذہن میں کیسے آ گیا؟''

''را کا ہر ایجنٹ اپنے زعم میں مرد آہن ہوتا ہے۔ان لوگوں کے خلاف میدان میں اترتے ہوئے ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ جب تک ایسے لوگوں کے جسم کے حساس مقامات کو اذیت کا نشانہ نہ بنایا جائے، یہ زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔''

''اب اوپر سے کسی بھی وقت اچھی خبر آ سکتی ہے۔ ذرا سی دیر میں اس کے حلق میں کانٹے پڑنا شروع ہو جائیں گے اور وہ ہتھیار ڈال دے گا۔''

''اس نے اب بھی زبان نہ کھولی تو پانی میں تیز مرچیں گھول کر سارا پانی اس کے دہانے اور چہرے پر انڈیل دوں گا۔'' میں نے کہا ''ایسے لوگ مار پیٹ کے عادی ہوتے ہیں۔ اس سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔

ہمیں زیادہ دیر انتظار کرنا پڑا نہ اگلے مرحلے پر عمل پیرا ہونے کی نوبت آئی۔صرف آدھے گھنٹے بعد ایم تھری نے آ کر خبر دی کہ قیدی زمین سے اپنا سر ٹکرا کر اثباتی اشارے دے رہا تھا۔زبان کے کھنچاؤ کی وجہ سے سوے کا سراخ خاصا پھیل گیا تھا جو اس کے لیے بدترین اذیت کا باعث بن رہا تھا۔

جلال نے ستائشی نظروں سے میری طرف دیکھا اور فتح مندانہ انداز میں اپنی جگہ چھوڑ دی۔

☆☆☆

سلطان شاہ مجھے کانفرنس چھوڑنے کے بعد گھر پہنچا تو ویرا گھر سے باہر جانے کے لیے تیار بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی سلطان شاہ چونک پڑا۔

''خیریت تو ہے۔آج کس سے ملنے کی تیاری ہے؟'' اس نے سیدھا سوال کرنے کے بجائے ویرا سے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''میں بہت بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' ویرا مسکرا کر ایک ادا سے اس کی طرف بڑھی اور وہ بری طرح بوکھلا گیا۔

''یہ کیا حرکت ہے!'' وہ الٹے قدموں سرکتا ہوا ہکلایا ''اپنی جگہ پر بیٹھ کر بات کرو۔''

''صبح اٹھ کر آئینے میں اپنی صورت دیکھ لیا کرو، اوقات معلوم ہو جائے گی۔ میں تم سے ہم آغوش ہونے کے لیے نہیں، غزالہ کے دروازے پر دستک دینے کے لیے اٹھی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر اس کے قریب سے گزرتی ہوئی غزالہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور سلطان شاہ خفت آمیز انداز میں مسکرا کر رہ گیا۔

''جلدی آؤ۔ گاڑی لوٹ آئی ہے۔'' ویرا نے دروازے پر دستک دینے کے ساتھ ہانک لگائی۔

''دو منٹ میں آ رہی ہوں۔'' اندر سے غزالہ کا جواب آیا۔

''آج نئی گاڑی میں کہیں باہر کھانا کھانے کا ارادہ ہے۔ اکیلی عورتوں کو مرد ڈھٹائی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگتے ہیں۔ چاہو تو تم بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔''

''تم نے ڈینی کے بغیر یہ پروگرام بنا لیا؟'' سلطان شاہ نے سر کھجاتے ہوئے سوال کیا۔

''وہ دن رات اپنے چکروں میں الجھا رہتا ہے۔ آج بھی آدھی رات سے پہلے واپس نہیں آئے گا۔ اس کی واپسی سے پہلے ہم لوٹ آئیں گے۔''

''تم دونوں کا جانا مناسب نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔'' سلطان شاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''شام ڈھلے ہوٹلوں میں شرفا کے ساتھ اوباش لوگ بھی آ جاتے ہیں۔ کسی نے زبردستی تمہارے ساتھ مل بیٹھنے کی کوشش کی تو ساری تفریح غارت ہو جائے گی۔''

''تفریح برباد کرنے کے لیے تو تمہارا ساتھ ہونا ہی کافی ہے۔ کسی اور کو دخل انداز ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔'' ویرا نے آنکھ مار کر کہا۔

''لاحول ولا قوۃ!'' سلطان شاہ برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ ''تم ذہین اور بردبار عورت ہو۔تم کو ایسی بازاری حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔ بات کرتے ہوئے ذرا اپنی بائیں آنکھ پر قابو رکھا کرو۔''

''تم سامنے ہوتے ہو تو بے وجہ پھڑکنے لگتی ہے۔'' ویرا نے شوخی سے جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس وقت ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا موجود نہیں تھا اس لیے ویرا کھلے دل سے سلطان شاہ کو گھسنے پر تل گئی تھی۔ جب تک غزالہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نہیں آ گئی ان دونوں کے درمیان نوک جھونک کا سلسلہ چلتا رہا۔

اس وقت ویرا کا ذہن منفی سمت میں چل رہا تھا۔ اس نے اصرار کیا کہ ڈنر کلفٹن کے علاقے کے کسی اچھے ہوٹل میں کیا جائے لیکن غزالہ نے کلفٹن کا رخ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ بات سب کے علم میں تھی کہ میں راوالوں کی تلاش میں جلال کے ساتھ کلفٹن کی طرف گیا ہوا تھا۔ میں اس بات کو ہرگز پسند نہ کرتا کہ وہ لوگ کسی حیلے بہانے سے ان اطراف میں آ کر میری سرگرمی کے سلسلے میں کوئی متجسسانہ رویہ اختیار کریں۔

ویرا نے زیادہ زور دیا تو غزالہ نے صاف کہہ دیا کہ وہ اکیلی چلی جائے۔ سلطان شاہ غزالہ کا ساتھ دے رہا تھا۔ کیونکہ وہ بھی میرے مزاج اور ویرا کے شرپسندانہ رویے سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ کسی کو چڑانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔

آخر کار ویرا کو پسپائی اختیار کرنی پڑی اور قرعہ فال بیچ لگژری ہوٹل کے نام نکل آیا جو ساحل سمندر کے دوسرے سرے پر واقع تھا۔

گھر پر مامور ایس ٹی ایف کے دونوں اہل کاروں کو چوکنا رہنے کی ہدایت کر کے وہ تینوں نئی گاڑی میں ہوٹل کے لیے روانہ ہو گئے۔

''کلفٹن پر مزار کے گرد و نواح کا علاقہ ڈینی اور جلال کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دونوں نے پورے کلفٹن کو کیوں ممنوع علاقہ قرار دے دیا ہے۔'' راستے میں ویرا پھر وہی ذکر نکال بیٹھی۔

''وہ مزار سے کام کی ابتدا کریں گے لیکن ضروری نہیں کہ وہ دونوں وہیں تک محدود رہیں۔'' غزالہ نے اسے جواب دیا ''اپنے مطلوب افراد کی تلاش میں وہ کسی بھی سمت میں نکل سکتے ہیں۔ ان سے کہیں آمنا سامنا ہو گیا تو میں وہ خجالت برداشت نہیں کر سکوں گی۔''

''یہ وفا صرف عورت کے مزاج میں پائی جاتی ہے۔'' ویرا نے فوری طور پر پینترا بدل دیا۔ ''یہ چیز مردوں کو چھو کر بھی نہیں گزری۔''

''اپنے اپنے تجربے کی بات ہے۔'' غزالہ بے پروائی سے بولی ''ڈینی میرے لیے مثالی اور وفا شعار شوہر ثابت ہوئے ہیں۔''

''تم ان مردوں کو نہیں جانتی۔ یہ اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں' اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ خوب صورت اور جواں سال عورتوں کے بارے میں دنیا کے سارے مرد ایک طرح سوچتے ہیں۔ ڈینی اور سلطان شاہ بھی اسی برادری بھی شامل ہیں۔''

''بلاوجہ میرا نام مت لو۔ میں ایسے چکروں میں نہیں پڑتا۔'' سلطان شاہ نے احتجاج کیا۔

''میں کسی کا نام نہیں لے رہی۔'' سلطان شاہ کو جواب دے کر وہ غزالہ سے مخاطب ہو گئی ''میں نے تمہیں ایک لفظ نہیں بتایا لیکن مجھے معلوم ہے کہ مرد اپنے پرانے دوستوں سے کس طرح کھلی کھلی باتیں کرتے ہیں۔ پیر کے ناخنوں سے لے کر سر کے بالوں تک' نسوانی سراپا کا کوئی حصہ ان کی زبانی دسترس سے باہر نہیں ہوتا' مثال کے طور پر.....''

''کیا تم کچھ دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتیں!'' سلطان شاہ نے مضطربانہ انداز میں اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''رہ سکتی ہوں' شرط یہ ہے کہ آج کے کھانے کا بل تم ادا کرو گے۔''

''بل کوئی بھی ادا کرے' زور ڈینی کی جیب پر پڑے گا' ہم اس کے مال پر مزے کر رہے ہیں۔''

''انہوں نے کبھی یہ بات نہیں کی!'' غزالہ نے اعتراض کیا۔

''کوئی کہے یا نہ کہے' حقیقت یہی ہے۔'' سلطان شاہ کو موضوع بدلنے کا موقع مل گیا۔

''یہ شی والوں کی گن بوٹ کی فروخت سے حاصل ہونے والا سرمایہ ہے جو اب تک ہمارے کام آ رہا ہے۔'' غزالہ نے وضاحت کی ''یہ رقم ہم سب کی مشترکہ ملکیت ہے۔ کوئی کسی پر بار نہیں بنا ہوا۔''

''اگر یہ ڈینی کی سوچ ہے تو یہ اس کی شرافت اور مہربانی ہے۔'' ویرا نے سنجیدگی سے کہا ''ورنہ سب کچھ تم دونوں کا ہے۔''

سلطان شاہ ان دونوں کی گفتگو میں پوری طرح شامل ہو گیا تاکہ ویرا کو دوبارہ کوئی نازک بات چھیڑنے کا موقع نہ مل سکے۔

مولوی تمیز الدین روڈ سے ہوتے ہوئے وہ لوگ بیچ لگژری ہوٹل کے طرف جانے والے مختصر راستے پر مڑ گئے۔ جوں ہی سلطان شاہ نے ہوٹل پہنچنے کے لیے دوسرا موڑ کاٹا' ویرا اچانک نیم ہذیانی انداز میں بول پڑی ''روکو..... گاڑی روکو!''

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان شاہ نے گھبرا کر بریک لگا دیے اور گاڑی ایک جھٹکے سے وہیں جھول کر رہ گئی۔

''کیا ہوا..... کیا بات ہے؟'' غزالہ پچھلی نشست سے گھبرا کر آگے جھک آئی۔

سلطان شاہ نے برابر والی نشست پر نگاہ ڈالی تو وہ ہوٹل کے سامنے والی عمارت کی سمت میں دیکھے جا رہی تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' سلطان شاہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر پوچھا، وہ ویرا کی غیر متوقع حرکت سے بھنا گیا تھا۔

''وہ سامنے سوبھراج جا رہا ہے۔'' ویرا نے ہیجان زدہ آواز میں سرگوشی کی۔

ان دونوں کی نظریں بے اختیار اسی سمت میں اٹھ گئیں جدھر وہ انگراں تھی۔

ہوٹل کے سامنے والی کمرشل بلڈنگ کے سائے میں ایک دراز قامت اور صحت مند شخص اپنے شانے جھکائے آگے چلا جا رہا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا ایک نفیس سوٹ تھا۔ وہ دونوں اس کی پشت دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ وہ کون تھا۔

''تم خواب تو نہیں دیکھ رہیں..... سوبھراج یہاں کرنے آئے گا؟'' سلطان شاہ نے چڑے چڑے لہجے میں سوال کیا۔

''میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔'' ویرا نے پرجوش لہجے میں دعویٰ کیا ''اس نے سیاہ شیشوں کی عینک لگائی ہوئی ہے۔ وہ سب کچھ بدل سکتا ہے لیکن طوطے کی چونچ کی طرح خم کھائی ہوئی اپنی ناک کو نہیں چھپا سکتا۔ میں نے صرف ایک جھلک دیکھ کر اسے پہچان لیا تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کر لیتے۔''

''کوئی بات نہیں۔'' غزالہ نے مصالحانہ لہجے میں کہا۔ ''گاڑی ذرا آگے نکال کر جاؤ' سامنے سے دیکھ کر تصدیق ہو جائے گی کہ.....''

''ہرگز نہیں!'' ویرا نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ ''بھول کر بھی یہ غلطی نہ کرنا جس طرح میں نے اسے پہچانا ہے' وہ بھی ایک نظر میں مجھے پہچان لے گا۔ یہیں رکے رہو' دیکھتے ہیں کہ وہ کہاں جاتا ہے۔''

اچانک سیاہ سوٹ والے کا سفر ختم ہو گیا۔ وہ ایک سیاہ کار کے پاس رکا اور اطمینان سے دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ کے سامنے جم گیا۔ اس شاندار گاڑی کے دروازے غیر مقفل تھے یا پھر اس نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دور ہی سے دروازے کا لاک کھول لیا تھا۔ اس کی گاڑی کا رخ اس سمت میں تھا جدھر وہ گیا تھا۔ اس لیے اندر بیٹھتے ہوئے بھی اس کی پشت ان تینوں کی طرف رہی تھی اور انہیں اس کی دوسری جھلک دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

''اب دیکھتے ہیں کہ وہ کدھر جاتا ہے۔'' غزالہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

ان تینوں نے دیکھا کہ کھڑے کھڑے اس گاڑی کے ٹائر پاور اسٹیئرنگ کی وجہ سے بائیں طرف گھومتے جا رہے ہیں، صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سیاہ سوٹ والا یوٹرن لے کر ان کی طرف آنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اس بار ویرا کو کوئی ہدایت جاری کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ موقع کی نزاکت بھانپ کر سلطان شاہ گاڑی کو ریورس گیئر میں سڑک کے پچھلے کنارے تک لیتا چلا گیا۔

معاً سیاہ کار تیزی سے حرکت میں آئی اور مختصر سے نیم دائرے میں یوٹرن لے کر آگے بڑھتی چلی آئی۔ سڑک پر اس گاڑی کے ٹائروں کی تیز آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ گاڑی چلانے والا اگر کوئی شہد انہیں تو اعصاب زدہ شخص ضرور ہے۔

وہ گاڑی اس مختصر سی سڑک پر بہت تیز رفتاری کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر رہی۔ اس کے ہیڈ لیمپس کی روشنی سے بچنے کے لیے ویرا ونڈ شیلڈ سے نیچے جھکتی چلی گئی۔ وہ گاڑی بائیں طرف مڑ کر مین روڈ کی طرف چلی گئی۔

اس دوران میں غزالہ اور سلطان شاہ نے سیاہ کوٹ والے کے خم دار ناک دیکھ لی تھی اور قائل ہو گئے تھے کہ ویرا سے اندازے کی کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔

ان کی گاڑی کا انجن چل رہا تھا۔ سلطان شاہ نے پہلا گیئر ڈال کر ہانک لگائی ''سوبھراج یا ڈنر..... اس وقت کے تناول فرمایا جائے؟''

''ڈنر پر لعنت بھیجو۔ اس کے پیچھے چلو'' ویرا سیدھی ہو کر جھلائی ہوئی آواز میں بولی ''تم دونوں کی بے مقصد جرح میں الجھ کر میں اس کی گاڑی کا نمبر بھی نہیں دیکھ سکی، کسی نے نمبر نوٹ کیا ہے اس کا؟''

ان دونوں کے پاس مجرمانہ خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں تھا!

سلطان شاہ نے خفت مٹانے کے لیے بہت تیزی سے گاڑی چلا دی۔ ویرا کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہونے کے باوجود وہ یہ دیکھنا نہیں بھولا تھا کہ سوبھراج کی کار مین روڈ پر دائیں طرف مڑ کر پی آئی ڈی پی ہاؤس کی سمت میں گئی تھی۔

وہ سڑک صاف اور کشادہ تھی۔ سوبھراج اپنے دیکھے بھالے جانے کے خوف سے بہت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا مگر

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان شاہ بھی اس وقت نئی جیپ اور طاقتور کار دوڑا رہا تھا۔ اس نے ذرا سی دیر میں سوبھراج کی کار کو جالیا۔

''تم نیچے جھک جاؤ!'' غزالہ نے ویرا کے شانے پر ہاتھ مار کے کہا'' اس نے عقب نما آئینے میں کسی زاویے سے تمہاری جھلک بھی دیکھ لی تو چوکنا ہو جائے گا۔''

ویرا نے بے چون و چرا اس کے مشورے کی تعمیل کی۔ اس کے لیے زیادہ دیر تک اس پوزیشن میں رہنا دشوار تھا۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ وہ ذاتی مشاہدے کی نعمت سے محروم ہو چکی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ پیچھے گھمایا اور اگلی نشستوں کے درمیان سے گزر کر عقبی نشست پر غزالہ کے برابر میں پہنچ گئی۔

وہ پیچھے جا رہی تھی تو سلطان شاہ نے غیر ارادی طور پر اس کی پشت پر ایک دھپ رسید کر دیا۔ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اس نے تشینی انداز میں بولنا شروع کر دیا'' تمہیں چلتی گاڑی میں بھی چین نہیں ہے۔ ذرا سی یوں ہی جھک کر بیٹھی رہتیں تو کون سی قیامت آجاتی۔ ابھی میرا ہاتھ بہک جاتا تو گاڑی فٹ پاتھ سے ٹکرا جاتی۔''

''میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو خوب سمجھتی ہوں۔'' ویرا برا منائے بغیر بولی'' اس کا حساب کتاب بعد میں ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہارے پاس گاڑی میں کوئی ہتھیار موجود ہے؟''

''خدا کا خوف کرو ویرا۔'' وہ تلخی سے منمنایا'' ہم تفریح اور ڈنر کے لیے نکلے تھے۔ ہتھیار ساتھ لینے کی کیا تک تھی۔''

''پرانی گاڑی میں ہر وقت ایک آدھ پستول اور بھرے ہوئے میگزین پڑے رہتے تھے۔''

''یہ گاڑی ابھی نئی ہے۔ آہستہ آہستہ اس میں بھی چیزیں جمع ہوتی چلی جائیں گے۔ اس وقت گاڑی میں اوزاروں کے تھیلے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔''

''عجیب بے بسی ہے۔ یہ سوبھراج پر ہاتھ ڈالنے کا سنہرا موقع ہے جو قدرت نے ہمیں عطا کیا ہے اور ہم بالکل خالی ہاتھ ہیں۔'' ویرا مضطربانہ لہجے میں بولی'' اس وقت یہ نکل گیا تو ایسا موقع دوبارہ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔''

''کم از کم ہم نے گاڑی کا نمبر تو نوٹ کر لیا ہے۔ اس کے سہارے پتا چل سکے گا کہ اس وقت شہر کا کون ذی اثر شخص اس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔'' غزالہ نے دلاسا دیا۔

''تم دونوں ہمت کرو تو میں اس کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' سلطان شاہ نے پر اعتماد لہجے میں پیشکش کی۔

''تم کیا کرو گے؟'' ویرا نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

''سائیڈ مار کر گاڑی لڑا دوں گا، وہ رکنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

''یہ نہ بھولو کہ ہم بالکل نہتے ہیں وہ یقینی طور پر مسلح ہوگا۔ گاڑی سے اتر کر مقابلے پر جم گیا تو ہم بے موت مارے جائیں گے۔''

''میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ تم دونوں اپنے بارے میں سوچ لو!''

''نہیں۔'' غزالہ نے سختی سے کہا'' جب ہماری کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے تو خطرہ مول لینا بے سود ہوگا، ایسی احمقانہ خودکشی مجھے منظور نہیں ہے۔''

''تم اس کے ہتھیاروں کے بارے میں سوچ کر حوصلہ ہار رہی ہو ورنہ صورت حال اتنی مایوس کن نہیں ہے۔'' سلطان شاہ نے اس کی ہمت بڑھانے کی کوشش کی۔'' چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ ایک مفرور اشتہاری ملزم ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی نک کر مقابلہ نہیں کرے گا۔ کوئی گڑبڑ ہوتے ہی بھاگ نکلنے کی کوشش کرے گا۔ ہم اس کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر اسے زیر کر سکتے ہیں۔''

''یہ صرف تمہارا اندازہ ہے جو غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔'' ویرا نے غزالہ کا ساتھ دیتے ہوئے کہا'' فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں ہر پہلو پر غور کر لینا چاہیے۔ اس وقت سوبھراج کو نکل جانے دیا جائے تو بعد میں کار کے نمبر کے سہارے اس پر بھرپور تیاری کے ساتھ ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے۔ وہ بچ نہیں سکے گا۔''

''ابھی تم اسے گھیرنے کے لیے مری جا رہی تھیں اب نئی قلابازی کھا رہی ہو۔ ہمارے پاس زیادہ بحث کا وقت نہیں ہے۔ اس کشادہ سڑک سے گزر کر ہم شہر کے ٹریفک کی بھیڑ میں پھنس گئے تو جاتے ہوئے بھی اسے نہیں روک سکیں گے۔''

''بولو! تم کیا کہتی ہو؟'' ویرا نے فیصلہ غزالہ کے سر ڈال دیا۔

''یہ سڑک تیزی سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔'' غزالہ کی آواز گمبھیر ہو گئی۔'' اللہ کا نام لے کر گاڑی لڑا دو۔ کوشش کرنا کہ اس کے قریب نہ رکنا پڑے۔ ہلکا سا سائیڈ مارتے ہوئے آگے نکل جاؤ۔ اس کی گاڑی میں پاور اسٹیئرنگ ہے اور وہ خوف زدہ بھی ہے۔ گھبرا کر اپنی گاڑی کہیں اور مار دے گا۔''

''او کے مادام!'' سلطان شاہ نے تمسخر سے کہا'' آج پتا چلا کہ تم بہت اچھی ہدایت کار بھی ثابت ہو سکتی ہو۔''

سلطان شاہ نے اچانک اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ سوبھراج نے غالباً عقب نما آئینے میں اسے قریب ہوتے دیکھ کر اپنی سیاہ کار بائیں طرف کر کے اس کے گزرنے کا

Downloaded from https://paksociety.com

راستہ خالی کر دیا۔ سلطان شاہ تیزی سے اس کے برابر میں پہنچا پھر اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھوں نے ہلکی سی جنبش دی۔ فضا ایک ہولناک دھماکے سے گونج اٹھی۔ زبردست جھٹکے کے نتیجے میں ویرا اچھل کر غزالہ پر آ پڑی۔

سلطان شاہ سے اندازے کی ذرا سی غلطی ہوگئی تھی۔ اس کی گاڑی کی پسنجر سیٹ کا دروازہ پچک کر اندر آ گیا تھا۔ ویرا وہاں بیٹھی ہوتی تو اس کا شدید زخمی ہونے سے بچنا محال تھا۔ تصادم کچھ زوردار ہوگیا تھا۔

تصادم کے بعد سلطان شاہ نے اپنی گاڑی سنبھالی اور آگے بڑھتے ہوئے رفتار کم کرتا چلا گیا لیکن سوبھراج اپنی گاڑی پر کنٹرول برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کی گاڑی سڑک پر تیزی سے بائیں طرف لہرائی پھر یکا یک رخ بدل کر داہنی طرف، دو رویہ سڑک کی وسطی پٹی پر چڑھ کر مخالف سمت کی سڑک پر چلی گئی۔

بیک وقت بہت سی گاڑیوں کے بریک چیخے۔ تیزی سے چلتا ہوا ٹریفک تھما تو اندازہ ہوا کہ بظاہر خالی نظر آنے والی وہ سڑک اتنی ویران بھی نہیں تھی۔

ویرا اور غزالہ گاڑی سے اتر تیں تو تماشا بن جاتیں۔ سلطان شاہ نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے گاڑی بائیں طرف کی فٹ پاتھ سے تقریباً ملا کر روکی تھی تاکہ گاڑی کا نقصان زدہ حصہ لوگوں کی نظروں میں نہ آ سکے۔

''خطرہ محسوس کرو تو گاڑی لے کر نکل جانا، میں اسے دیکھتا ہوں۔'' ویرا کو وہ دانش مندانہ مشورہ دے کر سلطان شاہ دوڑتا ہوا سیاہ کار کی طرف لپکا جو شہر سے آنے والی سڑک کے وسط میں ترچھی کھڑی ہوئی تھی۔

سیاہ کار کے گرد تماشائیوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی تھی۔ ہر شخص اندر جھانک کر اپنی نظروں سے گاڑی کا حشر دیکھنے کے لیے بے چین تھا۔ اس ہجوم میں خم دار ناک والے سوبھراج کا کہیں پتا نہیں تھا۔ سلطان شاہ کو شبہ ہوا کہ وہ کسی شدید ضرب کے نتیجے میں بے ہوش نہ ہوگیا ہو۔

اپنے وجود اور طاقت ور بازوؤں کی مدد سے وہ ہجوم میں اپنا راستہ بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا پھر یہ دیکھ کر اس کے دل کو دھکا لگا کہ بتاہ حال سیاہ گاڑی خالی پڑی ہوئی تھی۔ سوبھراج باہر کہیں نظر آیا تھا اور نہ اندر تھا۔

اس وقت اس کے حواس بہت تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اس کی توجہ فوری طور پر اس ٹرک ڈرائیور کی طرف مبذول ہوگئی جو دوسرے تماشائیوں پر اپنی معلومات کا رعب جھاڑنے کے لیے حادثے کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

اس کی زبان سے یہ سن کر سلطان شاہ کو مزید مایوسی ہوئی کہ ٹکر کے نتیجے میں کالے سوٹ والا زخمی ہوگیا تھا۔ اپنی گاڑی سے نکلتے ہی وہ ایک خالی ٹیکسی میں بیٹھا اور پورٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔

سڑک پر دونوں طرف ٹریفک جام ہو چکا تھا۔ سلطان شاہ اگلے کسی کٹاؤ سے گاڑی گھما لیتا تب بھی اس کے لیے آگے بڑھنا محال ہوتا۔ وہ کسی صورت میں سوبھراج کی ٹیکسی کا پیچھا نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دوڑتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف ہولیا۔

اس وقت ہر شخص کی توجہ سوبھراج کی سیاہ گاڑی پر مرکوز تھی جو دہرے حادثے کے نتیجے میں خاصی برباد ہو چکی تھی۔ کسی نے اس کی گاڑی کے پیچھے ہوئے دروازے پر دھیان نہیں دیا تھا۔ گاڑی بدستور وہیں موجود تھی جہاں وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر انجن اسٹارٹ کیا اور تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

''سوبھراج زندہ ہے یا اس حادثے میں مر گیا؟'' ویرا نے پوچھا۔

''مردے فرار نہیں ہوا کرتے۔'' سلطان شاہ نے کہا۔ ''میں کہہ رہا تھا کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ کسی تاخیر کے بغیر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پورٹ کی طرف فرار ہوگیا۔ اس وقت وہ راستہ مسدود ہے۔ کالی گاڑی کے ہٹنے سے پہلے راستہ صاف نہیں ہوگا۔''

''یہ بہت برا ہوا کہ وہ بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔'' غزالہ نے رائے زنی کی ''ہمیں اس کو چھیڑنا نہیں تھا۔ چھیڑا تھا تو اسے پکڑنا یا پھر مار ڈالنا چاہیے تھا۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب وہ چوکنا ہو جائے گا۔''

''یہ تمہارے دل کا چور ہے جو تمہیں یہ بات کہنے پر مجبور کر رہا ہے۔'' سلطان شاہ نے ہلکی سی ناگواری سے کہا ''ویرا تو خیر پردیسی ہے۔ تم اس شہر میں پلی بڑھی ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ شہر میں روزانہ کتنے سنگین حادثے ہوتے ہیں۔ اس نے ویرا کو دیکھا نہ اس پر کسی قسم کا کوئی حملہ ہوا۔ آخر وہ کس بات سے چوکنا ہو جائے گا۔''

''اگر اس کے نزدیک یہ کوئی عام حادثہ تھا تو وہ گاڑی چھوڑ کر کیوں بھاگ گیا؟'' اس نکتے پر غزالہ اس کے ساتھ بحث پر آمادہ ہوگئی۔

''تمہیں بار بار یاد دلانا پڑ رہا ہے کہ اب وہ ایک مفرور اشتہاری ملزم ہے۔ اس کے وارنٹ نکلے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

وہ کس مجبوری کے تحت اپنی کمین گاہ سے نکل کر ان اطراف میں آنے پر مجبور ہوا تھا۔ اس وقت وہ ایک لمحے کے لیے بھی منظرِ عام پر آنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ جائے حادثہ پر رکا رہا تو کوئی نہ کوئی اسے پہچان لے گا اور وہ پکڑا جائے گا۔''

''اس ملعون کو کوئی مجبوری نہیں تھی۔ وہ ہماری ڈنر پارٹی خراب کرنے کے لیے وہاں نمودار ہوا تھا۔'' ویرا جھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی ''وہ ہمارے داؤ میں پھنسنے سے پہلے بھاگ نکلا۔ اب اسے جہنم میں ڈالو اور واپس بیچ لگژری کی طرف چلو۔ ہم پروگرام کے مطابق وہیں کھانا کھائیں گے۔''

''شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے۔'' سلطان شاہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا ''ہمیں فوراً گھر لوٹ کر ڈینی کو اس واقعے سے آگاہ کرنا چاہیے۔''

''ڈینی کلفٹن پر موج کر رہا ہوگا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ وہ بہت دیر سے واپس آئے گا۔ اس وقت اسے فون سننے کی فرصت بھی نہیں ہوگی۔''

''تم کچھ بھی کہتی رہو، ہم بیچ لگژری نہیں جائیں گے۔'' سلطان شاہ اڑ گیا۔

''کیسے نہیں جائیں گے۔ تمہارے تو فرشتے بھی وہاں جائیں گے۔'' ویرا نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔

''ہائیں ہائیں..... یہ تم کیا کر رہی ہو۔ گاڑی کہیں ٹکرا جائے گی اور اس کا حشر بھی سوبھراج کی کار جیسا ہو جائے گا۔'' وہ اپنی گردن ویرا کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ بیچ لگژری جاؤ گے یا نہیں!'' ویرا نے اصرار کیا۔

''میں پہلے بتا چکا ہوں کہ دونوں طرف کے راستے بند ہیں۔ ادھر واپس جانا ممکن ہوتا تو میں سوبھراج کی ٹیکسی کا تعاقب کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔ تم بلاوجہ ذرا ذرا سی بات پر جذباتی ہو جاتی ہو۔ یہ انا کا مسئلہ نہیں مجبوری ہے۔''

''تم بلاوجہ مجھے تاؤ دلانے کی کوشش کرتے ہو۔'' ویرا نے اس کی گردن چھوڑ دی ''اب اپنی مرضی سے کسی اچھے ہوٹل میں لے چلو جہاں ہم ایک گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر سکون سے کھانا کھا سکیں۔ آج باہر کا کھانا ہر حال میں ہوگا۔''

''اچھی زبردستی ہے تمہاری، دھونس دے کر تفریح کرنے پر مجبور کر رہی ہو۔'' سلطان شاہ نے اسے غصہ دلانے کی کوشش کی۔

''تم لوگ شاید ایسی گھریلو زندگی کے عادی ہو لیکن میں نے اپنی ساری زندگی سوشل رہ کر گزاری ہے۔ گھر میں پڑے پڑے مجھ پر گھٹن سوار ہونے لگتی ہے'' ویرا انجیدگی سے غزالہ کو اپنا مسئلہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ سلطان شاہ پھر بول پڑا۔

''ہوٹل میں کسی نے تمہیں پہچان لیا تو ساری گھٹن کافور ہو جائے گی۔ امریکیوں کی طرف سے تمہاری گرفتاری پر آج بھی ایک بڑا انعام برقرار ہے۔''

''پاکستان میرے لیے بہترین جائے پناہ ہے۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ حکومتوں کے تعلقات خواہ کیسے ہی دوستانہ کیوں نہ ہوں، عام پاکستانی امریکا سے نفرت کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی انعام کے لالچ میں میری مخبری نہیں کرے گا۔''

''سوبھراج بھی پاکستانی ہے!'' سلطان شاہ اس سے الجھتا رہا۔

''اس گیدڑ کو میں جوتی کی نوک پر رکھتی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم ہمیں کس ہوٹل میں لے جا رہے ہو۔''

''آج دفتری کام کاج کا دن ہے۔ ویرا کو لال قلعہ لے چلو۔ وہاں جگہ مل جائے گی۔'' غزالہ نے اس بحث سے اکتا کر مشورہ دیا جسے دونوں نے تسلیم کرلیا۔

☆☆☆

مجھے جلال نے اپنی گاڑی سے گھر کے دروازے پر چھوڑا تھا۔ میں اندر گیا تو وہاں میدان صاف تھا۔ ابرار نے بتایا کہ وہ تینوں شہر نوردی کے ارادے سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

میں نے ابرار کو اپنے لیے کھانا لگانے کی ہدایت کی اور خود غسل خانے میں جا گھسا۔ بدن اور کپڑوں سے چمٹی ہوئی ریت کی چبھن سے نجات حاصل کرنے کے لیے غسل ضروری تھا۔

میں تازہ دم ہو کر کھانے کی میز پر پہنچا تو یکا یک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

دوسری طرف اول خان موجود تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں اس وقت گھر میں اکیلا تھا اور کھانے کی تیاری کر رہا تھا تو اس نے اپنی آمد کی اطلاع دے کر فون بند کر دیا تاکہ میں فوری طور پر گرم کھانے سے لذت اندوز ہو سکوں۔

میں کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اول خان آ پہنچا۔ اس کے بشرے سے مسرت اور تازگی کا احساس جھلک رہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''تمہارے مشن کے بارے میں بات کرنے سے پہلے میں ایک بہت بڑی خبر سنانی چاہتا ہوں۔'' چند رسمی فقروں کے تبادلے کے بعد اس نے کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قدرت کھل کر تمہارا ساتھ دے رہی ہے۔ تم نے گیری کو زندہ چھوڑ دیا تھا مگر اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''اسے کیا ہوا..... وہ کیسے مر گیا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ میرے لیے وہ خبر اچھی ضرور تھی لیکن انتہائی غیر متوقع تھی۔

''گیری کو یہاں سے اومان لے جانے والا چھوٹا امریکی طیارہ مسقط ائرپورٹ پر لینڈنگ سے کچھ پہلے فضا میں پھٹ کر تباہ ہو گیا۔''

''اللہ کے یہاں دیر ہے مگر اندھیر نہیں۔'' میں نے تشکر آمیز لہجے میں کہا ''ہم نے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اسے زندہ چھوڑ دیا لیکن وہ بدترین موت کا حق دار تھا۔ آخر کار موت نے اسے زمین سے اوپر، آسمان کے نیچے گھیر ہی لیا۔ یہ کب کی خبر ہے؟''

''خبر کچھ بھی نہیں ہے۔ امریکی اس معاملے کو دبانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس واقعے میں مزید تین امریکی ہلاک ہوئے جن میں جہاز کے عملے کے دو افراد کے ساتھ گیری کے ساتھ جانے والی نرس بھی شامل ہے۔'' اول خان نے تفصیل بتائی ''مجھے کچھ دیر پہلے دوسرے ذرائع سے یہ اطلاع ملی ہے۔ مسافروں سمیت جہاز کا ملبہ سمندر میں گرا ہے۔ مسقط میں موجود دو امریکی بحری جہازوں کے غوطہ خوروں نے سمندر میں لاشوں کی تلاش کا کام شروع کر دیا ہے۔''

''ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ فضا میں پھٹنے والے جہازوں کے مسافروں کے اعضا چیتھڑے ہو کر دور تک بکھر جاتے ہیں اور ان کی ایک آدھ ذاتی چیز کو علامتی تابوت میں رکھ کر باقیات کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ہوش مندوں کے لیے یہ عبرت کا مقام ہے کہ کل تک جو شخص یہاں فرعون بنا ہوا تھا آج اس کے بدن کے ٹکڑوں کی تلاش جاری ہے۔''

''موت اس کی آئی ہوئی تھی۔ اپنے ساتھ مزید تین جانیں لے گیا۔''

''ایسا نہ کہو۔ موت اس کی آتی ہے جس کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کوئی کسی کو نہیں مار سکتا۔ پتا نہیں ان تینوں کے کرتوتوں کی فہرست کتنی لمبی تھی جو وہ بھی گیری جیسی عبرت ناک موت کا شکار ہوئے ہیں۔''

''مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا اور ہمارے دامن اس کے خون سے آلودہ ہونے سے بچ گئے۔'' وہ واضح طور پر خوش نظر آ رہا تھا۔

''واقعہ اتنا سنگین ہے کہ وہ اسے چھپا نہیں سکیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے طیارے کی تباہی کا الزام کس کے سر ڈالتے ہیں۔''

''واقعہ پاکستانی سرحد سے بہت دور ہوا ہے۔ وہ اپنے سروں میں خاک ڈالنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔'' اول خان نے ہنستے ہوئے کہا ''آج کل وہ ڈینی فوبیا کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کے سروں پر تمہارا نام سوار ہے۔ یہ واقعہ پاکستانی حدود میں رونما ہوا ہوتا تو وہ اسے بھی کھینچ تان کر تمہارے سر منڈھ دیتے۔''

''تمہیں یہ خبر کس وقت مل گئی تھی؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''ابتدائی اطلاع کوئی دو گھنٹے پہلے ملی تھی مجھے فوری طور پر اس اطلاع پر یقین نہیں آیا تھا۔ سنا ہے کہ کووں کے کوسنے سے ڈھور نہیں مرا کرتے مگر گیری کے معاملے میں ایسا ہی ہوا ہے۔ ہماری بددعائیں اسے کھا گئیں۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تعطل کے اس دور میں بھی تمہارے ذرائع مسدود نہیں ہوئے۔ اطلاعات کی بروقت فراہمی کا سلسلہ جاری ہے۔ ابھی تک جلال اس واقعے سے بے خبر ہے۔ اسے کوئی بھنک ملی ہوتی تو وہ مجھ سے اس کا ذکر ضرور کرتا۔''

''وہ کراچی میں ہے اور اس وقت تمہارے ساتھ مصروف تھا۔ افواہوں اور سچی خبروں سے آدمی اسی وقت باخبر رہتا ہے جب وہ اپنے حلقے میں موجود ہو، اس سے نکل کر رابطے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اسلام آباد اس کا مستقر ہے اسے چھوڑ کر وہ کراچی آیا ہوا ہے اور یہاں بھی بہت زیادہ مصروف ہو گیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم دونوں کی مہم کی کیا نتیجہ نکلا۔''

''مہم بہت کامیاب رہی، راکا ایک ایجنٹ اس وقت صدف مینشن میں اپنی سوجی ہوئی زبان کا زخم سینک رہا ہے۔ دوسرے کی تلاش جاری ہے۔''

وہ خبر سن کر اول خان اپنی جگہ سے اچھل پڑا ''انسانوں کے سمندر میں کسی گمنام آدمی کا کھوج لگانا آسان کام نہیں ہے۔ تم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور اس ذکر کو اپنے دل میں چھپائے بیٹھے ہو!''

''گیری کا قصہ زیادہ اہم ہے، میں اس کی تفصیل جاننے کے بعد اپنی کارگزاری کا تذکرہ شروع کرنے والا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

یہ کسی کی انفرادی کامیابی نہیں ہے۔ مربوط ٹیم ورک کے ذریعے ہم اس معاملے میں سرخ رو ہوئے ہیں۔ سوبھراج نے بے خبری میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اگر وہ یہ نہ بتاتا کہ اس نے راداالوں کو کلفٹن والی درگاہ پر پناہ لینے کا مشورہ دیا ہے تو ہم ان تک نہیں پہنچ سکتے تھے' پکڑا جانے والا وہاں فقیر کے روپ میں روپوش تھا۔''

''گیری کا قصہ بس اتنا ہی تھا۔ وہ تمہارے ہاتھوں پٹ کر زخمی ہوا' یہاں سے لے جایا گیا اور پھر سب کچھ تباہ ہوگیا۔ نک یہاں کفیل کے ہاتھوں مارا گیا' گیری مقط کے کھلے سمندر کی مچھلیوں کی خوراک بن چکا ہے۔ ان کے لیے یہ دونوں صدمے کم نہیں ہیں۔ فی الحال اسے بھول جاؤ اور اپنی کتھا سناؤ' را کے ایجنٹ کا پکڑا جانا ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔''

''معاملہ بہت دلچسپ ہے۔ وہ دوستوں سے گھیرا گیا۔'' میں نے تمہید اٹھائی ''ایک طرف وہ دونوں اپریٹس پر آپس میں باتیں کررہے تھے۔ جو ہم اپنے حساس آلات کے ذریعے سن رہے تھے مگر زبان سمجھنے سے قاصر تھے اور دوسری طرف جلال کا ایک آدمی ان دونوں میں سے ایک کے پیچھے لگ گیا تھا اور اسے اپنے ساتھی سے رابطہ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔''

اول خان گہری دلچسپی اور توجہ سے میری بات سن رہا تھا۔

میں نے دھیرے دھیرے اسے سارے واقعات سے آگاہ کرتے ہوئے جب یہ بتایا کہ میں نے اپنے قیدی کی زبان کھلوانے کے لیے اس کی زبان میں لمبا سوا تار دیا تو وہ چونک اٹھا۔

''یہ آسان کام نہیں تھا۔'' وہ بولا ''زبان بہت لجلجی' لچک دار اور لیس دار ہوتی ہے کسی کی زبان دہانے سے باہر کھینچنا آسان کام نہیں ہے۔''

وہ عملی دنیا کا آدمی تھا۔ ایک نکتہ سامنے آتے ہی پوری بات سمجھ گیا۔ میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''کام مشکل ضرور تھا لیکن وہاں انفرادی قوت دستیاب تھی۔ اپنی سرتوڑ کوششوں کے باوجود وہ اس دردناک سزا سے نہیں بچ سکا۔''

''اور اس کا نتیجہ کیا رہا۔'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ذرا سی دیر میں وہ پاگل ہوگیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس پر مرچوں کے پانی والا مرحلہ آزمانے کی نوبت نہیں آئی۔''

''وہ کیا کہتا ہے..... دونوں یہاں کیوں آئے ہیں؟''

''کسی مہم پر آئے ہوئے ایسے لوگوں کو عمومی صورت حال کے بارے میں بریف ضرور کیا جاتا ہے لیکن انہیں اپنے مشن سے آگے کچھ معلوم نہیں ہوتا.....''

''میں وہی جاننا چاہ رہا ہوں۔'' اس نے میری بات کاٹ کر وضاحت کی ''ان کے عزائم کے بارے میں ہمارے اندازے کہاں تک درست تھے۔''

''اس نے ہمارے اندازوں پر پانی پھیر دیا' حکومت کے مخالفین ان کے ہدف نہیں ہیں۔ اس بار اہم حکومتی عہدے داران کا نشانہ بننے والے تھے۔''

''پھر تو صورتِ احوال بالکل ہی بدل گئی۔ میں نے ان تینوں رہنماؤں کے بارے میں تمہارے خدشات آگے بڑھا دیے تھے جو خطرے میں نظر آرہے تھے۔ اب تک ان کے لیے فول پروف حفاظتی انتظامات شروع کیے جاچکے ہوں گے۔''

''کوئی حرج نہیں' ان انتظامات کو چلنے دو۔ بقیہ لوگوں کی حفاظت کے لیے جلال اپنے وسائل کو متحرک کرچکا ہے۔ اس بار انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''جب تک دوسرا آدمی بھی گرفت میں نہیں آتا' خطرہ سر پر منڈلاتا رہے گا۔'' وہ تشویش میں مبتلا نظر آرہا تھا۔

مجھے تمہارے اس خدشے سے پورا اتفاق ہے۔ وہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اسے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ہم سب اس کے پیچھے لگ چکے ہیں۔ وہ کم سے کم وقت میں اپنا کام پورا کرکے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔''

''تم نے اس سے یہ ضرور پوچھا ہوگا کہ اپریٹس پر وہ دونوں کیا باتیں کررہے تھے اور کون سی زبان استعمال کررہے تھے۔''

''جلال کو اندازہ ہوگیا تھا وہ تلگو زبان میں اپنے ساتھی کو اس علاقے میں اسپیشل آرمی وہیکل کی موجودگی سے آگاہ کررہا تھا۔'' میں نے بتایا ''وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ تھلگ تھے تاکہ کسی خطرے کی صورت میں دونوں ایک ساتھ نہ مارے جائیں۔ وہ ہر چار گھنٹے بعد کسی دور افتادہ گوشے میں جاکر ایک دوسرے کو اپنی خیریت سے آگاہ کررہے تھے۔ نوبجے ہمارا قیدی اسی رابطے کے لیے تاریک ریتیلے ٹیلوں کی طرف جارہا تھا تو اس نے آرمی کی گاڑی دیکھی۔ وہ اس کی نوعیت نہیں سمجھ سکا لیکن اسے خطرے کا ادراک ہوگیا۔ اپنے ساتھی سے ابتدائی رابطہ ہونے تک وہ شش و پنج میں مبتلا تھا کہ اپنے ساتھی کو اس بارے میں بتائے یا اس گاڑی کو غیر متعلق سمجھ کر نظر انداز کردے۔ اس تے ٹیلوں میں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کیا

Downloaded from https://paksociety.com

کہ ہر بری بھلی بات میں دونوں کو شریک ہونا چاہئے۔ اس نے دوسرے کو اپنی مادری زبان میں وہ معاملہ بتایا اور ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ اس دوران میں جلال کے آدمی نے ہدایت کے تحت اسے للکارا اور قصہ ادھورا رہ گیا۔''

''بات سمجھ میں آتی ہے۔'' اول خان سر ہلا کر بولا'' وہ یہ نہیں بتا سکا کہ اس کا ساتھی اب کہاں ملے گا۔''

''وہ بھی مزار پر پڑا ہوا تھا لیکن اب وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ میں نے جلال سے قیدی کا اپریٹس لے لیا ہے۔ کسی وقت کوشش کروں گا اس سے بات ہو سکے۔''

''اسی وقت کوشش کیوں نہیں کر لیتے؟'' اس نے متجسس لہجے میں کہا۔

''وہ بھڑک جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اپریٹس بند ہو۔ اب وہ اپنے ساتھی کی خیر خبر لینے کے لیے ایک بجے اپنا اپریٹس آن کرے گا۔ اس وقت میں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''تم اسے دھوکا دے سکتے ہو کہ تم ہی اس کے ساتھی ہو۔''

''میں قیدی کی آواز کی نقل کر سکتا ہوں مگر تلگو زبان کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ آثار بتاتے ہیں کہ وہ آپس میں اسی زبان میں بات کرتے ہیں۔ یہ فریب ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چل سکے گا۔ اسے گھیرنے کے لیے کوئی اور ہی گر آزمانا پڑے گا۔''

''وہ صدف مینشن لے جایا گیا ہے تو آئی بی والوں کا قیدی رہے گا یا اس کی ہمارے پاس منتقلی کا بھی کوئی امکان ہے؟''

''وہ وہیں رہے گا۔ جلال کی موجودگی میں مجھے وہاں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ نہ ہوتا تو قیدی کی زبان میں سوا اتارنا ممکن نہیں تھا۔''

''اس عجیب سزا کے نتائج کیا رہے، زبان بہت نرم عضو ہوتی ہے!''

''سوے کا سوراخ چھوٹا تھا جو بڑھ کر بڑے زخم میں تبدیل ہو گیا۔ اب اس کی زبان سوجی ہوئی ہے۔ اسے بولنے میں بہت دقت کا سامنا ہے۔''

''تم نے اس کا چہرہ اسیری سے پہلے ہی بگاڑ دیا تھا۔'' اول خان نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

''میں چہرے کے ساتھ اس کا دماغ بھی بگاڑنا چاہ رہا تھا۔ ابتدا میں' میں نے اسے یہ تاثر دیا تھا کہ میں کوبرا ہوں یہ کوبرا، ان لوگوں کے لیے ایک ان دیکھی شخصیت تھی' اخباروں میں بات کھل جانے کے باوجود اسے مجھ پر شبہ نہیں ہوا اور وہ مجھے سوبھراج یا کوبرا سمجھ کر لعن طعن کرنے لگا، مجھ سے چوک یہ ہوئی کہ میں نے دوسرے قیدیوں کے سامنے اسے تشدد کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا اور سنیل نے بات کھول دی۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ گرفت میں آچکا ہے کس کو بتانے جائے گا وہ کس کا قیدی ہے۔''

''یہی سوچ کر میں نے سنیل کی حرکت کو نظر انداز کر دیا۔ ویسے بھی وہ بہت ابتر حالت میں ہے۔''

ابرار ہم دونوں کے لیے چائے بنا کر لے آیا تھا۔ چائے نوشی کے درمیان میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی تو میرا دھیان ان تینوں کی طرف گیا۔ ابرار کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق انہیں گھر سے گئے ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی۔ ان کی طرف سے میری طبیعت فکر مند تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے پر مجھے خیال آیا کہ شاید ان تینوں میں سے کسی نے یہ جاننے کے لیے فون کیا ہوگا کہ اس وقت میں کہاں تھا۔

فون پر سوبھراج تھا۔ سلسلہ ملتے ہی اس نے تفکر آمیز انداز میں براہ راست اپنے مطلب کی بات چھیڑ دی'' اس وقت میں نے ایک ضروری کام کے لیے تم کو فون کیا ہے۔ میرے سامنے تمہارے سوا کوئی متبادل آدمی نہیں ہے تم میرا کام کر سکو گے؟''

''یہ کام کی نوعیت پر منحصر ہے۔'' اسے سرسری انداز میں جواب دیتے ہوئے میں اپنے اندر ایک ہیجانی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔

''شہر میں میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' وہ کہہ رہا تھا'' میں وہاں رک کر کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس لیے گاڑی وہیں چھوڑ کر عجلت میں ٹیکسی سے لوٹ آیا۔ حادثے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ میں اس واقعے کی رپورٹ کے اندراج کے بغیر پولیس کی تحویل سے گاڑی نکالنا چاہتا ہوں۔''

میرے لیے وہ ایک اہم پیش رفت تھی۔ اس گاڑی کے نمبر سے یہ سراغ لگایا جا سکتا تھا کہ ان دنوں سوبھراج نے کہاں پناہ لی ہوئی تھی۔ میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا'' گاڑی کا میک، ماڈل اور رجسٹریشن نمبر کیا ہے۔''

سوبھراج نے کالی ہنڈا اکارڈ کے وہ کوائف بلا تردد بتا دیے جو میں نے بہت تیزی سے ایک سادہ کاغذ پر لکھ لیے۔

سوبھراج کے سلسلے میں وہ اہم سراغ بہت آسانی سے

Downloaded from https://paksociety.com

ہاتھ آ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے گیری کے بعد اس کا وقت بھی پورا ہونے والا تھا۔

''تم روپوش ہو، شہر میں گاڑی میں کہاں گھومتے پھر رہے تھے؟'' کوائف مل جانے کے بعد میں نے ذرا حیرت سے پوچھا۔

''کئی دنوں سے میری ڈاڑھ میں ناقابلِ برداشت تکلیف تھی۔'' وہ بتانے لگا ''ڈاکٹر پہلے ہی اسے نکلوانے کا مشورہ دے چکے تھے مگر میں ٹال رہا تھا۔ آج ہمت جواب دے گئی تو میں مجبور ہو کر اپنے ڈینٹل سرجن کے پاس چلا گیا۔ ڈاڑھ نکلوا کر آ رہا تھا تو یہ حادثہ ہو گیا۔ ایک سفید گاڑی والا بلاوجہ مجھے سائیڈ مارتا ہوا نکل گیا۔''

''وہ بھاگ گیا تو اس معمولی حادثے کے بعد تمہیں گاڑی وہاں چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم بھی خاموشی سے اپنی گاڑی میں نکل جاتے۔''

''تم بال کی کھال نکالتے ہو۔'' اس کی چڑچڑی آواز ابھری۔ ''میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ بلاوجہ گاڑی وہاں چھوڑ کر چلا آتا' سفید گاڑی والا بھاگ گیا مگر ڈاڑھ نکلنے کی وجہ سے میرے اعصاب کشیدہ تھے۔ میں رفتار کی وجہ سے اپنی گاڑی پر قابو نہیں رکھ سکا۔ وہ سڑک کی وسطی پٹی پر ٹکرا کر دوسرے ٹریک پر چلی گئی اور انجن بند ہو گیا۔ میری گاڑی بری طرح تباہ ہوئی ہے۔ غنیمت ہے کہ میں بال بال بچ گیا۔''

''تمہاری پریشانی میرے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ تم راج محل کو بھول سکتے ہو تو تمہارے لیے اس گاڑی کی کیا حیثیت ہے۔ اسے بھی بھول جاؤ۔''

''گاڑی میری نہیں' میرے ایک دوست کی ہے۔ اسے بھی گاڑی کی پروا نہیں ہو گی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کوئی سامنے نہ آیا تو پولیس رجسٹریشن نمبر کے سہارے میرے دوست تک پہنچ جائے گی اور اسے تنگ کرے گی کہ حادثے کے بعد گاڑی کو مین روڈ پر لاوارث کیوں چھوڑ دیا گیا۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہو سکتا ہے۔ تم ان دشواریوں کو نہیں سمجھتے۔ یہ قصہ یہیں ختم ہونا ضروری ہے۔''

''تم نے کھل کر بتایا ہے تو اب بات میری سمجھ میں آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ تمہارا دوست پولیس والوں کو حادثے اور کار کو لاوارث چھوڑنے کے بارے میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے گا۔ میں اسی وقت اپنے جاننے والوں سے رابطہ کرتا ہوں اور جو کچھ ممکن ہوا کر گزروں گا۔ یہ بتاؤ کہ تھانے سے گاڑی مل جائے تو اسے کہاں پہنچانا ہو گا۔''

''میں وہ گھر جانتا ہوں۔ اس کا پتا مجھے یاد نہیں ہے رجسٹریشن کے کاغذات ڈیش بورڈ میں ہیں۔ ان سے تمہیں پورا پتا مل جائے گا۔ کوئی دشواری محسوس کرو تو وقت کی پروا کیے بغیر مجھے فون کر لینا۔ یہ کام بہت ضروری ہے۔'' مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ڈیفنس کا علاقہ ہے۔''

''تم اپنے اسی دوست کے گھر ٹھہرے ہوئے ہو؟'' میں نے جاننا چاہا۔

وہ مجھ سے زیادہ چالاک تھا۔ اس نے گول مول سا جواب دے کر مجھے ٹال دیا۔ ''تم گاڑی وہاں پہنچوا دو، میرے سر سے بوجھ اتر جائے گا۔ میرے وہاں ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں دوسرے چکروں میں بھی الجھا ہوا ہوں۔''

''سنیل کے بعد تم اپنے گمبھیر مسائل میں گھر کر بالکل تنہا رہ گئے ہو مجھ پر بھی پوری طرح اعتماد نہیں کرتے۔ مجھ سے اپنے دل کی بات کر لیا کرو۔ تمہارا بوجھ بہت ہلکا ہو جائے گا۔''

''تم نے آج مزار پر حسن اور ذکی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی؟'' چند ثانیوں کے گہرے سکوت کے بعد اس کی تفکر آمیز آواز ابھری۔ اس نے میرا سوال پھر ٹال دیا تھا۔

''وقت ہی کہاں تھا۔ کل ان کو دیکھوں گا۔'' میں نے اول خان کو آنکھ مار کر سوبھراج کو فون پر جواب دیا۔

''ذکی بہت بدتمیز اور حرام زادہ ہے۔'' میرا جواب سنتے ہی وہ پھٹ پڑا ''تھوڑی دیر پہلے اس نے مجھے فون کیا تھا وہ مجھے اپنے مسائل کا ذمے دار ٹھہرا رہا تھا۔''

''اسے کون سے مسائل درپیش ہیں؟'' میں نے سادگی سے پوچھا۔

''اسے سب سے زیادہ تکلیف اس بات کی ہے کہ اس کا مطالبہ پورا کرنے کے بجائے میں اسے ٹال رہا ہوں۔ آج اس نے یہ الزام تراشی کی ہے کہ میں ان دونوں کی مخبری کر رہا ہوں۔ جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے وہ کسی اور تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ نیو خان ہوٹل میں دو آدمیوں نے اسے گھیرنے کی کوشش کی، آج مزار کے قریب ایک فوجی گاڑی موجود تھی۔ حسن اپریٹس پر اس سے اس بارے میں بات کرتے کرتے اچانک خاموش ہو گیا۔ اسے شبہ ہے کہ اس کا ساتھی کسی بڑی مشکل سے دوچار ہو چکا ہے۔''

''میں آج کے کسی واقعے سے بالکل بے خبر ہوں۔''

''میں کہتا ہوں کہ وقت نکال کر ان دونوں کا قصہ تمام کرو۔ اس کمینے کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ مجھ پر الزام لگائے۔ یہ امکان اس کے ذہن میں کیوں آیا کہ مجھ سے فون پر کی جانے والی باتیں کہیں سنی جاتی ہیں۔ آدمی پر برا وقت آتا ہے

Downloaded From https://paksociety.com

کہ اس پر چیونٹی بھی شیر ہونے لگتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دہلی میں میری شکایت کرے گا۔ تم اس سے پہلے دونوں کو جہنم واصل کردو تاکہ ان کی واپسی اور شکایتوں کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔''

''آج کوئی واقعہ ہوا ہے تو وہ دونوں مزار سے غائب ہوگئے ہوں گے۔ انہیں تم پر شبہ ہوگیا ہے تو مجھے اپنے طور پر انہیں تلاش کرنا ہوگا۔ رفتہ رفتہ تم میرے بوجھ میں اضافہ کرتے جارہے ہو۔ تمہیں زبان دے کر میں بندھ گیا ہوں۔''

''اس شہر کے لوگوں سے میرا دل اکتا گیا ہے۔ کل تک جو لوگ دن رات میرے دسترخوان پر منڈلاتے رہتے تھے آج میرا فون سننے سے بھی بچ رہے ہیں۔ ایسی طوطا چشمی میں نے کہیں سنی نہ دیکھی ایک تم ہو جو مجھے سہارا دے رہے ہو۔''

''اس کے باوجود تم مجھ سے ملنے پر آمادہ نہیں ہو۔'' میں نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگائی۔

''ملنے کا وقت بھی آجائے گا، ہوسکتا ہے کہ ہم پاکستان سے باہر بہت بہتر اور محفوظ ماحول میں آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کی صحت کا جام تجویز کریں۔''

''کیا تم دوبارہ باہر جانے کے لیے پرتول رہے ہو؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''مسائل اسی رفتار سے بڑھتے رہے اور لوگوں نے دغابازی کا سلسلہ جاری رکھا تو مجبور ہوکر مجھے یہ قدم اٹھانا پڑے گا۔''

''تم نمک حراموں پر دھیان کیوں دیتے ہو۔ اپنی توجہ دوستوں پر مرکوز رکھو!''

''میں اتنی دیر سے یہی تو رو رہا ہوں کہ شہر میں میرے دوستوں کا کال پڑگیا ہے۔''

''اس کے باوجود ابھی تم کم از کم دو ناموں کا حوالہ دے چکے ہو۔''

''تم غلط کہہ رہے ہو۔'' اس نے سختی سے میری بات کی تردید کی ''میں نے تم سے گفتگو کے دوران ابھی تک کسی دوست کا نام نہیں لیا۔''

''میں محاورے میں بات کررہا تھا۔'' میں نے جلدی سے تصحیح کی۔ ''تم نے بے شک کوئی نام نہیں لیا لیکن دو ہمدرد شخصیات کا ذکر کرچکے ہو۔''

''مجھے یہ بھی یاد نہیں آرہا۔ تم کس کی بات کررہے ہو؟''

''شہر بلکہ ملک بھر میں سب کو علم ہے کہ تمہاری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوچکے ہیں۔ تم پر بہت گھناؤنے الزامات عائد کیے گئے ہیں اور قانونی چارہ جوئی سے پہلے تمہارا بدترین میڈیا ٹرائل ہورہا ہے.....'' میں نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرلی۔

''ہاں ہاں۔ بولتے رہو میں سن رہا ہوں۔'' اس نے بے چینی سے لقمہ دیا۔

''اور پڑھے لکھے لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی ملزم کو پناہ دینا یا اس سے تعاون کرنا قابلِ سزا ہے۔ اس کے باوجود تمہارے ایک دوست نے اپنی گاڑی تمہارے تصرف میں دی ہوئی تھی۔ دوسرا تمہارا ڈینٹل سرجن ہے جس نے پولیس کو خبر دینے کے بجائے تمہاری خراب ڈاڑھ نکال کر تمہیں واپس آنے دیا۔ اب مجھے اور نام بھی یاد آرہے ہیں۔ مدن لال نے تمہیں پناہ دی، تمہارے کاموں کے لیے اپنے بیٹے کو استعمال کیا اور دونوں کسی ایجنسی کی بے رحمانہ گرفت میں آگئے۔ اس وقت بھی تمہارے کسی خیر خواہ نے تم کو پناہ دی ہوئی ہے۔ شکوے شکایات اپنی جگہ پر ہیں مگر ابھی یہ شہر اتنا بے مہر نہیں ہوا جتنا تم سمجھ رہے ہو!''

میں نے وہ تقریر بلاسبب نہیں کی تھی۔ اس نے ملک سے چلے جانے کا ذکر کرکے مجھے فکرمند کردیا تھا۔ ملک سے باہر جانے کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر ہماری دسترس سے نکل جاتا۔ حادثے میں تباہ ہونے والی کار کے سلسلے میں میری مدد مانگ کر اس نے مجھے ایک راہ فراہم کی تھی۔ کار کے مالک پر کام شروع کرکے ہم بہت جلد سوبھراج تک پہنچ سکتے تھے۔

میری دلی خواہش تھی کہ وہ بس مزید چند دنوں کے لیے کراچی میں ٹکا رہے تاکہ ہم اس کی گردن ناپ سکیں۔ اس کے بعد کچھ بھی اس کے اختیار میں نہ رہتا۔

''تمہاری سوچ منطقی ہے۔ میں ذرا جذباتی ہوکر سوچتا ہوں۔'' اس نے تحمل سے میری پوری بات سن کر جواب دیا ''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو، ابھی یہ شہر میرے دوستوں سے خالی نہیں۔ یہ بتاؤ کہ گاڑی کے بارے میں تم مجھے کتنی دیر میں آگاہ کررہے ہو۔''

''میں کسی قسم کا کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔ بات بنی ہوئی تو دس منٹ میں بن جائے گی، کام کا آدمی ہاتھ نہ آیا تو کچھ بھی نہیں ہوسکے گا۔ یہ بتاؤ کہ حادثہ پیش آئے ہوئے کتنی دیر ہوچکی ہے اور یہ کہاں ہوا تھا۔''

''ایسی دل توڑنے والی باتیں نہ کرو، میرے لیے یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ یہ واقعہ تقریباً دو گھنٹے پہلے ایم نی خان روڈ پر مائی کلاچی کراسنگ والے ٹریفک سگنل سے کچھ پہلے پیش آیا تھا اس وقت وہاں کوئی پولیس والا نہیں تھا۔''

''دو گھنٹے پہلے کا واقعہ ہے اور تم مجھے اب بتارہے ہو!''

Downloaded from https://paksociety.com

''میرا ذہن ماؤف ہوگیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں جوں ہی ذہن میں تمہارا نام آیا' میں نے تمہیں فون کر ڈالا۔''

''چلو' میں دیکھتا ہوں کہ کیا ہوسکتا ہے۔'' یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔

اول خان کو میری باتوں سے بڑی حد تک صورت حال کا اندازہ ہوگیا تھا۔ وہ کاغذ پر لکھے ہوئے کالی ہنڈا اکارڈ کے کوائف بھی پڑھ چکا تھا۔ فون بند ہوتے ہی اس نے اپنا داہنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا ''گڈ لک..... اندازہ ہورہا ہے کہ اب کوئی راہ ملی ہے۔''

''ذکی اس سے بدظن ہوگیا ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا ''اب صحیح معنوں میں اس کے ستارے گردش میں آئے ہیں۔''

''کیا وہ باہر جانے کی بات کررہا تھا؟ اس پر تم فکرمند ہوگئے تھے۔''

''وہ بھاگ گیا تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔''

''اس کا ملک سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں آچکا ہے۔ اس نے کسی بھی ایئرپورٹ کا رخ کیا تو دھر لیا جائے گا۔''

''یہ نہ کہو' سرحدیں سیل ہیں۔ فوج اور رینجرز مامور ہیں پھر بھی راکے دو ایجنٹ ملک میں گھسنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ سب کاغذی باتیں ہوتی ہیں۔ عملی طور پر کہیں نہ کہیں کوئی خلا رہ جاتا ہے۔ وہ چمن کے راستے زاہدان کی طرف نکل سکتا ہے' طورخم سے کابل جاسکتا ہے۔ ساری ایگزٹ لسٹ دھری رہ جائے گی۔ ایران یا افغانستان سے وہ دنیا کے کسی بھی ملک کا سفر کرسکتا ہے۔ ایسے لوگ پاسپورٹ اور ویزے ہر وقت تیار رکھتے ہیں۔''

''غیر قانونی حرکتوں سے روکنا واقعی مشکل کام ہے، مجھے ایسے بیان پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ کسی کو لوٹ مار' بدعنوانی کرنے یا امن وامان خراب کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے آپ سے اجازت کیوں لیں گے۔ قانون شکن عناصر ہر ملک میں اپنی من مانی کرتے ہیں یہ اور بات ہے کہ بعد میں ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔''

اول خان اس کی گاڑی کو پیش آنے والے حادثے کی تفصیل سن کر خاصا محظوظ ہوا۔ ''اس کا رسوار کو دعائیں دو جس نے سوبھراج کو سائیڈ مارا۔ اب ایک ٹھوس سراغ سامنے آگیا ہے۔ تم کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔''

''میں کیا کروں گا۔ یہ کام تم ہی کو کرنا ہوگا۔''

اول خان نے اپنی جیبی ڈائری نکالی اور متعلقہ تھانے کا فون نمبر تلاش کرکے رابطہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگیا۔

اس وقت تھانے میں صرف محرر موجود تھا۔ افسران اپنے اپنے عملے کے ساتھ گشت پر نکلے ہوئے تھے۔ اس نے فون پر ذرا ڈپٹ کر بات کی تو اسے تھانے کے انچارج کا موبائل فون نمبر مل گیا۔

ایس ایچ او کے لیے اول خان کا سرسری تعارف کافی ثابت ہوا۔ اس رتبے کے پولیس افسران ایس ٹی ایف کی اہمیت سے آگاہ ہوتے تھے۔

گاڑی تھانے میں نہیں لائی گئی تھی۔ کرین دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام اگلی صبح تک کے لیے ملتوی کردیا گیا تھا۔ اسے سڑک کے وسط سے ہٹا کر کنارے سے ضرور لگا دیا گیا تھا۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ کالی اکارڈ والا حادثے میں زیادہ زخمی ہوگیا تھا۔ صبح تک کار کے کسی وارث کو تھانے سے رجوع کرنا چاہئے تھا۔ اس خیال سے حادثے کی ایف آئی آر کاٹی گئی تھی نہ روزنامچے میں اس کا اندراج کیا گیا تھا۔

اول خان نے وہاں سے کار اٹھوانے کا ارادہ ظاہر کیا تو تھانے دار فوری طور پر رضامند ہوگیا۔ اس نے تھانے سے رجوع کیے بغیر کار اٹھانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ اپنے علاقے میں ایک حادثے کی ذمے داری سے محفوظ ہوگیا تھا۔

''پولیس کی طرف سے معاملہ صاف ہوگیا اب کیا کرنا ہے؟'' اول خان نے پوچھا۔

''ہم میں سے کسی کو وہاں جانا ہوگا تاکہ گاڑی کے کاغذات سے نام پتا وغیرہ لیا جاسکے۔'' میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے پرتشویش لہجے میں کہا ''گیارہ بج چکے ہیں۔ مجھے پریشانی ہورہی ہے کہ یہ لوگ کہاں رہ گئے۔ اب تک انہیں لوٹ آنا چاہئے تھا۔''

''ایسے وقت میں موبائل فون کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس کم از کم ایک انسٹرومنٹ ہونا چاہئے۔''

''وہ بہت کم باہر جاتے ہیں۔ آج عجیب اتفاق ہے۔''

میری بات ادھوری رہ گئی چونکہ ہمارے گیٹ پر گاڑی رکنے کی آواز کے ساتھ ہارن سنائی دیا تھا۔

''لو شاید آگئے!'' اول خان بے ساختہ بول پڑا۔

دروازہ کھولنے کے لیے ابرار موجود تھا۔ چند لمحوں میں دونوں ہنستے مسکراتے اندر آگئے۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ وقت ہے آنے کا!'' میں نے وال کلاک پر نظر ڈال کر خفگی سے کہا' میں نے جان بوجھ کر ان میں سے کسی کو مخاطب نہیں کیا تھا۔

''دیر سویر کی بات کر رہے ہو' یہ نہیں پوچھا کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے!'' ویرا نے میرے سوال کا جواب دینے کی ذمے داری اپنے سر لے لی۔

''کیا ہوا؟'' اس بار میں نے اسی سے سوال کیا۔

''زبردست حادثہ۔'' اس نے خشک لہجے میں کہا ''پسنجر سیٹ کا پورا دروازہ پچک کر اندر گھس گیا ہے اور تم دیر سے آنے پر ملامت کر رہے ہو۔''

وہ کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ بیٹھا رہا لیکن اول خان اضطراری انداز میں گاڑی کا معائنہ کرنے چل دیا۔

''کوئی پریشانی لاحق ہوگئی تھی تو تم فون کر سکتی تھیں..... کسی کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔''

''ضرور آئی ہوگی۔ ملاقات ہوگی تو پتا چلے گا۔'' وہ آنکھیں پھرا کر بولی۔

''کیا بک رہی ہو..... کس کی بات کر رہی ہو میں تم تینوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

''خدا نے خیر کی ہے۔'' اول خان واپس آتے ہوئے بولا ''پورا دروازہ تباہ ہوگیا ہے۔ وہ مرمت کے قابل نہیں رہا ہے۔''

''دوسری گاڑی کا حشر زیادہ خراب ہوا ہے۔'' ویرا نے اول خان کو بتایا ''ٹکر کے بعد وہ الٹتے الٹتے بچی تھی۔''

''وہ اندھا تھا یا نشے میں دھت ہو کر گاڑی چلا رہا تھا؟'' اول خان کو غصہ آگیا۔

''تم کیا کہتے ہو اس کے بارے میں؟'' ویرا نے سوال میری طرف منتقل کر دیا۔

میں دیکھ رہا تھا کہ اس دوران میں غزالہ اور سلطان شاہ کے لبوں پر ہلکا سا فخر آمیز تبسم رقصاں تھا۔ مجھے شبہ ہوگیا کہ ویرا مجھے چکر دے رہی تھی۔

حادثے کے بارے میں ویرا پر غلط بیانی کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اول خان اپنی آنکھوں سے گاڑی کا تباہ ہونے والا دروازہ دیکھ آیا تھا۔ میں الجھن میں پڑ گیا کہ ویرا کو کیا جواب دوں۔ اس وقت تک میرا ذہن ایک لمحے کے لیے بھی سوبھراج کی طرف نہیں گیا تھا۔

''مجھے ویرا کی کہانی میں کوئی شرارت کارفرما نظر آرہی ہے۔'' میں نے غزالہ سے مخاطب ہو کر کہا ''تم بتاؤ کہ اصل قصہ کیا تھا۔''

''خبردار!'' ویرا نے پلٹ کر تادیب کی۔'' تم نے زبان کھولی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ ذرا ان دونوں کے ذہنوں پر کچھ بوجھ پڑنے دو۔''

''تم لوگ گاڑی کو خاصا نقصان پہنچا کر آئے ہو۔ یہ فخر کی بات نہیں ہے۔'' اول خان نے ویرا کو سمجھایا ''ہوسکتا ہے کہ تمہاری کوئی غلطی نہ ہو۔ تم پورا واقعہ کیوں نہیں بتا دیتیں۔''

''نقصان کی ساری ذمے داری سلطان شاہ کی ہے۔ گاڑی یہی چلا رہا تھا۔'' ویرا نے برجستہ جواب دیا ''مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے۔ میں کسی اور کو جھوٹا الزام نہیں دوں گی۔''

''تم کسے سمجھا رہے ہو'' میں نے اول خان سے کہا ''ان چکروں میں نہ پڑو اور یہ بتاؤ کہ اس کی گاڑی کے لیے کرین کے بندوبست میں کتنی دیر لگے گی۔''

میری زبان سے گاڑی اور کرین کا ذکر سن کر ویرا چونکی اور معنی خیز نظروں سے باری باری غزالہ اور سلطان شاہ کی طرف دیکھنے کے بعد بولی ''تم کس کی گاڑی کے لیے کرین کا بندوبست کر رہے ہو؟''

میرے جی میں آئی کہ میں بھی اسے کچھ نہ بتاؤں لیکن وہ واقعہ اتنا اہم تھا کہ اسے زیادہ دیر تک ان تینوں سے نہیں چھپایا جا سکتا تھا۔ میں کچھ دیر بعد کامیابی کی اطلاع دینے کے لیے سوبھراج کو فون کرتا تو انہیں از خود ہر بات معلوم ہو جاتی۔

''آج تمہارے اور سوبھراج کے ستارے خاصی حد تک مل رہے ہیں۔ وہ بھی بہت بری طرح اپنی گاڑی لڑا بیٹھا ہے'' میں نے سکون سے بتایا۔

''تمہیں کیسے پتا چلا؟'' میرے جواب پر ویرا ہکا بکا رہ گئی تھی۔

''تھوڑی دیر پہلے اس نے گاڑی کی بازیابی کے لیے مجھے فون کیا تھا۔''

''سلطان شاہ نے اسی کی گاڑی کو سائیڈ مارا تھا'' وہ پرزور لہجے میں بولی ''میں نے اسے بیچ گلگزری ہوٹل کے سامنے والی کمرشل عمارت سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہم نے اس کا پیچھا کیا اور سائیڈ مار کر آگے نکل گئے۔ ہم نے تمہارے لیے کار کا نمبر لے لیا تھا۔''

''اسے احتیاط سے اپنے پاس رکھ لو۔ چاہو تو موم جامہ کرا لو۔ سوبھراج نے ہر بات بتا دی ہے۔ شاید وہ تمہیں نہیں دیکھ سکا۔ وہ اس واقعے کو ایک حادثہ ہی سمجھ رہا ہے۔''

اول خان نے اٹھ کر سلطان شاہ کو گرم جوشی سے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بولا ''آج تم نے کمال کر دیا۔ تمہارے کارنامے کی وجہ سے آج سوبھراج ہمارے قدموں میں آگرا ہے۔ قسمت نے ساتھ دیا تو وہ بہت جلد زنداں کی سلاخوں کے پیچھے نظر آئے گا۔''

''میں صرف ایک بات سمجھ سکا ہوں کہ سوبھراج نے اپنی چھوڑی ہوئی گاڑی کی واپسی کے لیے ڈینی سے رابطہ کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

ہے'' سلطان شاہ نے کہا ''یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اس کی تہ میں کیا رازِ پوشیدہ ہے؟''

ویرا نے آتے ہی تجسس اور اضطراب کی جو فضا پیدا کردی تھی' اس کے ردِعمل میں میری طرف سے سرد مہری کا مظاہرہ فطری تھا۔ وہ جمود ٹوٹتے ہی ہم پانچوں کے درمیان پورے زور وشور سے تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

ان تینوں کے پاس اپنی کامیابی کی ایک قابلِ فخر کہانی موجود تھی۔ میں بھی اپنی مہم سے ناکام نہیں لوٹا تھا۔ وہ الگ الگ واقعات معلوم ہوتے تھے لیکن درحقیقت ایک ہی لڑی سے وابستہ تھے اور ہماری مشترکہ کوششوں سے اس الجھی ہوئی گتھی کا سرا ملنے کی امید پیدا ہو چلی تھی۔

''یہ اچھا ہوا کہ گیری جہنم واصل ہوگیا'' اس کا انجام سن کر ویرا بے ساختہ بولی ''خس کم جہاں پاک۔ وہ پینا گون سے اپنی وابستگی کی بنا پر خود کو دوسروں سے برتر سمجھتا تھا۔ آج اس کا زعم خاک میں مل گیا۔''

''دیکھنا یہ ہے کہ اس کی جگہ کون لیتا ہے؟'' غزالہ پرخیال انداز میں بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ کچھ دنوں تک کوئی نیا آدمی نہ آئے۔ اس نے اومان جانے سے پہلے بتایا تھا کہ ٹام عارضی طور پر اس کی جگہ لے گا۔ کچھ عرصے تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا ہوا نظر آرہا ہے۔ ٹام دوسروں کے مقابلے میں تند خو اور سخت گیر معلوم ہوتا ہے'' میں نے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہو لیکن اس طرح گاڑی نہیں چل سکے گی۔ نک اور گیری یہاں ایف بی آئی کے نمائندے تھے۔ ٹام سی آئی اے کی نمائندگی کرتا ہے۔ دونوں اداروں کے ملازم ایک دوسرے کے دوست ہیں لیکن پالیسیوں میں اختلاف ہے۔ سی آئی اے والے اپنے ڈائریکٹر کی وجہ سے ہر وقاتی ادارے کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں'' ویرا نے اس بارے میں اپنی جامع معلومات کا اظہار کیا۔

''یہ ان کے اپنے بکھیڑے ہیں۔ وہ ٹام کو یہاں رکھیں یا دہلی سے ایڈی ہاک کو لے آئیں۔ بار بار آدمی بدلنے سے ان کی حرکتوں کا تسلسل ٹوٹے گا۔ یہ ہمارے لیے سودمند ہے۔''

''تم سب کی کارگزاریاں سن کر مجھے رشک آرہا ہے'' اول خان نے سنجیدگی سے کہا ''تم نے جلال کے ساتھ مل کر چارلی کو اپنے چوہے دان میں پھانس لیا۔ لڑکیاں ڈنر کے لیے نکلیں تو انہیں سوبھراج ٹکرا گیا۔ میں آج کل بالکل بے کار بیٹھا ہوا ہوں۔''

''فکر نہ کرو۔ سوبھراج کی گاڑی تم ہی پہنچاؤ گے'' میں نے اسے کام یاد دلایا۔

''تمہارا کیا اندازہ ہے' سوبھراج وہاں موجود ہوگا؟'' اول خان نے پوچھا۔

''مشکل ہے۔ وہ لومڑی کی طرح چالاک ہے۔ وہ وہیں رہ رہا ہے تب بھی اس وقت وہاں سے سرک جائے گا۔ دیکھتا ہوں کہ فون پر اس سے کس ڈھب سے بات ہوتی ہے۔''

''تم نے کہا اور میں نے سن لیا لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تھانے دار کو فون کرکے گاڑی چھڑانے کی بات اور تھی' جب تک جنرل کی طرف سے گرین سگنل نہیں مل جاتا' میں عملی طور پر تمہارا ہاتھ نہیں بٹا سکوں گا۔''

''تم مجبور ہو تو میں خود اس معاملے کو دیکھوں گا۔ راج محل کے عملے نے مجھے کرنل داور کے روپ میں دیکھا ہوا تھا۔ سوبھراج سے آج تک کسی بھی روپ میں آمنا سامنا ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ آج میں ڈینی کا ہرکارہ بن کر چلا جاؤں گا۔''

''تمہیں یہ خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں' میں تر و تازہ ہوں۔ چاہو گے تو گاڑی پہنچانے کے لیے میں چلا جاؤں گا۔''

''اسے فون کرلو'' اول خان نے مشورہ دیا ''وہ تمہارے انتظار میں بیٹھا سوکھ رہا ہوگا۔''

''سوکھنے دو۔ تھانے سے ایسی گاڑی چھڑانا آسان کام نہیں ہے۔ بھاگ دوڑ اور رابطوں میں وقت لگتا ہے'' میں نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''یہ یاد رکھنا کہ ایک بجے ذکی یا الفا سے رابطے کی کوشش بھی کرنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سوبھراج کی گاڑی کے چکر میں وہ موقع ضائع ہوجائے'' اول خان نے بتایا۔

''یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی'' میں نے ممنونیت سے کہا ''اب ایک بجے کا دھیان رکھوں گا۔ گاڑی کے لیے سوبھراج اپنی رات کالی کرسکتا ہے۔''

مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ کالی اکارڈ اسی ڈینٹل سرجن کی تھی جو بیچ گلزری ہوٹل کے سامنے والی کمرشل بلڈنگ میں بیٹھتا تھا۔ شاید سوبھراج کو اسی نے اپنے گھر میں پناہ دی ہوئی تھی۔ اس کے گھر پر ڈاڑھ نکالنے کے اوزار نہیں رہے ہوں گے۔ جڑ ٹوٹ جانے کی صورت میں فوری طور پر ہلکی پھلکی سرجری کی نوبت بھی آسکتی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے اپنی گاڑی میں کلینک آنے کا مشورہ دے ڈالا جو اس وقت اس کے گلے پڑا ہوا تھا۔

میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا ذہنی ورزش کرتا رہا۔ وہ سب باہر سے شکم سیر اور تازہ دم ہوکر آئے تھے اس لیے بے

Downloaded from https://paksociety.com

تکان اس دن کے واقعات پر بحث و تمحیص کیے جا رہے تھے۔

آخر کار میں نے سوبھراج کو فون کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے مجھ سے کھل کر اعتراف کر لیا تھا کہ اس کے لیے گاڑی کی واپسی کا مسئلہ سوہان روح بنا ہوا تھا۔

''تمہارا کام ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں دس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں جو میں نے تمہاری اجازت کے بغیر ادا کر دیے ہیں۔'' اس کی آواز سنتے ہی میں نے وہ تفصیل بتا کر اس کے سر کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کی۔

''تم نے بہت اچھا کیا۔ تم عقل مند آدمی ہو۔ اس وقت گاڑی کی واپسی دس بیس ہزار روپے سے زیادہ اہم ہے۔ گاڑی لانے والے کو یہ رقم دے دی جائے گی'' اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ خبر اس کے لیے سکون کا باعث بنی تھی۔

''مجھے رقم کی پروا نہیں ہے۔ میری ایک شام کی محفل کا خرچ تیس چالیس ہزار کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ تمہارے لیے میں دس ہزار قربان کر سکتا ہوں'' سوبھراج کے لیے میرا نام ایک محبِ وطن بدمعاش کی حیثیت رکھتا تھا جسے برقرار رکھنے کے لیے اس قسم کی کچھ عامیانہ گفتگو ضروری تھی۔ ''تھانے دار نے ڈیڑھ بجے بلایا ہے۔ وہ کرین سے گاڑی لے کر سیدھا تمہارے ٹھکانے پر پہنچے گا۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ میرا ٹھکانا نہیں ہے'' وہ اس معاملے میں بہت حساس ہو رہا تھا۔ ''ویسے میں کوشش کروں گا کہ تمہارے آدمی سے مل لوں۔ دس ہزار کے ساتھ اسے کچھ انعام بھی مل جائے گا تو اسے خوشی ہو گی۔''

''یہ تمہاری مرضی ہے۔ کچھ نہیں دو گے تب بھی اسے شکایت نہیں ہو گی'' میں نے بے پروائی سے کہا ''وہ گاڑی چھوڑ کر چلا آئے گا۔''

میں چاہتے ہوئے بھی اس کی آمد کے امکان پر کوئی بات کرنے کا موقع نہ نکال سکا۔ مگر وہ خود ہی اس موضوع پر آ گیا۔

''رقم کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید میں ادھر نہ آتا۔ اب کوشش کروں گا کہ پہنچ جاؤں۔ اپنے آدمی سے کہہ دینا کہ وہ کسی سے کوئی مطالبہ نہ کرے۔ میں پہنچ گیا تو خاموشی سے اسے رقم دے دوں گا ورنہ تمہارا حساب مجھ پر باقی رہے گا۔ کسی اور کو اس کی بھنک نہیں ملنی چاہیے۔''

''رقم کے لیے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔'' میں نے رقم کا شوشا اسے مرعوب کرنے کے لیے چھوڑا تھا اور ساری بات میں الجھتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہارا یہ احسان بہت ہے کہ کسی چکر کے بغیر گاڑی واپس مل رہی ہے۔ جو خرچ ہوا ہے وہ میری ذمے داری ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میرے دوست پر مزید کوئی مالی بار پڑے۔ اکارڈ بڑی گاڑی ہے۔ اس کی مرمت پر بہت بھاری لاگت آئے گی مگر وہ مجھ سے ایک پیسا نہیں لے گا۔''

''تم حساب کتاب پر اتنا زور دے رہے ہو تو پھر آج ہی حساب برابر کر دینا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسے ایسے مہربانوں کے ہوتے ہوئے بھی تم کراچی والوں کی بے وفائی کا شکوہ کر رہے تھے۔''

''اب ان باتوں کو بھول جاؤ۔ اس وقت شاید میں زیادہ جذباتی ہو گیا تھا۔'' اس نے میری بات کے پہلے حصے کا جواب نہیں دیا۔

''تو کیا میں سمجھ لوں کہ تم نے ملک چھوڑنے کا ارادہ منسوخ کر دیا ہے؟''

''اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل میرے ستارے گردش میں آئے ہوئے ہیں۔ پنڈت اور کاہن کہتے ہیں کہ سمندر پار کر لیا جائے تو مقدر کی ساری نحوستیں دور ہو جاتی ہیں'' مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اپنی روشن خیالی اور آزاد روی کی باوجود وہ عام ہندوؤں کی طرح اوہام پرست تھا۔

''تمہارے کسی پنڈت نے یہ نہیں بتایا کہ آدمی سمندر

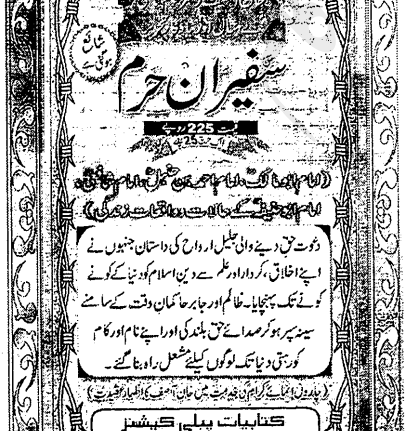

Downloaded from https://paksociety.com

میں غرق ہو جائے تو ذرا سی دیر میں اس کے سارے دلدر دور ہو جاتے ہیں۔''

''اوہو..... تم میری بات سے چڑ گئے۔ یہ پنڈت اور پجاری اپنے تجربے سے گر کی باتیں بتاتے ہیں۔ مجھے ان کی سچائی کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

''میں بھی تجربے کی بات کر رہا تھا۔ تمہاری بددعائیں گیری کو کھا گئیں۔ افواہیں ہیں کہ اس کو لے جانے والی ائرایمبولینس مسقط کے قریب سمندر میں گر کر تباہ ہو گئی۔ سمندر میں غرق ہوتے ہی وہ تمہارے خوف سے آزاد ہو گیا۔''

''تمہارے منہ میں گھی شکر..... کاش ایسا ہی ہوا ہو''

اس کی آواز سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا ''مجھے قلق رہے گا کہ ہم دونوں مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ دو بازاری لٹیرے اس کا حلیہ بگاڑ کر چلے گئے۔''

''تم بات نہیں سمجھے۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ اس کے ستارے بھی گردش میں آئے ہوئے تھے۔ وہ سمندر پار جا رہا تھا اور سمندر ہی کی نذر ہو گیا۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور مرے ہیں۔ سمندر پار کا سفر ہر ایک کو ہمیشہ راس نہیں آتا۔''

''افواہوں کی دھند چھٹے گی تو پتا چلے گا کہ کیا ہوا تھا۔ یہ کوئی تخریب کاری بھی ہو سکتی ہے۔ آج کل یمن سے اومان تک کے ساحلی علاقوں میں مذہبی انتہا پسندوں کا زور ہے۔ امریکا سے نفرت کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے جہاز مار گرایا ہو'' اس نے میری بات کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔

''اگر گیری مر چکا ہے تو میں کچھ دنوں کے لیے آرام سے کراچی میں رہ سکتا ہوں'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا ''میں دوسروں سے آسانی سے نمٹ سکتا ہوں لیکن ایف بی آئی والے درندوں سے میں خائف تھا۔ اب انہیں سنبھلنے کے لیے خاصا وقت درکار ہو گا۔ میں یک سو ہو کر اپنے دوسرے معاملات پر توجہ دے سکوں گا۔''

''میں نے کچھ دیر پہلے تم سے آج کا حساب آج ہی برابر کر دینے کے لیے کہا تھا۔ تم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا'' اس بار میں نے ذرا سرد مہری سے کہا۔

''میں نے تمہاری بات سن لی تھی۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔ کسی وجہ سے نہ آ سکا تو تمہارا مقروض رہوں گا۔ اپنا پتا بتا دو تو منی آرڈر بھجوا دوں گا۔''

میں اس کی آمد کی اس سے زیادہ یقین دہانی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے منی آرڈر بھجوانے کے بہانے میرے ٹھکانے کا سراغ حاصل کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ میں نے مسکت لہجے میں کہا ''منی آرڈر ضائع ہو جائے گا۔ خطرناک دشمنیوں کی وجہ سے میں ٹھکانے بدلتا رہتا ہوں اسی لیے موبائل فون کے علاوہ میرا کوئی اور مستقل فون نمبر نہیں ہے۔ ادھر آؤ تو یہ دھیان میں رکھنا کہ میرا آدمی ڈھائی تین بجے سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکے گا۔''

''او کے ڈینی! میں تہ دل سے تمہارا ممنون ہوں۔ میری وجہ سے تمہاری یہ رات کالی ہو گی۔''

میں نے ایک ہلکا سا استہزائی قہقہہ لگا کر کہا ''میں ان چکروں میں نہیں پڑتا۔ ابھی لمبی تان کر سو جاؤں گا۔ میرا آدمی تمہاری گاڑی کا کام نمٹا لے گا۔''

گفتگو ختم ہو گئی!

''کیا ارادہ ہے تمہارا؟'' اول خان نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیرے سے سوال کیا۔

''وہ وہیں ہے۔ نہیں ہے تو وہاں ضرور آئے گا۔ مجھے تذبذب میں رکھنے کے لیے وہ بے یقینی کی باتیں کر رہا تھا۔ میں اپنا آدمی بن کر خود گاڑی پہنچانے جاؤں گا۔''

''تنہا؟'' اول خان نے حیرت سے یک لفظی سوال کیا۔

''کسی اور کے شامل ہونے سے کھیل بگڑ جائے۔ تم ویسے ہی مجبور ہو۔ جنرل کے اشارے کے بغیر فعال نہیں ہو سکتے۔ جلال اپنی تازہ ترین رپورٹ کے ساتھ اسلام آباد چلا گیا ہو گا۔ وہاں چارلی کے بیان کی روشنی میں فوری اقدامات ضروری ہو گئے ہیں۔''

میرا جواب سن کر ہر چہرے پر فکر و تشویش کے سائے پھیل گئے۔ ویرا کی ساری شوخی اور خوش مزاجی رخصت ہو چکی تھی۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے کمزور آواز میں کہا ''یہ صریحاً خودکشی ہو گی۔ میں تمہیں اس خطرناک ایڈونچر کا مشورہ نہیں دوں گی۔''

وہ بھول رہی تھی کہ جاں گسل معرکہ آرائیوں میں سوبھراج سے ایک بار بھی میرا سامنا ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ وہ مسلسل روپوش تھا۔ اگر اس سے ٹکراؤ ہونے کے ففٹی ففٹی امکانات بھی تھے تو میں وہ موقع ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ وہ سوبھراج سے میرے براہِ راست تصادم کی رات تھی۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کولانگ نوامی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹار نامی صیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹار زوار امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے گیپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسرگرم عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈ نیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوبھراج تھا۔ ویرا نے کافی تیاریوں کے ساتھ سوبھراج کا انٹرویو لینے اس کے گھر پہنچ گئی جہاں وہ اس کے لیے جال بچھائے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے طے شدہ وقت کے مطابق سوبھراج کو فون کیا تو اس نے مغلظات کے ساتھ مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے بتایا کہ ویرا اس کی قید میں تھی۔ اب ہمارے لیے ویرا کی رہائی سب سے اہم تھی۔ ویرا اور ہمارے ستاروں نے یاوری کی اور ویرا ہماری مدد کے باعث سوبھراج کی قید سے آزاد ہو گئی۔ اس کے بعد سوبھراج نے ملک سے راہ فرار اختیار کر لی۔ میں نے دہری چال چلنے کا فیصلہ کیا اور کرنل داور کے روپ میں ملک بادوے سے بات کر کے اپنی قیمت سوبھراج کی صورت میں طلب کر لی۔ میری اس خواہش پر ملک بادوے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے اسے اکسایا کہ ڈیٹی کو حاصل کرنے کے لیے وہ قیمت بہت کم تھی۔ اس نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اسی اثنا میں اول خان کو سوبھراج سے درپردہ رہنے کا حکم مل گیا کیونکہ اس نے ایس ٹی ایف کے خلاف باقاعدہ شکایت ریکارڈ کروا دی تھی۔ میں اس شکایت کے ازالے کے سلسلے میں راج محل پہنچ گیا۔ میری ملاقات سوبھراج کے سیکریٹری سنیل سے ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہی ارجن کا قاتل ہو سکتا تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوبھراج نے کروایا تھا۔ ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف میں امریکیوں کو مسلسل سوبھراج کے خلاف اکساتا رہا۔ سوبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل نہیں اور اس کا بانکا نہ شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت تک نے کرنل داور سے ملنے کی خواہش کی وہ میرے اس روپ میں مجھے اپنے ایک آفیسر سے ملوانا چاہتا تھا۔ میں مکمل تیاری کے ہمراہ بوٹ بیسن پہنچ گیا۔ ہمارے درمیان قدرے خوشگوار فضا میں گفتگو جاری تھی کہ اچانک تک کے افسر نے اپنا ریوالور میری پشت سے لگا دیا۔ اس کی وہ حرکت قطعاً غیر متوقع تھی تاہم اسی وقت ایس ٹی ایف کے جوانوں نے اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ تک کے بقول اس کا افسر ڈیٹی کے معاملے پر حتمی گفتگو کرنے آیا تھا۔ ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس سے میرے وعدے کا پاس نہ رکھتے ہوئے سوبھراج کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میری وضاحت پر بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے بتایا کہ سوبھراج زخمی ہو کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ یہ اطلاع خاصی سنسنی خیز تھی کہ سوبھراج اس قاتلانہ حملے میں زندہ بچ گیا تھا۔ ہم اس کے مکمل خاتمے کے بارے میں قطعی اندھیرے میں تھے پھر ویرا نے نکتہ اٹھایا کہ وہ یقیناً اپنے سیکریٹری سنیل کے گھر گیا ہوگا جہاں اس کی خوب روبیوی اس کے زخمی اٹھانے کو تیار ہوگی۔ میں نے سیٹلائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ تک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اپنے موجودہ ٹھکانے سے تک کو آگاہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے رائے دی کہ وہ اگر اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہتا ہے تو وہ فوری طور پر اپنی رہائش تبدیل کر لے مجھے امید تھی کہ تک اس پر دوسرا حملہ ضرور کروائے گا۔ اسی دوران تک نے کرنل داور سے رابطہ کیا اور ڈیٹی کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگا۔ سوبھراج پر دوسرے قاتلانہ حملے کی ناکامی پر وہ جھنجلایا ہوا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کرنل داور اور ڈیٹی دونوں ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس کی یہ سوچ اضطراری تھی جس پر بعد میں اس نے خود معذرت کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک بار پھر سوبھراج پر حملہ کرایا تھا مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ جلال کو سوبھراج کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے سوبھراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی رہنا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے خلاف کارروائیوں کا مرکزی کردار تک کی ذات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شہر میں امن وامان کے مسائل بھی کھڑے کرنے چاہ رہا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اسی وقت امریکیوں نے سوبھراج کی تلاش کے لیے معاونت کی پیش کش کی۔ جلال اس پیش کش سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں امریکیوں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کروں اور اس پیش کش کو مسترد کر دوں۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے کسی زخمی شیر کی کچھار میں بھیجا جا رہا ہو مگر میں اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے جلال کے ہمراہ اس اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تک بھی موجود تھا۔ اسی نے انکشاف کیا کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سوبھراج نے تک کو ٹھکانے لگوانے کے اپنے ارادے پر عمل شروع کر دیا تھا۔ اجلاس حسب توقع ناکام ثابت ہوا۔ واپسی پر اول خان نے بتایا کہ ایس ٹی ایف کے جوانوں نے تک پر گولی چلانے والے کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس مجرم سے ملاقات کی اور تفتیش کے دوران اس نے اپنا نام شیرول بتایا اس کے مطابق وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اسے ٹیلی فون پر ہدایات ملتی تھیں۔ میں نے اس کا دھوراکام مکمل کرنے کے لیے آزاد کر دیا یوں تک اپنے فلیٹ میں مارا گیا جب کہ اس کا ساتھی شام زخمی ہو گیا۔ اسی دوران سوبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث بنی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سلمیٰ اور جہانگیر کی

Downloaded from https://paksociety.com

ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کر۔ نر میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اب سوبھراج کے غبارے کی ہوا نکل چکی تھی دوسری طرف تک کی موت کو ذہنی کے کھاتے میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ بات سوبھراج کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ دو دشمن باہم برسرِ پیکار تھے اور ہم لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران امریکی قونصلیٹ کے گیری نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا اور اس کے بعد سلطان شاہ نے اطلاع دی کہ ایک مشتبہ کار میں دو امریکی ہمارے گھر کے اطراف میں منڈلا رہے ہیں۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ گیری نے مجھ سے ملاقات کے دوران میں کار میں کوئی چیپ چھوڑ دیا ہوگا اور اب وہ کرنل داور کا پتا ٹھکانا ڈھونڈتے ہوئے ان اطراف میں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے۔ میں کار سمیت گھر سے نکل گیا اور ذرا سی تلاش کے بعد ایک چیپ مجھے مل گیا جسے سلطان شاہ کی تجویز کے مطابق مال گاڑی کے ڈبے میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے گیری سے دو ٹوک بات کی اور وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ اسی دوران میں ویرا نے شیر دل کی بیوہ سے ملاقات کی ٹھانی اور اس سے ملنے چل دی۔ سلطان شاہ نے اس علاقے سے اس کا پتا معلوم کیا اور ویرا اس کے گھر پہنچ گئی۔ یہ ملاقات خاصی سود مند رہی وہاں سے ہمیں ایک ٹیلی فون نمبر مل گیا جو ایک سرکاری افسر کا تھا۔ ہم اس سرکاری نمبر اور سوبھراج کے درمیان تعلق پر سوچ بچار میں مصروف تھے کہ مجھے سنیل کی خوبرو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ میں اسے اسٹیشن نور لے جانا چاہتا تھا مگر وہاں سے بتایا گیا کہ ایس ٹی ایف کی تمام ہر گرمیاں معطل کر دی گئی ہیں۔ ناچار میں نے صدف مینشن کا رخ کیا جہاں آئی بی کے اہلکاروں کے ساتھ سنیل سے گفتگو کی گئی۔ اس سے سوبھراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مارا مگر سوبھراج اپنی ذہانت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے بیرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس ٹی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران اسٹیشن فورس کی حدود میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوبھراج نے بتایا کہ را کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ ان کے علاوہ سوبھراج نے مجھے پیش کش کی کہ اگر میں گیری ہارٹ کو شکار کر سکوں تو وہ مجھے پانچ لاکھ روپے کا انعام دے گا۔ اس کے مطابق وہ فرنچ بیچ پر اس سے ملنے آ رہا تھا مجھے محسوس ہوا کہ وہاں گیری ہارٹ کو سبق سکھایا جا سکتا ہے۔ اس مہم پر میں اور سلطان شاہ گئے اور جب وہ فرنچ بیچ سے واپس لوٹ رہا تھا ہم نے اس کی خاصی مرمت کر ڈالی۔ اس معرکے میں اس کا ڈرائیور کام آ گیا اور خود گیری ہارٹ شدید زخمی ہوا۔ اس کے بعد گیری ہارٹ کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ نئی حالت میں عمان کی طرف عازمِ پرواز تھا کہ اس کا جہاز بحیرہ عرب میں گر کر تباہ ہو گیا۔ اب ہماری تمام تر توجہ بھارت سے آنے والے دونوں ایجنٹوں پر مرکوز تھی۔ سوبھراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی اسٹیشن گاڑیوں کے ذریعے ان علاقے میں پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جام مسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوبھراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی۔ وہ اس گاڑی کے لیے بے چین تھا اور میں وہ گاڑی اسے خود پہنچانے جانا چاہتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ سوبھراج سے میرا ٹکراؤ ہونے والا ہے۔

اب آپ قسط نمبر 237 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

میں نے فیصلہ کن لہجے میں ان چاروں کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔ سب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے سے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

میرے فیصلے پر اول خان کے یک لفظی سوال اور ویرا کے کمزور مشورے کے بعد کمرے کی فضا پر گمبھیر سی خاموشی طاری ہو چکی تھی۔ ان میں ہر ایک اپنی جگہ پر فکر مند اور تشویش زدہ نظر آ رہا تھا لیکن سب کی زبانیں بند تھیں۔ اس رات درپیش مہم کو خوش اسلوبی سے نمٹانے کے لیے کسی کے پاس کوئی ایسی متبادل تجویز نہیں تھی جس پر عمل کر کے سوبھراج تک رسائی کا کوئی بے ضرر راستہ تلاش کیا جا سکتا۔

''تم میری بات پر غور کیوں نہیں کر رہے؟'' آخر کار سلطان شاہ نے اس بوجھل سکوت کو توڑتے ہوئے احتجاجی لہجے میں کہا ''میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں یہ خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں میں تر دتازہ ہوں۔ گاڑی میں لے جاؤں گا.....''

غزالہ نے اس کی بات کاٹ دی ''تمہارا جانا مناسب نہیں ہے اس قضیے کی ابتدا تم سے ہوئی تھی سب سے پہلے تم ویرا کو لے کر راج محل گئے تھے اور ویرا وہاں پھنس گئی تھی۔''

''میں ڈرائیور بن کر اس کے ساتھ گیا تھا اور راج محل.... کے باہر رک کر اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا تھا۔ مجھے راج محل کے ملازموں نے ضرور دیکھا تھا مگر سوبھراج سے میرا سامنا نہیں ہوا تھا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ مجھے نہیں پہچان سکے گا۔''

''میں تمہاری پیشکش اور فکر مندی کی قدر کرتا ہوں۔'' میں نے سلطان شاہ سے کہا ''مسئلہ صرف گاڑی پہنچانے کا نہیں ہے یہ کام کرین والا بھی کر سکتا ہے۔ اسے پتا دے دیا جائے تو وہ اپنے کسی ساتھی کی مدد سے گاڑی وہاں پہنچا دے گا۔ اصل مسئلہ سوبھراج کا ہے اگر وہ وہاں موجود ہوا تو اسے گھیرنے کے لیے فوری طور پر فیصلہ کرنا ہوگا۔''

''اس میں کیا پریشانی ہے۔'' سلطان شاہ نے فوری طور پر جواب دیا ''وہ نظر آ گیا تو اسے ہر قیمت پر زندہ یا مردہ حالت میں پکڑنا ہوگا۔ وہاں اس کا سایہ بھی نظر آ گیا تو میں اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کے لیے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔''

سلطان شاہ کی دلیل میں وزن تھا لیکن میں اس سے اپنے دل کی بات کھل کر نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ بہت بے جگر اور دلیر شخص تھا لیکن مکاری اور چالاکی کے معاملے میں وہ سوبھراج کا پاسنگ بھی نہیں تھا۔ وہ

Downloaded from https://paksociety.com

لڑبھڑ کر سوبھراج کو زیر کرنے کی پوری اہلیت رکھتا تھا لیکن عیاری میں اس سے آسانی سے مار کھا سکتا تھا۔

مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف بہت بڑی کامیابیاں نصیب ہوتی رہی تھیں لیکن مجھے اپنے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں تھی میں اپنی دانست میں ہمیشہ چاروں کھونٹ چوکس رہتا تھا مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں اندازے کی کوئی غلطی نقصان کا سبب بن جاتی تھی۔

نیو خان ہوٹل سے چارلی عرف حسن کا فرار زیادہ پرانا واقعہ نہیں تھا۔ میں نے اپنی دانست میں اسے پوری طرح گھیر لیا تھا مگر وہ مجھے اور سلطان شاہ کو جل دے کر مکھن میں سے بال کی طرح صاف نکل گیا تھا سڑک پر بھاگتے ہوئے اوندھے منہ گرنے کے سبب میری ہتھیلیوں میں آنے والی خراشیں زیادہ گہری نہیں تھیں لیکن ان کی سوزش کے باعث وہ واقعہ بار بار ایک کسک بن کر میرے ذہن میں ڈنک سے مارتا رہتا تھا۔

پھر بھی میرا خیال تھا کہ میں سلطان شاہ کے مقابلے میں زیادہ بہتر انداز میں سوبھراج کا سامنا کر سکتا تھا۔ میں نے اس نکتے پر سلطان شاہ کو قائل کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے یکا یک وہ موضوع ہی تبدیل کر دیا۔

''فی الحال یہ قصہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے!'' میں نے سنجیدگی سے کہا'' اس سے پہلے الفا کا معاملہ درپیش ہے۔ چارلی سے اس کا رابطہ اچانک ٹوٹا تھا۔ وہ اس کے بارے میں پریشان ہوگا اور وہ ایک بجے اپنا اپریٹس آن کر کے اس کی خیریت جاننے کے لیے بے تاب ہو رہا ہوگا۔''

''کچھ دیر پہلے تم نے دوسرا فلسفہ بگھارا تھا۔'' ویرا نے مجھے ٹوکا'' تم کہہ رہے تھے کہ سیکرٹ ایجنٹ بنی کے یار ہوتے ہیں.....''

میں نے ویرا کی بات درمیان سے اچک لی اور کہا'' جب تک اسے چارلی کے انجام کا علم نہیں ہو جاتا وہ اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ ایک بار اسے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن کی قید میں چلا گیا ہے تو وہ اسے بھول بھال کر اپنا کام شروع کر دے گا۔''

''چارلی کا اپریٹس تمہارے قبضے میں ہے۔ وہ دونوں آپس میں کسی نامانوس زبان میں باتیں کرتے ہیں تم اسے کس طرح مطمئن کرو گے.....اس سے کیا کہو گے؟''

''مجھے یہی سب سوچنا ہے۔ اس کے لیے ذہنی یکسوئی درکار ہے۔'' میں نے دزدیدہ نظروں سے سلطان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا'' یہاں یہ بحث ہو رہی ہے کہ سوبھراج کی تباہ حال گاڑی پہنچانے کے لیے کون جائے گا۔''

''تم ایسے بہانوں سے بات بدلتے ہو کہ سامنے والے کو لاجواب کر دیتے ہو۔'' ویرا خشک لہجے میں بولی'' اب کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ جو چاہو سوچتے رہو۔ زیادہ یکسوئی کی ضرورت محسوس کر رہے ہو تو غزالہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں جا سکتے ہو۔ کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔''

غزالہ ایک خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ ویرا کی وہ چوٹ سہہ گئی۔ اس کی بڑائی یہی تھی کہ وہ چھوٹی موٹی باتوں پر ویرا سے نہیں الجھتی تھی۔ یہ نکتہ ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتا تھا کہ ویرا نے ہم لوگوں کی رفاقت اور ہمارے وطن کے مفادات کے لیے اپنا سب کچھ تج دیا تھا اور امریکا کو خیر باد کہہ کر پاکستان میں بس گئی تھی جہاں اسے کھلی آزادیاں میسر تھیں نہ مثالی آسائشیں دستیاب تھیں۔

ایسا بھی نہیں تھا کہ اس نے ویرا کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے اور اسے اپنا نوشتہ تقدیر سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ بظاہر وہ انجان بنی رہتی تھی مگر ویرا کی حرکات و سکنات پر گہری نظر رکھتی تھی اور جب بھی موقع ملتا تھا' سونار کی ایک لوہار کی کر جاتی تھی۔ غزالہ کے اکا دکا جوابی حملے بہت بھرپور ہوتے تھے جن میں سارا اگلا پچھلا حساب بے باق ہو جاتا تھا۔

وہ تینوں ہوٹل سے شکم سیر ہو کر آئے تھے۔ اول خان بھی اپنے گھر سے کھانا کھا کر آیا تھا۔ اس بھیڑ میں صرف میں ہی بھوکا رہ گیا تھا۔ غزالہ کو میرا خیال آیا اور اس کی ہدایت پر ایس ٹی ایف کا ایک آدمی ذرا سی دیر میں میرے لیے ٹرالی پر کھانا سجا کر لے آیا۔

''تم نے الفا کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟'' میرے کھانے کے دوران میں اول خان نے پوچھا۔

''میں تذبذب کا شکار ہوں۔'' میں نے ایمان داری سے جواب دیا'' آخری فیصلہ شاید اس کی آواز سننے کے بعد ہی ہو سکے گا۔''

''پھر یکسوئی اور سوچ کا ڈراما رچانے کی کیا ضرورت تھی۔'' ویرا منہ بنا کر بولی'' جب اس سے رابطہ ہوتا' جھٹ پٹ اپنا فیصلہ کر لیتے۔''

''اس کے لیے بھی پہلے سے ذہن میں کوئی خاکہ موجود ہونا ضروری ہے۔'' اول خان نے میری تائید کرتے ہوئے ویرا کو سمجھایا'' ایسے نازک معاملات فی البدیہہ نہیں نمٹائے جا سکتے۔''

''مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔'' ویرا نے خوش مزاجی سے کہا'' ابھی خود ڈیڑھ سے اس کے فیصلے کے بارے میں پوچھ

Downloaded from https://paksociety.com

رہے تھے اس پر میں نے زبان کھولی تھی۔''

''میں ایک چھوٹی سی بات جاننا چاہ رہا تھا۔'' اول خان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا ''تم اس سے کس روپ میں بات کرو گے۔ دوست بن کر یا دشمن کے روپ میں؟''

''دوست بن کر دغا دینے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا ''وہ دونوں بہت رازداری کے ساتھ یہاں آئے ہیں اور آنے کے بعد انہوں نے سوبھراج کے سوا کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ اب الفا سوبھراج سے بھی بھڑکا ہوا ہے۔ اسے بجا طور پر شبہ ہے کہ سوبھراج ان کی کمین گاہوں کے راز افشا کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہمدردی یا دوستی کی کوئی بنیاد نہیں بن سکتی۔''

''دشمنی میں اس سے کچھ اگلوانا ناممکن ہے۔'' ویرا نے اپنا فیصلہ سنا دیا ''تم اسے دھمکیاں دو گے وہ تم کو برا بھلا کہتا رہے گا۔ حاصل کچھ بھی نہیں ہوگا۔''

ویرا کی بات اسی لمحے میری سمجھ میں آ گئی اور میں نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑ کر پوچھا ''تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟''

''اس سے دشمنی جتانا اور دھمکیاں دینا سب سے آسان کام ہے۔'' ویرا نے بے پروائی سے جواب دیا ''اس سے ہمدردی جتانے کی کوشش کرو، ہوسکتا ہے وہ دھوکا کھا جائے اور اپنے دل کی کوئی بات اگل بیٹھے یہ تمہاری ذہانت کا امتحان ثابت ہوسکتا ہے۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ ڈینی کی ذہانت کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تم سے بہت زیادہ ذہین اور ہوشیار ہے۔'' سلطان شاہ بولا۔

''ویری گڈ!'' ویرا خوش ہو کر بولی ''ڈینی سے کم ہی سہی لیکن اس بہانے تم نے مجھے ذہین تو مان لیا۔''

''میں نے اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا۔'' سلطان شاہ برجستہ بولا ''شیطان بہت ذہین ہے میں تم کو اس کی خالا مانتا ہوں۔''

''تم دونوں ہر وقت فضولیات میں الجھے رہتے ہو۔ کسی وقت سنجیدگی سے کام کی باتیں کرنے دیا کرو۔'' اول خان نے ملائمت سے کہا۔

''اسی طرح کام کی باتیں نکلتی ہیں۔'' ویرا نے جواب دیا ''میں دیکھ رہی ہوں کہ کھانے میں مصروف ہونے کے باوجود ڈینی کے بشرے پر تفکر کے سائے نظر آ رہے ہیں۔''

''ہاں..... آں!'' میں نے سر ہلا کر اس کی تائید کی ''تمہاری بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ ایک کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کوشش ناکام ہوگی اور وہ مجھے اپنا ہمدرد تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا۔''

جب تک ہم باتوں میں الجھے رہے، وقت پر لگا کر اڑتا رہا۔ ایک بجنے کا انتظار کرنا شروع کیا تو یوں محسوس ہوا جیسے وال کلاک کی سوئیاں جم جم کر سرک رہی ہوں۔

ایک بجنے سے پندرہ منٹ پہلے میں نے اپریٹس آن کر کے تپائی پر رکھ دیا تاکہ دوسری طرف سے اشارہ آنے پر ایک لمحہ بھی برباد نہ ہو اور ہم فوری طور پر الفا کا اولین پیغام اس کے فطری لب و لہجے میں سن سکیں۔

آخر کار گھڑی کی سوئیاں سسک سسک کر ایک پر پہنچ ہی گئیں۔ میرا اندازہ تھا کہ مقررہ وقت پر الفا کی آواز ابھرے گی لیکن گزرتے ہوئے لمحوں نے میرا وہ اندازہ غلط ثابت کر دیا۔

''الفا کہاں مر گیا۔ مقررہ وقت سے دو منٹ اوپر ہو چکے ہیں۔'' کچھ دیر بعد اول خان بے چین ہو کر بول پڑا۔

''ہوسکتا ہے کہ اپریٹس آن کر کے وہ اپنے ساتھی کے پیغام کا انتظار کر رہا ہو!'' ویرا نے اپنی رائے ظاہر کی۔

وہی ایک امکان ہوسکتا تھا۔ چارلی پر بدنصیبی کا سایہ پڑنے سے پہلے شاید وہ دونوں پہل کرنے کے بارے میں کچھ بھی نہ سوچتے ہوں جسے موقع ملتا ہو وہ دوسرے کے لیے اپنا پیغام نشر کر دیتا ہو۔ چارلی اچانک اور غیر متوقع طور پر غائب ہوا تھا۔ ہم نے فوجی گاڑی کے آلات پر اس کی بے تابانہ آوازیں سنی تھیں۔ وہ پریشان ہو گیا تھا کہ اس کا ساتھی اس سے باتیں کرتے کرتے اچانک کہاں کھو گیا تھا۔

اس صورتِ حال کے پیش نظر الفا کا مضطرب ہونا ایک فطری امر تھا۔ وقت پورا ہوتے ہی اسے چارلی کی تلاش ہونی چاہئے تھی مگر وہ بہت چالاک تھا۔ اپنے تمام تر اضطراب کے باوجود خاموش تھا۔ اس کے حساب سے چارلی آزاد اور زندہ ہوتا تو مقررہ وقت پر خود اس سے رابطہ کرتا۔ اس کی طرف سے مکمل خاموشی سے ثابت ہو جاتا کہ چارلی کسی مصیبت میں گھر چکا تھا۔ الفا کچھ کہے بغیر اپنے نتائج اخذ کر سکتا تھا۔

یہ اس خبیث کی چالاکی اور مکاری کی انتہا تھی۔ کڑی مشکل سے دوچار ہونے کے باوجود اس کی ذہنی صلاحیتیں پوری طرح بیدار تھیں۔

آخر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ میں وہ موقع کھونا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اپریٹس اٹھایا اور اس کا بٹن دبا کر بولنا شروع کر دیا ''موہن کالنگ فار الفا..... موہن کالنگ فار الفار اوور!''

Downloaded From https://paksociety.com

میرے خاموش ہونے کے چند ثانیوں تک لائن پر اعصاب شکن سکوت چھایا رہا۔ بٹن چھوڑ دینے کے بعد ہماری آوازیں دوسری طرف پہنچنے کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن سب مہر بہ لب تھے۔

''الفا آن لائن۔ اوور!'' آخر کار اپریٹس کا ریڈیائی سکوت ایک انسانی آواز نے توڑ دیا۔ آواز میرے کانوں کے لیے اجنبی نہیں تھی۔

''میں چارلی کا ہمدرد ہوں اور اس کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں اس وقت وہ زخمی ہے۔ کسی نے اس کی زبان کاٹ دی ہے۔ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے..... اوور!'' میں نے لائن ملتے ہی تیزی سے کہا۔

''میں تم کو نہیں جانتا وہ یکا یک تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا؟ اوور!'' الفا کی ٹھہری ہوئی اور پر سکون آواز ابھری۔

''یہ ایک اتفاق ہے۔ یہ بہت ابتر حالت میں کلفٹن کے ایک ویران ساحلی علاقے میں دبکا ہوا بیٹھا تھا۔ میں اپنی دوست کے ساتھ تنہائی کی تلاش میں بھٹکتا ہوا ادھر جا نکلا۔ مجھے اس پر شبہ ہوا میں اس کی طرف بڑھا تو یہ خوف زدہ ہو کر بھاگا۔ میں نے پیچھا کر کے آسانی سے اسے پکڑ لیا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔ باتوں باتوں میں میری ساتھی نے میرا نام لیا تو چونکہ پڑا وہ بولنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے ریت پر اپنی انگلی سے دو الفاظ لکھے جو چارلی اور انڈیا تھے۔ بات میری سمجھ میں آ گئی۔ پہلے میں ڈر گیا مگر وہاں دور دور تک ہمیں دیکھنے والا کوئی نہیں تھا میں اسے اپنے گھر لے گیا..... اوور۔''

''تمہاری کہانی بہت مختصر اور مکمل ہے۔'' اس کی آواز میں طنز کی آمیزش ہو گئی۔ ''تم کو یہ سب سوچنے کے لیے کافی وقت ملا ہے۔ کیا تم یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ تم بھارتیوں کے ہمدرد ہو اور مجھ کو تم پر بھروسا کر لینا چاہئے..... اوور!''

''میں کچھ نہیں بتانا چاہ رہا۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت اسے اپنے گھر لے آیا ہوں لیکن اسے پال نہیں سکتا۔ اس کی وجہ سے میں خود بھی کسی چکر میں پڑ سکتا ہوں۔'' میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا ''میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے کہنے پر تم سے بات کر رہا ہوں۔ تم کو اس سے ہمدردی یا دلچسپی نہیں ہے تو میں اسے زبردستی کہیں بھی چھوڑ دوں گا۔ یہ کھلی فضا میں نہیں جانا چاہتا۔ اسے اپنے دشمنوں کا خوف ہے۔ لکھ کر بہت زیادہ باتیں نہیں ہو سکتیں۔ مگر اس نے جو کچھ بتایا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ کوئی سرکاری آدمی ہے اور انڈیا سے غیر قانونی طور پر یہاں آیا ہے۔ اس طرح آنے والے کون ہو سکتے ہیں یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ اوور!''

''تمہاری کہانی بہت مربوط ہے۔ تم نے میرے پوچھے بغیر میرے کئی سوالوں کے جواب دے دیے ہیں لیکن یہ ماننے والی بات نہیں ہے کہ کسی نے زبان کاٹ کر الفا کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ زندگی اور موت کا کھیل ہے۔ اس میں حریف ایک دوسرے کی زبانیں نہیں، گردنیں کاٹتے ہیں۔ اس کا اپریٹس تمہارے قبضے میں ہے۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ چارلی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے مار ڈالنے کے بعد اب تم میرے چکر میں ہو..... اوور!'' الفا کی سوچ میری توقع سے کہیں زیادہ سیدھی اور درست تھی۔

''میں ایک سیدھا سادا، شریف آدمی ہوں۔ اپنے ملک کا پکا وفادار ہوں۔ بس دھرم کے ناتے سے جذباتی ہو کر اس چکر میں پھنس گیا ہوں۔ تم کو اپنے ساتھی سے ہمدردی نہیں ہے تو میں بھی اس کے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ رات کے اندھیرے میں، میں اسے کسی بھی ویرانے میں چھوڑوں گا..... اوور۔''

''اس کی آواز سنے بغیر میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ وہ راستہ تم نے پہلے ہی بند کر دیا ہے جس کی زبان کٹ چکی ہو اور زخم تازہ ہو، وہ غوں غاں کے سوا اور کیا بول سکتا ہے۔ موہن جی! میں مانتا ہوں کہ تم جو کوئی بھی ہو، بہت چالاک ہو مگر میں بھی عقل سے کورا نہیں ہوں۔ کان کھول کر سن لو کہ چارلی کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔ ہم نے جو سوچا ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' اس بار الفا کا لہجہ زہریلا ہو گیا تھا۔

''کیا ہو کر رہے گا۔ کیا مجھے دھمکی دے رہے ہو؟'' اس کی بات پوری ہوتے ہی میں نے اضطراری انداز اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ بات کچھ آگے بڑھ جانے کے بعد ایک دوسرے کو رسمی طور پر لائن منقفل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

اس کی ہلکی سی تکبر آمیز ہنسی کی آواز ابھری پھر وہ بولا ''تم بہت بودے اور ڈرپوک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم وہ نہیں ہو جس نے چارلی کو مارا ہے۔ اپنے استاد سے کہو کہ کٹھ پتلیاں لڑانے کے بجائے مرد بن کر مجھ سے بات کرے۔ اپریٹس پر میں اسے کھا نہیں جاؤں گا۔ چارلی نے مجھے بتا دیا تھا کہ کلفٹن کے علاقے میں آرمی کی اسپیشل گاڑی موجود تھی۔ تمہارا باس آرمی کا کوئی بڑا افسر ہی ہو گا۔''

''اچھا ہوا کہ تم نے بات صاف کر دی۔ اپریٹس پر تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں نے تم کو غلطی سے اپنا نام بتا دیا ہے۔

Downloaded from https://paksociety

اس سے کیا فرق پڑے گا..... شہر میں دسیوں موہن ہوں گے۔ میں چارلی کو کہیں بھی بھینک دوں' تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں فوجی ہوں اور نہ کوئی میرا باس ہے میں خود اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ میں چارلی کا اپریشس کسی آنے جانے والے کے ہاتھ دہلی میں راکے ہیڈ کوارٹرز میں بھجواؤں گا اور انہیں کہلواؤں گا کہ تم لوگ یہاں اپنے ہمدردوں کے ساتھ کیسی بدسلوکی کرتے ہو۔''

''تم ایک دم راکا نام بیچ میں کیوں لے آئے؟'' اس کی تلخ آواز ابھری۔

''میں ننھا سا بچہ نہیں ہوں۔ تمہیں بتا چکا ہوں کہ بھارت سے غیر قانونی طور پر یہاں آنے والے سرکاری افسر والی بات سن کر سب کچھ سمجھ لینا مشکل نہیں تھا۔ چارلی نے وہ باتیں لکھیں تو میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کون ہے۔ تم بھی اسی کے ساتھی ہو۔''

''اگر تم واقعی وہی ہو جو ظاہر کر رہے ہو تو میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تم سے معذرت چاہتا ہوں۔'' اس بار میرا زبانی دار خاصا کارگر رہا تھا۔ میں اسے یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ میں ڈرپوک ہونے کے باوجود احمق نہیں تھا اور اس کے طنزیہ انداز گفتگو نے مجھے خاصی حد تک برہم کر دیا تھا۔

اس نے کسی وقفے کے بغیر اپنی بات جاری رکھی ''تم سمجھ بوجھ کے مالک معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں اندازہ ہو جانا چاہئے کہ میں اس وقت بہت خراب حالات سے دوچار ہوں۔ میرے لیے دوست اور دشمن میں تمیز کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ میں اپنے سائے پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ تمہاری کہی ہوئی باتیں کتنی ہی سچی کیوں نہ ہوں میں ان پر بھروسا نہیں کر سکتا۔ یہ بات دہلی میں بیٹھے ہوئے بڑے لوگ بھی جانتے ہیں۔ وہ بہت غور سے تمہاری شکایت سنیں گے مگر اس کی بنا پر میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔''

''میرا خیال ہے کہ چارلی نے تم سے توقع وابستہ کر کے غلطی کی ہے مجھے اس بکھیڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' میں نے ترشی سے کہا۔

''ایک بار مجھے اس کی آواز سنوا دو!'' الفا نے مطالبہ کیا۔

''اس کی زبان کا زخم تازہ ہے۔'' میں نے سلطان شاہ کو آنکھ مارتے ہوئے کہا ''اسے کسی بھی قسم کی آواز نکالنے میں تکلیف ہو رہی ہے پھر بھی میں تمہیں اس کی بے مقصد اور بھیانک آوازیں سنوائے دیتا ہوں۔''

میں نے اپریشس کا بٹن چھوڑے بغیر وہ ریڈیائی آلہ سلطان شاہ کے دہانے کی طرف بڑھا دیا۔ وہ میری آنکھ کا اشارہ پا کر تیار ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے دہانے میں زبان پھرا کر ایسی غضب ناک اور ڈراؤنی آوازیں نکالنی شروع کیں کہ میں لرز کر رہ گیا۔ سب ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف تکے جا رہے تھے۔

وہ مہمل اور بے معنی آوازیں ضرور تھیں لیکن ان میں بے بسی کے بجائے غیظ و غضب اور غصے کا بھرپور چاؤ تھا۔ سلطان شاہ ان بھرپور غراہٹوں کے ذریعے الفا کو یہ پیغام پہنچانے میں کامیاب رہا تھا کہ چارلی اس کی باتوں سے خوش نہیں تھا۔

میں نے اپریشس سلطان شاہ کے دہانے سے دور ہٹا کر بٹن چھوڑ دیا۔

''یہ تو بالکل گونگا ہو چکا ہے۔'' چند ثانیوں کے بعد الفا کی تھکی ہوئی آواز ابھری ''کیا اس کی زبان جڑ سے کاٹی گئی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم وہ اذیت میں ہے اور کچھ نہیں بول پا رہا۔ وہ تمہاری باتیں سن کر غصے میں آیا ہوا ہے۔ وحشت سے اس کی آنکھیں سرخ ہو کر اپنے حلقوں سے ابلی پڑ رہی ہیں۔ اس کی آوازوں سے بھی غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔''

''اس کا غصہ بجا ہے۔ جب اس کے جذبات کالا واٹھنڈا ہوگا تو اسے اندازہ ہوگا کہ میں غلطی پر نہیں ہوں۔ دشمن کی سرزمین پر کوئی کسی اور کی بدنصیبی میں حصے دار بننا پسند نہیں کرتا۔'' اس نے سلطان شاہ کی آوازوں پر کسی شبہے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بات ہوتی تو وہ اپنے ساتھی کی آواز پہچان سکتا تھا۔ غراہٹوں اور غوغا کے الفاظ ہوتے ہیں اور نہ کوئی لب ولہجہ، اسے کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا۔

''یہ تم دونوں کے آپس کے معاملات ہیں۔'' میں نے بیزاری سے کہا ''میں اس کے ساتھ جو بھلائی کر سکتا تھا وہ کر چکا ہوں۔ تم اس پر ہاتھ رکھنے کے لیے تیار نہیں ہو تو میں اسے کہیں چھوڑ دوں گا۔ آگے اس کا مقدر ہوگا۔ وہ زندہ رہے یا مارا جائے' اس کا بوجھ بار میرے کندھوں پر نہیں ہوگا۔''

''مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم اسے کہاں چھوڑو گے!'' الفا کے لب ولہجے کی تلخی فکرمندی میں تحلیل ہو گئی تھی۔

''چارلی غصے سے مجھے گھور رہا ہے۔ یہ آسانی سے کہیں جانے کے لیے آمادہ نہیں ہوگا۔ میں اسے بے ہوش کر کے سہراب گوٹھ سے آگے کہیں بھی ویرانے میں ڈال دوں گا۔ جب تم کو اس سے دلچسپی نہیں ہے تو یہ سب کیوں جاننا چاہ رہے ہو؟''

''کچھ بھی ہو' وہ میرا پرانا ساتھی ہے۔ میں اس کے لیے

Downloaded from http://paksociety.com

فکرمند ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ اسے بچانے کے لیے میں اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔''

''چارلی بے یارومددگار ہے۔ تم اپنے سائے سے بھی خوف زدہ ہو۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے تو سنا ہے کہ سیکرٹ ایجنٹ چلتے ہیں تو اپنے ساتھ حسن اور فتنوں کی برات لے کر چلتے ہیں' خوب رولڑکیوں کے ساتھ عیش کرتے رہتے ہیں یا دشمن کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ ان کو کہیں آنچ نہیں آتی!'' اس بار میں نے بہت زہریلے لہجے میں باتوں کا رخ بدلنے کی کوشش کی تھی۔

''تم جیمز بانڈ کی فلموں کی باتیں کررہے ہو۔ عملی زندگی بہت مختلف اور کٹھن ہوتی ہے۔ کام کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے ہوجانا چاہئے کہ اسے پورا کرنے کے لیے ہم نے اپنی جانوں کی بازی لگائی ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ تم نہیں جان سکو گے۔ اگر تم کو چارلی سے ذرا بھی ہمدردی ہے تو اسے اسی جگہ پہنچانا جس کا تم نے ذکر کیا ہے تم نے اپنا ارادہ بدل دیا تو اس کے بچنے کی موہوم امید بھی ختم ہوجائے گی۔''

''کیا تم اس کی مدد کے لیے وہاں پہنچو گے؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا!'' اس کا لہجہ سرد اور روکھا ہوگیا۔

''پھر میں بھی وہاں پہنچنے کا وعدہ نہیں کرسکتا۔ تمہارے نزدیک انسانی جان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کیا پتا کہ تم مجھ سے پہلے ان اطراف میں پہنچ جاؤ اور مجھے اپنی گولی کا نشانہ بنادو۔ ایک گواہ مرجائے گا اور چارلی تمہارے ہاتھ آجائے گا۔''

''میں یہ وعدہ ضرور کرسکتا ہوں کہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔''

''میں تمہارے کسی وعدے پر اعتبار نہیں کرسکتا۔ تمہاری طرح مجھ کو بھی اپنی زندگی عزیز ہے۔ مجھے اسی ملک میں رہنا اور مرنا جینا ہے۔ میں نے چارلی سے ہمدردی کر کے ایک بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے اندازہ ہوتا کہ تم لوگوں کی سوچ اس قدر خودغرضانہ ہے تو میں ہرگز اسے منہ نہ لگاتا۔ وہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہا تھا تو میں اسے بھاگ جانے دیتا۔ زبردستی پکڑ کر اپنے گلے کا ہار نہ بناتا۔ اب میں اس غلطی کا ازالہ کروں گا۔''

وہ کسی طرح اپنے عزائم کا اظہار کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں اسے یہ باور کرانے میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا تھا کہ ایک پاکستانی ہوتے ہوئے بھی مجھے مذہب کی بنیاد پر اُن سے یقین

دونوں سے ہمدردی ہوگئی تھی لیکن وہ پھر بھی بہت محتاط تھا۔ مجھے پہلے سے اندازہ تھا کہ کسی پیشہ ور اور گھاگ ایجنٹ کو شیشے میں اتارنا آسان نہیں تھا لیکن رابطے کی ایک سہولت ہاتھ آجانے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا کفرانِ نعمت کے مترادف تھا۔ میں نے اپنی سی پوری کوشش کرلی تھی لیکن کامیابی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ الفا گفتگو طول دینا چاہ رہا تھا مگر میں نے ایک مرحلے پر وہ سلسلہ منقطع کردیا۔

''تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔'' الفا سے گفتگو کا سلسلہ ختم ہوجانے پر اول خان نے ستائشی لہجے میں کہا۔

''مجھے سلطان شاہ پر حیرت ہے۔ یہ اپنے حلق سے کیسی عجیب و حیوانی آوازیں نکال رہا تھا۔ میں کانپ کر رہ گئی تھی۔'' ویرا بولی پھر وہ براہِ راست سلطان شاہ سے مخاطب ہوگئی ''تم نے مداریوں جیسی یہ حرکتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟''

''یہ سب تمہاری صحبت کا فیض ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''تمہارے ساتھ رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔''

''ایسی بے مقصد چیخ و پکار میرے بس سے باہر ہے۔ میں دوٹوک فیصلہ کرکے آر یا پار کردینے کی عادی ہوں۔ دشمن کی چاپلوسی اور چکر بازیاں میرے مزاج سے میل نہیں کھاتیں۔ یہ تمہارے اور ڈینی کے شعبدے ہیں تم ہی کو مبارک ہوں۔'' ویرا نے کہا۔

''تم کس گیراج سے کرین کا بندوبست کررہے ہو؟'' میں نے ان دونوں کی گفتگو کو نظرانداز کرتے ہوئے اول خان سے پوچھا۔

''کئی گیراج ہیں جو دن رات کرین سروس مہیا کرتے ہیں تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' اول خان کی متجسس نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔

''ڈیڑھ بجنے والا ہے تم کرین کی بات کرلو۔ میں نکلنے کے لیے تیار ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے اپنی ہُڈ چھوڑ دی۔

''تم ابھی تک اپنے ارادے پر اڑے ہوئے ہو؟'' ویرا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

میں سر ہلا کر اپنے کمرے کی طرف ہولیا۔

مجھے خوشی تھی کہ وہ چاروں میرے لیے فکرمند تھے میں نے اپنے ذہن میں ماضی قریب کے تمام واقعات کھنگال ڈالے تھے اور میں مطمئن تھا کہ میرا کسی بھی روپ میں سوبھراج سے سامنا ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔

میں ڈینی کی حیثیت میں اس سے بارہا فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔ آبتدائی بے اعتمادی کے بعد رفتہ رفتہ اُس نے یقین

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگیا تھا کہ میں اس کا بدخواہ نہیں تھا۔ یہ اس کے اعتماد کی انتہا تھی کہ اس نے حادثے میں تباہ ہونے والی سیاہ اکارڈ کی بازیابی کے لیے مجھ سے رجوع کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے ہمیشہ گریزاں رہا تھا۔ وہ میری آواز اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن میرا صورت آشنا نہیں تھا۔ یہ میری قسمت کی خوبی تھی کہ میرے بدترین دشمنوں کے پاس بھی میری کوئی تصویر تھی اور نہ مصدقہ فنگر پرنٹس۔ سوبھراج کے لیے یہ ناممکن تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ مجھے پہچان لینے میں کامیاب ہوسکے۔

میرا دوسرا روپ کرنل داور کا تھا۔ میں اس روپ میں راج محل جاچکا تھا۔ وہاں میری سنیل سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان دنوں سوبھراج اپنے گھر میں نہیں تھا اس لیے اس سے میرا سامنا ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔

میں کرنل داور بن کر امریکی اداروں کے متعدد اہل کاروں سے مل چکا تھا جن میں سی آئی اے کا نام بھی شامل تھا۔ میں نے کرنل داور کے بہروپ کو اتنی کامیابی سے نبھایا تھا کہ ان میں سے کسی کو میری اصلیت پر ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکا تھا۔

ظاہری طور پر اس امر کا کوئی خدشہ نہیں تھا کہ سوبھراج مجھے دیکھتے ہی پہچان لیتا۔ بالفرض محال ایسا ہو بھی جاتا تو اس صورت میں میرے لیے کوئی فوری خطرہ ہرگز درپیش نہ ہوتا۔ میں اس کا خیرخواہ بنا ہوا تھا۔ انداز ذرا بدل جاتا لیکن میرے پروگرام میں کوئی خلل نہ پڑتا۔

سوبھراج کی پوزیشن اس کے برعکس تھی۔ وہ دنیا کا کوئی بھی بہروپ بدل لیتا' اس کے لیے اپنی ناک کی خم دار بناوٹ کو چھپانا ناممکن تھا۔ اس کی ناک اس کی پہچان کا ایک قدرتی اشتہار بنی ہوئی تھی۔ اسے ہزاروں کی بھیڑ میں الگ سے پہچانا جاسکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ منظر عام سے غائب ہوکر انتہائی سخت روپوشی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔ اپنی ڈاڑھ کی تکلیف سے مجبور ہوکر اس نے اپنی کمین گاہ سے باہر نکلنے کی غلطی کی تھی اور ویرا کی عقابی نگاہوں میں آجانے کے سبب ایک مشکل سے دوچار ہوچکا تھا۔

میں اپنے کمرے سے تیار ہوکر باہر آیا تو اول خان نے بتایا کہ کرین دو بجے تک تباہ حال کار کے پاس پہنچ کر میرا انتظار کرے گی۔

انسان اپنی منصوبہ بندیوں میں ہر اہم نکتے پر ضرورت سے زیادہ دماغ سوزی کرتا ہے لیکن بعض چھوٹی باتوں کو یکسر نظرانداز کردیتا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں نے ان سب کے اصرار کے باوجود کسی کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کردیا تھا لیکن میری روانگی کا مرحلہ آیا تو میں سوچ میں پڑ گیا۔

گھر سے کالی اکارڈ تک پہنچنا کوئی بڑا مرحلہ نہیں تھا۔ میں ٹیکسی لے کر آرام سے وہاں پہنچ سکتا تھا اور کالی اکارڈ میں بیٹھ کر' کرین کے سہارے اس ٹھکانے تک پہنچ جاتا جس کا سراغ گاڑی کے ڈیش بورڈ میں موجود کاغذات سے ملتا۔

سوبھراج نے مجھے صرف اتنا بتادیا تھا کہ سیاہ اکارڈ والا ڈیفنس کے علاقے میں رہتا تھا۔ اس کا تفصیلی پتا کاغذات میں درج تھا۔ ڈیفنس کا رہائشی علاقہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ شہر کے متمول اور آسودہ حال لوگوں کی ایک پرسکون آبادی ہے جہاں محنت کی روزی کمانے والے تاجروں اور صنعت کاروں سے لے کر سرکاری افسران تک ہر طبقے کے خوش حال لوگ پُرامن بقائے باہمی کے سنہرے اصول کے تحت اپنی چار دیواری میں رہتے ہیں۔ ڈیفنس کے کمرشل علاقوں کے فلیٹوں کو چھوڑ کر وہاں کے ہر مکان میں رہنے والے اپنے اپنے سواری کے وسائل رکھتے ہیں۔ ٹرانسپورٹ میں لوگوں کی خودکفالت کی وجہ سے آبادی کے اندرونی حصوں میں رکشے نایاب ہیں۔ بڑوں کے گھر آنے والے چھوٹے لوگ اس علاقے میں داخل ہونے کے لیے آٹو رکشے جیسی سواری کو ہتک آمیز تصور کرتے ہیں اور جیب پر ناگوار بوجھ پڑنے کے باوجود ٹیکسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہاں ٹیکسیاں بھی بھولے بھٹکے نظر آتی ہیں' قسمت کی خوبی کی بنا پر ہی کسی پیادے کو بروقت چار پہیوں والی وہ سواری میسر آسکتی ہے ورنہ دوسری صورت میں طویل مسافت طے کرکے کسی مین روڈ پر پہنچے بغیر کرایے کی سواری کا حصول ناممکن ہوتا ہے۔

مسئلہ صرف گاڑی پہنچانے کا ہوتا تو میں وہ کام پورا کرکے کرین ڈرائیور کے ساتھ کسی مناسب مقام تک واپس آسکتا تھا۔ اپنے مہم جویانہ مقاصد کے لیے میں سست رفتار کرین پر انحصار نہیں کرسکتا تھا۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس ٹھکانے پر پہنچنے کے بعد مجھے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا اور واپسی میں کیا صورت درپیش ہوتی۔

کسی ہنگامی صورت حال میں کرین پر واپسی میرے لیے موت کا پھندا ثابت ہوسکتی تھی۔ یہ ضروری تھا کہ اس مہم کے لیے اپنی گاڑی موجود ہو۔

میں نے شہر میں بہت سی نقصان زدہ گاڑیاں کرین کے پیچھے جاتی ہوئی دیکھی تھیں۔ اس کے لیے گاڑی میں کسی کا موجود ہونا ضروری نہیں تھا۔ میری گاڑی کا بایاں دروازہ پچک چکا تھا۔ سوبھراج نے بھی سفید گاڑی کا ذکر کیا تھا۔ وہ موجود ہوتا تو میری گاڑی کو دیکھتے ہی شک وشبے کا شکار ہوجاتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے کھڑے کھڑے اس ساری اونچ نیچ کا جائزہ لیا پھر اول خان سے مخاطب ہو کر کہا ''میری گاڑی پہنچائی جاسکتی ہے۔ اجازت ہو تو میں تمہاری کار لے جاؤں۔''

''شوق سے!'' اول خان نے سرعت سے اپنی جیب سے چابی نکال کر میری طرف بڑھادی۔ میں نے وہ چابی سلطان شاہ کو دے دی ''میرے ساتھ آؤ گاڑی تم چلاؤ گے۔''

میری غیر متوقع ہدایت پر سلطان شاہ کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا ''میں جوتے پہن کر ایک منٹ میں آتا ہوں۔'' اس نے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگادی۔

ویرا اور غزالہ کو بھی میرے نئے فیصلے پر حیرت تھی۔ میں انہیں حیران چھوڑ کر باہر نکلا تو سلطان شاہ جوتے پہن کر مجھ سے پہلے گاڑی تک پہنچا ہوا تھا۔

''تم نے اچانک اپنا ارادہ کیوں بدل دیا؟'' گھر سے کچھ دور نکل آنے کے بعد سلطان شاہ سے نہ رہا گیا اور وہ سوال کر بیٹھا۔

''ڈیفنس کے رہائشی علاقے میں اس وقت پبلک ٹرانسپورٹ دستیاب نہیں ہوگی۔ اپنی گاڑی کا ہونا ضروری ہے۔'' میں نے کہا۔

میرا جواب تشنہ تھا لیکن سلطان شاہ سر ہلا کر مطمئن ہوگیا۔ اس کے لیے یہی بات کافی تھی کہ وہ اس مہم میں میرے ساتھ شامل ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

شہر پر رات کا سناٹا محیط ہو چکا تھا۔ سڑکیں خاصی سنسان پڑی ہوئی تھیں۔ ہماری گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہی۔

پرل کانٹی نینٹل اور شیرٹن کی درمیانی سڑک سے گزر کر ہم پی آئی ڈی سی ہاؤس کے قریب واقع پل پر چڑھے اور اسے عبور کر کے مولوی تمیز الدین خان روڈ پر اتر گئے۔ اس علاقے میں ضرورت سے زیادہ سناٹے کا راج تھا اور کشادہ سڑک دور تک ویران نظر آرہی تھی۔

اس سڑک پر واقع اکلوتے کراسنگ سے آگے نکلتے ہی مجھے کالی اکارڈ نظر آگئی۔ وہ کچھ دور سڑک سے نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے ایک بریک ڈاؤن وہیکل موجود تھی۔ کرین والا ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔

سلطان شاہ نے مناسب فاصلے سے اپنی گاڑی کی رفتار گھٹانی شروع کی اور پھر اسے آہستگی سے اکارڈ کے پیچھے روک دیا۔ عقب سے وہ گاڑی بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آرہی تھی۔

ہم اپنی گاڑی سے اتر کر طاقتور انجن والی اس ڈیزل پک اپ کی طرف بڑھے جس کے عقبی حصے پر گاڑی کو سڑک سے اٹھا کر کھینچنے والے آلات نصب تھے تو مجھے اندازہ ہوا کہ اکارڈ گاڑی واقعی بری طرح تباہ ہوئی تھی۔

بریک ڈاؤن وہیکل کا ڈرائیور غیر تعلیم یافتہ لیکن مہذب آدمی تھا۔ ہمارے پہنچنے تک اس نے اکارڈ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

میں نے گاڑی کے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر کاغذات کا لفافہ نکالا اور دروازہ بند کر کے ڈرائیور کو گاڑی اٹھانے کی ہدایت دے دی۔

کاغذات پر سرسری نظر ڈالنے پر میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ گاڑی کا رجسٹریشن ڈاکٹر صادق احمد کے نام پر تھا۔ وہ وہی ڈینٹل سرجن ہوسکتا تھا جس کے کلینک سے واپسی پر سوبھراج ویرا کی نظروں میں آیا تھا۔

میں نے کاغذات لفافے میں ڈالے اور سلطان شاہ کے حوالے کر دیے ''انہیں احتیاط سے اپنی گاڑی میں رکھ لو۔''

اس دوران میں ڈرائیور اکارڈ کے دونوں اگلے ٹائر آہنی جھولے میں پھنسا کر بہت پھرتی کے ساتھ سڑک سے کئی انچ اوپر اٹھا چکا تھا۔

میں نے اسے ڈاکٹر صادق احمد کے پتے سے آگاہ کیا اور طے شدہ معاوضے سے دو سو روپے زائد اس کے حوالے کر دیے۔ اس نے جھک کر ادب سے میرا شکریہ ادا کیا اور اپنی پک اپ کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر انجن اسٹارٹ کرلیا۔ اس سے پہلے وہ اکارڈ کا گیئر اور ہینڈ بریک چیک کر چکا تھا۔

سڑک کشادہ ہونے کے باوجود ایک گاڑی کو ٹو کر کے وہاں سے یوٹرن لینا ممکن نہیں تھا۔ پک اپ کو ریوس کرنے کی صورت میں اکارڈ کو مزید نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ڈرائیور کو انعام کی رقم پیشگی مل چکی تھی اس لیے وہ محتاط تھا۔ وہ سیدھا چل دیا اور ہماری گاڑی اس کے پیچھے ہولی۔

اگلا کٹ اس مقام سے بہت دور تھا۔ وہاں سے یوٹرن لے کر وہ صحیح سمت میں چل دیا۔

مائی کلاچی بائی پاس سے ہوتے ہوئے ہم بوٹ بیسن کے علاقے سے گزرے جہاں شام کی بھرپور رونقیں ماند پڑ جانے کے باوجود خاصی چہل پہل نظر آرہی تھی۔

گزری سے ہو کر ہم ڈیفنس کے قلب میں داخل ہوئے تو سڑکوں پر ہر طرف سُنسان کا عالم طاری تھا۔ اسٹریٹ لیمپس نے سڑکوں کو روشن کیا ہوا تھا لیکن راتوں میں محل سراؤں کی طرح جگمگانے والے گھروں پر انرجی سیورز کی نا کافی دودھیا روشنی نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔

''بجلی کمپنی والے بہت سفاک ہیں دیکھو گھروں میں

Downloaded from https://paksociety.com

کیسا اندھیرا ہے۔'' اچانک سلطان شاہ نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''بجلی کمپنی کا کیا قصور ہے' سوئچ گھر والوں کے ہاتھوں میں ہیں چاہیں تو ہر طرف چراغاں کیے رکھیں۔ انہیں کس نے روکا ہے!'' میں نے کہا۔

''برسوں سے چوری کی کھلی چھوٹ تھی اب دیکھ بھال اور پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی ہے۔ بل آتا ہے تو لوگ بلبلانے لگتے ہیں۔ شام کے اخباروں کا کہنا ہے کہ متمول علاقوں میں زیادہ بجلی چوری ہے' غریب چوری کرے گا تو بلب اور پنکھا چلائے گا۔ بڑے گھروں میں ائرکنڈیشنرز سے گرائنڈر تک' ہر چیز بجلی کی کھپت کا ایک گھریلو کارخانہ ہے.....''

''یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے میرا خیال ہے کہ ڈرائیور پریشان ہے۔ یہاں سناٹا پڑا ہوا ہے پتا تلاش کرنے میں مشکل پیش آسکتی ہے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

گاڑی روک کر پوچھا گیا تو ڈرائیور واقعی الجھن میں مبتلا تھا کیونکہ وہ اس علاقے سے زیادہ واقف نہیں تھا۔ میرے ایما پر سلطان شاہ نے اپنی گاڑی آگے نکال لی۔

اکارڈ کی رجسٹریشن بک ایک ڈاکٹر کے نام پر تھی اس لیے اس پر گھر کا پتا بھی قرینے سے درج تھا۔ میں نے وہ ترتیب ذہن میں دہرائی۔ ہم اپنے مطلوب فیز میں پہنچ چکے تھے۔ صحیح سڑک پر پہنچ جاتے تو ذیلی سڑک اور گھر تک آسانی سے رسائی ہوسکتی تھی۔

کچھ دیر کی تلاش کے بعد ہم آخر کار اپنی منزل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ قرب وجوار کے دوسرے مکانات کے مقابلے میں اس وقت ڈاکٹر صادق کا مکان زیادہ روشن نظر آرہا تھا۔ سلطان شاہ نے اپنی گاڑی کنارے سے لگا کر انجن بند کردیا۔ بریک ڈاؤن وہیکل رک گئی مگر اس کا انجن چلتا رہا۔

''تم یہاں سے نہیں ہلوگے۔'' میں نے گاڑی سے اترتے ہوئے' سلطان شاہ کو ہدایت دی۔

میرے پہنچنے سے پہلے چوکیدار پھاٹک کھول کر باہر آچکا تھا۔ غالباً اسے پہلے سے بتادیا گیا تھا کہ کچھ دیر بعد کرین گاڑی لے کر وہاں آنے والی تھی۔

چوکیدار کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر اور توانا آدمی اس گھر سے باہر آیا۔ اس کے بدن پر شلوار قمیص موجود تھی اور چہرہ میرے لیے اجنبی تھا۔

وہ کچھ معزز سا آدمی تھا۔ میری طرف کوئی دھیان دیے بغیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور اس پر ایک نگاہ ڈال کر چند ثانیوں تک برے برے منہ بناتا رہا پھر مڑ کر چوکیدار سے بولا'' گاڑی یہیں کنارے سے لگوالو' صبح یہ بننے کے لیے جائے گی۔''

چوکیدار کو ہدایت دے کر وہ دوبارہ اندر غائب ہوگیا۔ اس نے ایک بار بھی میری طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرے لیے وہ صورتِ حال انتہائی مایوس کن ثابت ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق باہر آنے والا صادق ہی ہوسکتا تھا۔ مجھے سوبھراج سے ملاقات کی امید پر اوس پڑتی نظر آرہی تھی۔ وہ گھر میں موجود ہوتا تو اخلاقی طور پر اسے اپنے میزبان کے ہمراہ باہر آنا چاہئے تھا تاکہ معذرت کے دو بول ادا کر کے اس کے صدمے کا کچھ ازالہ کرسکے۔

چوکیدار کرین والے کو گاڑی لگانے کے بارے میں ہدایات دے کر میری طرف آیا'' یہ گاڑی تم لے کر آئے ہو؟'' اس نے تفتیشی لہجے میں سوال کیا۔

میری طبیعت ویسے ہی مکدر ہورہی تھی' میں نے بھنّا کر کہا'' کیا یہاں تمہیں کوئی اور بھی نظر آرہا ہے جو تم مجھ سے یہ سوال کررہے ہو!''

''اوئے برادر! غصہ مت کرو' غصہ حرام ہے۔'' اس نے دوستانہ انداز میں میرے شانے پر ہلکی سی تھپکی دے کر کہا'' یہ گاڑی اتر جائے تو تم صاحب سے مل کر جانا۔''

''تمہارا صاحب ابھی باہر آیا تھا تو مجھ سے کیوں نہیں مل لیا؟'' میں نے جل کر پوچھا۔

''بڑے لوگ کا بڑا اخرا ہوتا ہے۔'' وہ میرے قریب ہوکر سمجھانے والے' رازدارانہ لہجے میں بولا'' ابھی وہ تم سے گھر میں ملے گا۔''

چوکیدار پل بھر میں میرا دوست نہیں بن گیا تھا۔ وہ ایک طبقاتی رویہ تھا جس کا مظاہرہ ہر قدم پر سامنے آتا رہتا ہے۔ اپنے مالک کا وفادار اور خدمت گزار ہونے کے باوجود وہ ذہنی طور پر اس سے بہت دور تھا۔ موقع پاتے ہی اس نے میرے سامنے ایک ہلکی بات کہہ ڈالی تھی کیونکہ وہ اپنے مالک کے مقابلے میں مجھے خود سے قریب تر محسوس کررہا تھا۔

گاڑی کو احاطے کی دیوار کے ساتھ قرینے کے اتار کر بریک ڈاؤن وہیکل چلی گئی اور چوکیدار مجھے اپنے ساتھ لے کر اندر داخل ہوگیا۔

وہ مکان کافی وسیع وعریض رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ شاہ حال اکارڈ باہر کھڑی ہوئی تھی۔ اندر نچلی پورچ میں دو چمکتی ہوئی بیش قیمت گاڑیاں موجود تھیں۔

چوکیدار نے مجھے برآمدے میں پڑی ہوئی بید کی ایک کرسی پر بٹھایا اور خود واپس اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے وہاں بیٹھے کئی منٹ گزر گئے۔ اندر سے کوئی آیا نہ مجھے بلایا گیا۔ میرے اعصاب پر سخت بے چینی سوار ہونے لگی۔ میں خود پر جبر کیے سکون سے بیٹھنے کی اداکاری کرتا رہا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال کلبلا رہا تھا کہ کوئی نہیں چھپ کر پوری رازداری سے میرا جائزہ لے رہا ہے۔

اگر سوبھراج اسی چار دیواری میں موجود تھا تو وہ میرے سامنے آنے سے پہلے یہ اطمینان کرنا چاہ رہا تھا کہ اسے میری ذات سے کوئی خطرہ تو لاحق نہیں تھا۔

اعصاب شکن لمحات آہستہ آہستہ گزرتے رہے اور پھر میرے عقب سے ایک ہلکی مردانہ آواز ابھری ''اندر آجاؤ!''

وہ آواز سن کر میرے بدن میں سنسنی کی لہریں سرایت کر گئیں۔ سوبھراج کی آواز میں ہزاروں آوازوں میں پہچان سکتا تھا۔

میں نے کسی غیر معمولی ردِعمل کا مظاہرہ کیے بغیر اطمینان سے کرسی چھوڑ دی۔ میں کھڑا ہونے کے بعد اپنے قدموں پر گھوما تو ایک دروازہ کھلا ہوا تھا مگر وہاں کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید وہ آڑ میں ہو گیا تھا۔

میں چوکیدار کے ساتھ برآمدے میں پہنچا تو وہ دروازہ بند تھا۔ سوبھراج نے میری بے خبری میں وہ دروازہ کوئی آواز پیدا کیے بغیر کھولا تھا۔

میں چھوٹے چھوٹے قدم لیتا ہوا اس دروازے میں داخل ہوا تو بہت کشادہ اور آراستہ ڈرائنگ روم میرے سامنے تھا۔

ڈرائنگ روم کی شوکت و وسعت سے کہیں زیادہ اہم بات یہ تھی کہ ایک صحت مند' تندرست اور قد آور شخص صوفے پر بیٹھا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔ اس کے چہرے پر سیاہ و سفید' کھچڑی جیسی داڑھی تھی جو یقینی طور پر مصنوعی نہیں تھی اور اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح آگے سے خم کھائی ہوئی تھی۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ سوبھراج تھا۔

اس نے خود کو چھپانے کے لیے روپوشی کے دنوں میں داڑھی بڑھائی تھی جو زیادہ بڑی نہیں تھی۔ کچھ دنوں بعد وہ اسے قرینے سے ترشوالیتا تو وہی روپ دھار لیتا جو حشمت کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ویرا نے سچ کہا تھا کہ اپنی ناک کی بناوٹ کو چھپانا اس کے بس سے باہر تھا۔

پہلا جھٹکا اس کی آواز سن کر لگا تھا۔ اس پر نظر پڑنے کے بعد میرے دل کی حالت زیر و زبر ہو گئی، ہاتھوں میں خارش ہونے لگی۔ ایک روپوش مجرم یکا یک میرے سامنے آچکا تھا اور میری دسترس میں تھا۔ میرا جی چاہا کہ چھلانگ لگا کر اس پر ٹوٹ پڑوں اور اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کے کھوکھلے نگینے میں بھرا ہوا زہر اس کے توانا جسم کی رگوں میں اتار کر پل بھر میں اسے جہنم واصل کر دوں مگر وہ میری طرف سے غافل نہیں تھا۔ ہر قسم کی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے مستعد اور چوکنا نظر آرہا تھا۔

میں نے بمشکل اپنے وجود میں ابھرنے والے طوفانی غبار پر قابو پایا اور ہموار چال چلتا ہوا اس کے مقابل ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

''تمہیں کس نے بھیجا ہے؟'' سوبھراج نے اپنی بھاری مگر دھیمی آواز میں پوچھا۔

''تمہاری گاڑی لائی گئی ہے تو تمہیں اپنے سوال کا جواب معلوم ہونا چاہئے۔'' میں نے براہِ راست جواب دینے کے بجائے ہلکی سی ناگواری سے کہا ''وہ خود نشے میں مست ہو کر گہری نیند سو رہا ہوگا۔ تمہاری گاڑی کے چکر میں اس نے میری رات برباد کرادی۔''

میں نے اسے راہ دینے کے لیے جان بوجھ کر بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ وہ فوری طور پر کچھ نہ بولا'' خاموشی اور غور سے میری طرف دیکھتا رہا پھر اس کے لبوں کو جنبش ہوئی ''میں معذرت چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری رات کالی ہوئی مگر میرا یہ کام ہونا ضروری تھا۔ اس نے تمہیں اس بارے میں بتا دیا ہوگا۔''

''وہ کسی کو کام کے علاوہ کچھ نہیں بتاتا۔ بس یہ کہا تھا کہ کوئی آدمی رقم دے تو وہ لے لوں۔ خود سے کوئی بات نہ کروں۔ تم نہ کریدتے تو میں یہ بات بھی نہ بتاتا۔ تمہیں کچھ دینا ہے یا میں واپس چلوں!'' میں اس سے آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔

وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کے چہرے پر لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخری سوال کرنے سے پہلے مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میری اکھڑی اکھڑی باتوں کی وجہ سے وہ میری ذات میں گہری دلچسپی لے رہا تھا۔

''آرام سے بیٹھو' رات خراب ہو گئی ہے تو ذرا سی دیر سویر..... سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے کرین کے خرچ اور تمہارے انعام کے علاوہ اس کے دس ہزار روپے بھی لوٹانے ہیں۔ میری اس سے فون پر بات ضرور ہوئی ہے مگر مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہے۔''

انعام کا ذکر کر کے اس نے مجھے لالچ دیا تھا۔ میں نے ذرا بزم پڑتے ہوئے کہا ''نام نہیں جانتے تو کیا فرق پڑتا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

تمہارا کام ہوگیا' ویسے وہ کوئی پردے دار آدمی نہیں ہے۔ آج کل وہ شہر میں اونچی بدمعاشی کررہا ہے۔''

''کون ہے وہ..... نام بتادو اس کا!'' وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان بننے کی اداکاری کررہا تھا۔ شاید آزمارہا تھا کہ میں اپنے مالک کا کتنا وفادار ہوں۔

''ڈینی!'' میں نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد بے پروائی سے کہا'' آج کل میں اس کے لیے کام کررہا ہوں۔ ذرا میرا وقت بگڑ گیا ہے۔ چند مہینے پہلے دس بارہ آدمی میرے لیے کام کرتے تھے۔ اب میں ڈینی کا ملازم ہوں۔''

اس نے اپنی جیب سے نئے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر مجھے دکھائیں اور اپنی گود میں رکھنے کے بعد بولا'' سو والی گڈی ڈینی کو پہنچانی ہے تم چاہو تو پانچ سو والی پوری گڈی یعنی پچاس ہزار تمہارے ہوسکتے ہیں۔''

''وہ کیسے؟'' میں نے ندیدے پن کے ساتھ بے ساختہ سوال کیا۔

سوبھراج کی آنکھوں کی چمک تیز ہوگئی'' تمہارے لیے بہت آسان کام ہے۔ پہلے رضامندی ظاہر کرو پھر میں تمہیں طریقہ بھی بتادوں گا۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ میری بات سن کر تم کام کرنے سے انکار کردو اور میں مشکل میں پڑ جاؤں۔''

''الٹی بات ہے لیکن تم نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کمزور آواز میں کہا'' پچاس ہزار کی رقم معمولی نہیں ہوتی کیا تمہیں کسی کو اٹھوانا ہے؟''

''تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا' سارا کام میں خود کروں گا' تمہیں میری رہنمائی کرنی ہے۔''

میں نے چند لمحوں کے لیے خاموش ہوکر سوچنے کی اداکاری کی پھر تذبذب کے ساتھ کہا'' اتنے آسان کام کے لیے کوئی پچاس ہزار جیسی رقم نہیں پھینک سکتا۔ پہلے تم کام بتاؤ اس کے بعد میں جواب دوں گا۔ یہ مرد کا وعدہ ہے کہ ہمارا سودا نہ بنا تو تمہاری بات باہر نہیں جائے گی۔''

''ڈینی تمہارا باس ہے۔ تم اسے بتانے پر مجبور ہوجاؤ گے۔'' سوبھراج نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

''وہ باس ضرور ہے مگر مجھے زیادہ منہ نہیں لگاتا۔ مجھے کیا ضرورت ہے جو اسے ہر بات بتاؤں۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ میں ڈینی کے ساتھ خوش نہیں ہوں۔ کتم پکتم اپنا وقت گزار رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارے پچاس ہزار میرے لیے کوئی نیا راستہ کھول دیں۔''

''یہ تمہارا پکا وعدہ ہے؟'' اس نے تائید طلب انداز میں کہا۔

''پکا وعدہ!'' میں نے پرزور لہجے میں جواب دیا'' زیادہ شک میں نہ پڑو اور کام بتاؤ۔''

''ایک مرتبہ پھر سوچ لو!'' وہ اصل معاملے پر اپنی لب کشائی سے پہلے پورا یقین کرنا چاہ رہا تھا کہ میں اسے دھوکا نہیں دوں گا۔ وہ کہہ رہا تھا'' میرے کام کا تعلق ڈینی کی ذات سے ہے!''

''یہ یاد رکھنا کہ میں اسے مار سکتا ہوں نہ اغوا کرسکتا ہوں۔''

''تم نے یہ باتیں کہہ کر میرا دل خوش کردیا۔ تم دلیر آدمی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ کسی کو مروانے کے لیے پچاس ہزار کی رقم کم ہے۔ میں تم کو بتا چکا ہوں کہ کام میں خود کروں گا۔ تم مجھے اپنی گاڑی میں پوری رازداری کے ساتھ اس ٹھکانے تک پہنچا دو۔ جہاں ڈینی نشے میں دھت ہوکر مدہوش پڑا ہوا ہے۔''

''اوہ!'' میں نے تحیر زدہ انداز میں اپنے ہونٹ سکیڑ کر کہا'' تم ڈینی تک پہنچنا چاہتے ہو۔ ابھی تمہیں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ تمہاری گاڑی کس نے بھجوائی ہے۔ اب اس کے بارے میں تمہارے تیور اچھے نظر نہیں آرہے۔ کیا اس سے تمہارا کوئی پرانا حساب چل رہا ہے۔''

''فی الحال یہی سمجھ لو۔'' سوبھراج نے گول مول جواب دیا'' یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ تم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔''

''تم ادھر کب جانا چاہتے ہو؟'' میں نے جان بوجھ کر پوچھا۔

''ابھی..... اسی وقت!'' اس نے زور دے کر کہا'' اس وقت وہ نشے میں غافل پڑا ہوا ہے۔ بعد میں اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ میں نے کہا ہے نا کہ میں تمہاری گاڑی میں جانا چاہتا ہوں۔''

شکار خود میرے دام میں آرہا تھا۔ اسے قابو میں کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ آنا ممکن نہیں تھا۔ وہ شاید اس بارے میں پہلے سے اپنے ذہن میں منصوبہ تیار کیے بیٹھا تھا۔ میں نے فون پر اسے بتایا تھا کہ میرے پاس چھوٹے موٹے کاموں کے لیے وقت نہیں تھا۔ میرا ارادہ بھی تان کر سونے کا تھا۔ میرا کوئی آدمی ڈیڑھ بجے کے بعد گاڑی جائے حادثہ سے اٹھوا کر متعلقہ آدمی تک پہنچا دے گا۔

سوبھراج مجھے میرا بھیجا ہوا آدمی سمجھ رہا تھا۔ مجھ سے سامنا ہوتے ہی اس نے مجھے ٹٹولنے کی کوششیں شروع کردیں۔ وہ اپنے دل کی بات زبان پر لانے سے پہلے اندازہ

Downloaded from https://paksociety.com

لگانا چاہ رہا تھا کہ میں کس حد تک ڈینی کا وفادار تھا۔

میں نے اس کی نیت بھانپ کر اسے راہ دینے کا فیصلہ کرلیا اور یوں وہ خود بخود میرے دام میں آتا چلا گیا۔

وہ خود اپنے قدموں پر چل کر پنجرے کی طرف جانے پر آمادہ تھا اس لیے گھر میں اس سے لڑائی بھڑائی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اسے اول خان کی گاڑی کی اگلی سیٹ پر، سلطان شاہ کے برابر میں بٹھاؤں گا اور خود عقبی نشست سنبھال لوں گا۔

راستے میں کہیں بھی میں پیچھے سے اس کی گردن پر انگوٹھی کا وار کر کے اسے بے ہوشی کی اتھاہ دلدل میں پہنچا سکتا تھا۔

بے ہوشی کی حالت میں اسے پورے اطمینان کے ساتھ کہیں بھی پہنچایا جاسکتا تھا۔ ایس ٹی ایف کا کیس صاف ہو چکا تھا لیکن اسے فعال ہونے کا پروانہ نہیں ملا تھا۔ اس لیے میں نے سوچا تھا کہ بے ہوش کرنے کے بعد سوبھراج کو میں پہلے اپنے گھر لے جاؤں گا تاکہ سب دیکھ لیں کہ ہمارا بلکہ ملک کا ایک بدترین دشمن کتنی آسانی کے ساتھ میرے چوہے دان میں پھنس گیا تھا۔ وہاں سے اسے صدف مینشن پہنچانے کے بعد میرا کام ختم ہو جاتا۔ آئی بی والے اس کے کرتوتوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ وہ اپنے روایتی طور طریقوں سے اس سے سب کچھ اگلوا سکتے تھے۔

اس پورے معاملے میں ایک نکتہ ایسا تھا جو مجھے مسلسل ستا رہا تھا۔

اپنی اصل حیثیت میں سوبھراج کے ساتھ میرے ٹیلی فونک مراسم بہت مضبوط بنیادوں پر استوار تھے۔ وہ میرے سامنے آنے سے کتراتا رہتا تھا۔ بالمشافہ ملاقات سے قطع نظر وہ میرے اوپر کامل بھروسا کرنے لگا تھا۔

یہ اس کے اعتماد کی انتہا تھی کہ کار کے حادثے سے دو چار ہونے کے بعد اسے کار کی خفیہ بازیابی کے لیے پورے شہر میں صرف میری ذات نظر آئی تھی۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا تھا۔ رات گئے کام مکمل ہو جانے کی خوش خبری سنا دی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس دوران میں ایسی کیا بات ہوگئی تھی کہ سوبھراج سب کچھ بھول بھال کر یکا یک میرا دشمن ہو گیا تھا اور اپنی دانست میں میرے بھیجے ہوئے آدمی کو مجھ سے توڑنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا تھا۔

میں اس نکتے پر ہر پہلو سے سوچ رہا تھا۔ سوبھراج کے رویے میں انقلابی تبدیلی کا کوئی سبب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ گھوم پھر کر صرف ایک بات میرے دماغ میں چکرا رہی تھی۔ اس کا تعلق میری کسی غلطی سے نہیں بلکہ سوبھراج کی اپنی سوچ سے تھا۔

اس نے ویرا کو جس بے جا میں رکھ کر وہ راز امریکی ایجنسیوں سے چھپایا تھا۔ اسی سنگین غلطی کو غداری قرار دے کر اسے جہنم واصل کرنے کی کوششیں شروع کی گئی تھیں۔

ابتدا میں سوبھراج کو اپنی طاقت اور تعلقات کے بارے میں گھمنڈ تھا۔ وہ جذبات کی رو میں آکر قانون کے سامنے ڈٹ گیا۔ خود کو ملکی قانون کے حوالے نہ کرنے کے نتیجے میں اسے روپوش ہونا پڑا اور رفتہ رفتہ وہ سہ رخی خطرات میں گھرتا چلا گیا۔

ایک طرف پاکستانی قوانین کے محافظوں کو شدت سے اس کی تلاش تھی، دوسری طرف را کے الفانے اس پر اپنے شکوک وشبہات کا برملا اظہار کر کے کسی بھی قسم کی بھارتی امداد کے راستے بند کر دیے تھے اور تیسری طرف ایف بی آئی اور سی آئی اے والے اس کے خون پیاسے ہو رہے تھے۔

خود کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے اس نے مجھے ملک سے نکل بھاگنے کے اشارے دیے تھے جنھوں نے مجھے فکرمند کر دیا تھا۔ را والے اسے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس کے لیے سب سے بڑا خطرہ امریکی ایجنسیاں تھیں جن کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔

اپنے کارکنوں پر اپنے نظم وضبط کی ہیبت اور دہشت برقرار رکھنے کے لیے وہ سوبھراج کو عبرت کا نشان بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جاتا، وہ لوگ آخر کار اس کا کھوج نکال کر اسے پیوند زمین کر دیتے۔

شاید وہ اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ اس وقت امریکا کے مطلوب ملزموں کی فہرست میں میرا نام سب سے اوپر تھا، اگر وہ کسی طرح مجھے مارنے میں کامیاب ہو جاتا تو ایف بی آئی والے اس کے پچھلے گناہ کو معاف کر سکتے تھے۔

میرے خون سے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر کے اگر اسے ایف بی آئی والوں سے معافی مل جاتی تو وہ پاکستان سے باہر بہت سکھ چین کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکتا تھا۔ ورنہ اسے دنیا کے کسی گوشے میں خوف ودہشت کے سایوں سے نجات نہیں مل سکتی تھی۔

''تم کس سوچ میں ڈوب گئے؟'' سوبھراج نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا ''مجھے بھی واپس آکر آرام کرنا ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا جو اس نے قالین سے اٹھایا تھا۔

''تم ایک عزت دار شہری نظر آتے ہو۔'' میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے جواب دیا ''میری سمجھ میں نہیں آرہا

Downloaded from https://paksociety.com

کہ ڈینی جیسے بدمعاش سے تمہارا کیا جھگڑا ہوسکتا ہے۔''

''اپنے دماغ پر اتنا زور نہ دو!'' میرے قریب آ کر اس نے نئے نوٹوں کی دونوں مہکتی ہوئی گڈیاں میرے حوالے کردیں ''یہ یاد رکھو کہ ہر بدمعاش کسی نہ کسی شریف کے پیسے پر پلتا ہے۔'' ڈینی نے بہت سے شریفوں کی پگڑیاں اچھالی ہیں۔ وہ مفرور اور روپوش مجرم ہے.....''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں نے گڈیاں اپنی جیب میں اڑستے ہوئے اس کی بات کاٹ دی ''امریکیوں نے اس کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر بہت بڑا انعام رکھا ہوا ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے لیکن کوئی اسے نہیں پکڑواتا۔ مجھے دیکھ لو۔ میں اس فرعون سے نفرت کرتا ہوں لیکن اس کے خلاف مخبری نہیں کرتا۔ یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے۔''

''تم زیرزمین دنیا کے آدمی ہو۔ تمہیں اسی میں زندگی گزارنی ہے۔ تم ان اصولوں کی پاسداری پر مجبور ہو۔ میں ان کا پابند نہیں ہوں اور پھر میں کب اس کی مخبری کررہا ہوں یا اسے امریکیوں کے پاس لے جارہا ہوں۔ میرا اپنا حساب ہے جو میں اس سے بے باق کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم کھل کر کیوں نہیں بتاتے کہ تم اسے مارنا چاہتے ہو!''

''مرنے یا زندہ رہنے کا فیصلہ اس کا اپنا ہوگا۔'' سوبھراج کی آواز میں سفاکی اتر آئی ''میں اس سے کچھ باتیں کرنے کے لیے جارہا ہوں۔''

''میں تمہیں بتاچکا ہوں کہ اب تک وہ نشے میں دھت ہوچکا ہوگا۔ ایک مدہوش آدمی سے تم کیا بات کرسکو گے؟''

''مجھے دیکھ کر اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ تم ان فکروں میں نہ پڑو۔ ہاں، یہ بھی سن لو کہ ڈینی اپنی کسی حرکت کی وجہ سے میرے ہاتھوں مارا گیا تو پورے ساٹھ ہزار تمہارے ہوجائیں گے ورنہ پچاس پکے ہیں۔''

''آج کل میرے لیے ایک ایک پیسا بہت اہم ہے۔ میں تمہاری کامیابی کی دعا کروں گا۔''

میرے جواب پر اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس کے لیے یہ بات طمانیت کا باعث تھی کہ ڈینی کا ایک آدمی پوری طرح اس کی مٹھی میں آچکا تھا۔

ہم دونوں باہر نکلے کیوں کہ ہماری گاڑی اندر نہیں آئی تھی۔ سوبھراج کالی اکارڈ پر سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ سوبھراج کو میرے ساتھ آتا ہوا دیکھ کر سلطان شاہ بھونچکا رہ جائے گا۔

سلطان شاہ اپنی گاڑی سے باہر کھڑا ہوا میری واپسی کا انتظار کررہا تھا۔ ہم دونوں کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر وہ سرعت سے ڈرائیونگ سیٹ میں گھس گیا۔ شاید وہ اس طرح سوبھراج سے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کررہا تھا۔

میں نے بڑھ کر سوبھراج کے لیے اگلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔

''تم آگے بیٹھ جاؤ، میں پیچھے بیٹھنے کا عادی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے عقبی نشست کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔

سوبھراج کی اس حرکت سے مجھے مایوسی ہوئی۔ اس کے پیچھے رہ کر میں اس کی بے خبری میں کسی بھی لمحے اس پر وار کرسکتا تھا۔ اس کے پیچھے بیٹھ جانے سے وہ امکان معدوم ہوگیا تھا۔ پیچھے بیٹھ کر وہ ہر لمحے ہم دونوں پر نظر رکھتا۔ میرے لیے پلٹ کر اسے زیر کرنا آسان نہیں ہوسکتا تھا۔

سوبھراج کو بے ہوش کرکے گھر اور پھر صدف مینشن لے جانے کا منصوبہ التوا کا شکار ہوتا نظر آرہا تھا۔ سوبھراج کے فیصلے کی وجہ سے پہل کرنے کا موقع میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ مجھے اپنے وار کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنا تھا۔ موقع نہ ملنے کی صورت میں اسے کسی ویرانے میں لے جاکر زبردستی بے ہوش کیا جاسکتا تھا۔

سلطان شاہ انجن اسٹارٹ کرکے گاڑی کو حرکت میں لاچکا تھا مگر اسے منزل کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد جو کچھ ہوا تھا اس میں میری کسی پیشگی منصوبہ بندی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ سوبھراج کی نیت بھانپ کر میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔ جو ہونا تھا وہ خود بخود ہوتا چلا جارہا تھا۔ اس کے نتیجے میں ہم تینوں اس کار میں یکجا ہوچکے تھے۔

سلطان نے مختصر وقفے سے دو مرتبہ دزدیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں کئی سوال مچل رہے تھے لیکن وہ خاموش رہنے پر مجبور تھا۔

''شارع فیصل سے ماڈل کالونی کی طرف چلو!'' میں نے اسے ہدایت دی اور اس نے گاڑی کی رفتار یکا یک تیز کردی۔

''ماڈل کالونی!'' پیچھے سے سوبھراج کی تحیر زدہ آواز ابھری ''یہ وہی علاقہ ہے جو آگے جاکر ملیر چھاؤنی سے مل جاتا ہے؟''

''تم ٹھیک سمجھے..... ہم چھاؤنی سے پہلے کالونی میں داخل ہوجائیں گے۔'' میں نے اطمینان سے جواب دیا ''ڈینی تیزی سے اپنے ٹھکانے بدلتا رہتا ہے۔ آج وہ ماڈل کالونی میں ہے۔''

''کوئی حرج نہیں۔ اس کی تلاش میں، میں کہیں بھی

Downloaded from https://paksociety.com

جاسکتا ہوں۔'' سوبھراج نے پرسکون انداز میں جواب دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے لہجے کی تہ میں چھپی ہوئی بے آرامی مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

سفر جاری رہا۔ گاڑی میں سکوت چھایا رہا۔ سوبھراج خاموش تھا، میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کو کس موضوع میں الجھاؤں کہ وہ مسلسل بولتا رہے۔

پھر میرا ذہن اس چھوٹے بریف کیس کی طرف منتقل ہوگیا جو اچانک سوبھراج کے ہاتھ میں نظر آیا تھا۔ صوفے کے برابر میں قالین پر رکھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہ ابتدا میں میری نظروں میں نہیں آسکا تھا۔

وہ عام بریف کیس سے نصف اور قدرے پتلا تھا۔ سوبھراج جس انداز میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا اس کی بنا پر مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ وہی اس کا سیٹ لائٹ فون تھا جسے وہ ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

''تمہارا بریف کیس بہت چھوٹا اور شان دار ہے۔ میں نے آج سے پہلے یہ سائز نہیں دیکھا۔'' میں نے اور کوئی موضوع نہ پا کر وہی ذکر چھیڑ دیا۔

''ہاں..... یہ میں نے آرڈر دے کر بنوایا ہے۔'' اس نے مختصر سا جواب دے کر بات ختم کردی۔ میں نے ایک مرتبہ پھر محسوس کیا کہ میری طرح اس کا ذہن بھی الجھا ہوا تھا۔

''خالص چرمی معلوم ہوتا ہے!'' میں نے زبردستی بات آگے بڑھانی چاہی۔

''ہاں!'' سوبھراج نے ایک لفظ میں بات وہیں ختم کردی۔

گاڑی میں دوبارہ گمبھیر خاموشی چھا گئی۔ مجھے بے نام سی خلش ستا رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس بے آرامی سے کیسے نجات مل سکے گی۔

جب گاڑی گورا قبرستان سے شارع فیصل پر دہنی طرف مڑ رہی تھی تو سوبھراج یکا یک بول پڑا ''ذرا دو منٹ کے لیے یہاں گاڑی روک لو مجھے پیشاب آرہا ہے۔''

اس کی فرمائش بہت بے ساختہ اور سرسری تھی۔ کوئی سبب نہیں تھا کہ گاڑی رد کیے سے انکار کیا جاتا۔ سلطان شاہ نے گاڑی بائیں طرف کنارے سے لگا کر روک دی۔

سوبھراج اپنے بریف کیس سمیت گاڑی سے اترا تو میں خاموش نہ رہ سکا ''بریف کیس کہاں لیے جارہے ہو؟ گیلا ہوجائے گا ہم اسے لے کر نہیں بھاگیں گے۔''

سوبھراج اچانک پلٹا اور فضا دو فائروں کے ہولناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ اس نے نہ جانے کب اور کہاں سے ایک پستول نکال لیا تھا۔ فائر بہت قریب سے کیے گئے تھے جو مہلک ثابت ہوسکتے تھے لیکن سوبھراج یکا یک کچھ اعصاب زدہ سا ہوگیا تھا، ایک گولی ہوا میں تیرتی ہوئی دور نکل گئی دوسری گولی نے میری سمت کی کھڑکی سے ونڈ شیلڈ کو چکنا چور کر دیا۔ اگر ہم دونوں بروقت نیچے نہ جھک گئے ہوتے تو دوسری گولی میرے جسم کے کسی اوپری حصے کو ضرور چاٹ جاتی۔

سوبھراج میری طرف اترا تھا اس لیے میں نے سیدھا ہونے میں ذرا ہچکچاہٹ سے کام لیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ نشانے پر تیسرا فائر کرنے کے انتظار میں وہیں کھڑا ہوا تھا یا اندھا دھند دو فائر کر کے کسی سمت میں بھاگ نکلا تھا۔

سلطان شاہ مجھ سے پہلے اپنا دروازہ کھول کر ایک پستول سمیت باہر رینگ گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے بائیں طرف تین فائر کیے تھے۔ وہ تینوں کارگر نہیں ہوسکے۔ ان فائروں کے سائے میں میں بھی گاڑی سے اتر آیا۔

سوبھراج ناہموار میدان میں دور بھاگا جارہا تھا۔ نیم تاریکی میں اس کا دراز قامت سایہ بہت نمایاں نظر آرہا تھا۔ ہم دونوں نے پوری طاقت سے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ وہ ہم سے کافی دور نکل چکا تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جستی چادروں والے احاطے کے قریب پہنچا اور زمین پر تقریباً لیٹ کر نچلے خلا میں سے دوسری طرف غائب ہوگیا جہاں گہری تاریکی کا راج تھا۔ ہم دونوں چادروں والے احاطے تک پہنچے، میں نے جھک کر نیچے سے دوسری طرف جھانکا۔ وہاں پھیلے ہوئے گھور اندھیرے میں دور تک کسی انسانی ہیولے کا نام و نشان نہیں تھا۔ آوارہ کتوں کی چند ٹولیوں نے میدان میں ڈیرا جمایا ہوا تھا۔

چادروں سے گھرا ہوا میدان بہت وسیع تھا۔ ان دنوں گورا قبرستان پر فلائی اوور کی داغ بیل نہیں پڑی تھی لیکن اس منصوبے کی ابتدا کے لیے ضروری زمین کی حد بندی شروع ہوچکی تھی۔ جستی چادروں سے گھرا ہوا علاقہ بہت سی ناجائز تعمیرات کے انہدام کے بعد وجود میں آیا تھا۔ تجاوزات کی نئی کھیپ سے بچانے کے لیے اس علاقے کے گرد ایک عارضی احاطہ کھڑا کردیا گیا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ چند منٹ میں سوبھراج وہ میدان پار کر کے دوسری طرف نکل گیا ہو۔ وہ اندھیرے اور چادروں کی باڑھ کا فائدہ اٹھا کر کہیں دبک گیا تھا۔ ہم اس طرف داخل ہونے کی کوشش کرتے تو اس کی چلائی ہوئی کسی گولی کا شکار ہوسکتے تھے۔

رات کے تین بجنے والے تھے۔ ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ مگر ہماری گاڑی شہر کی ایک اہم ترین شاہراہ کے کنارے

SCANNED BY CAMSCANNER
Downloaded from https://paksociety.com

کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں کئی گولیاں چل چکی تھیں۔ وہ آوازیں سن کر پولیس کی کوئی گشتی گاڑی ادھر آسکتی تھی۔ میں نے تیزی سے گاڑی کی طرف دوڑ لگادی۔ سلطان شاہ نے میری تقلید کی اور پولیس کی مداخلت سے پہلے ہم اپنی گاڑی میں سوار ہوکر وہاں سے روانہ ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

مجھے سوبھراج کے ہاتھ آکر نکل جانے کا گہرا قلق تھا۔ اسے خوش اسلوبی کے ساتھ ڈھیر کرنے کے چکر میں' میں نے اسے بہت مہلت دے ڈالی تھی۔

ابتدا میں وہ جوش میں آکر ڈینی کو مارنے کے لیے میرے ساتھ چل پڑا تھا لیکن راستے میں ماڈل کالونی کا ذکر سن کر اس کا ماتھا ٹھنک گیا تھا۔ وہ مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ ایک اشارہ ملتے ہی اس کی کھوپڑی سے خوش فہمی کی نقاب سرک گئی اور جوں جوں وہ اپنی ناکامی کے نتائج پر غور کرتا چلا گیا اسے یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنی مرضی سے ایک چوہے دان میں پھنسنے جارہا تھا۔ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اسے پہلا اور بدیہی خطرہ یہ محسوس ہوا ہوگا کہ رقم میرے ہاتھ میں آچکی تھی۔ میں منزل پر پہنچ کر سوبھراج سے آنکھیں پھیر لیتا تو میں ہر طرح فائدے میں رہتا۔ رقم کے ساتھ ڈینی کی خوشنودی بھی میرا انعام بن جاتی ہے۔ میں اپنے وعدے پر قائم رہتا اور اسے ڈینی تک لے جاتا تو یہ ممکن نہ ہوتا کہ سوبھراج ڈینی کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرکے وہاں سے زندہ نکل جاتا۔

ان منفی امکانات نے اس کا دماغ الٹ دیا اور بہانے سے ہماری گرفت سے نکل بھاگا۔ جب تک ہمارا سفر اطمینان سے جاری تھا' مجھے سب کچھ ٹھیک ٹھاک لگ رہا تھا۔ سوبھراج کے فرار ہوتے ہی مجھے احساس ہوا کہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر ہماری گاڑی کی طرف آتے ہوئے وہ میرے بہترین نشانے پر تھا۔ میں جب چاہتا اسے بے ہوش کرسکتا تھا مگر ڈاکٹر صادق کے چوکیدار کی گیٹ سے باہر موجودگی کی وجہ سے میں نے وہ موقع ضائع کردیا۔

سوبھراج کسی نرم و نازک وجود کا نام نہیں تھا۔ جسے آرام سے بانہوں پر سنبھالا جاسکتا۔ بے ہوش ہوتے ہی اس کا بھاری وجود کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گرتا' ایسی حالت میں اسے چند گز دور لے جانا آسان نہ ہوتا۔ چوکیدار ہماری طرف متوجہ ہوجاتا اور کھیل وہیں خراب ہوجاتا۔ اس خوف نے مجھے پیش قدمی سے روک دیا تھا۔

ویسے فضا پرسکون تھی لیکن گاڑی کی رفتار کی وجہ سے گاڑی کی ٹوٹی ہوئی ونڈ شیلڈ میں سے آنے والی تیز ہوا براہِ راست میری آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔ ہم ہوا کے تھپیڑوں میں تیزی کے ساتھ گھر کی طرف بڑھتے رہے۔

اس ناکامی کے صدمے سے میرا دماغ ماؤف تھا۔ سلطان شاہ کو بھی چپ لگی ہوئی تھی۔ اتنا بڑا واقعہ رونما ہوگیا تھا لیکن ہمارے درمیان اس بارے میں ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔ دونوں خاموش اور سوگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ہم کسی روک ٹوک کے بغیر گلشن اقبال کے علاقے میں داخل ہوگئے۔ جب ہم حسن اسکوائر کے چوراہے سے ذرا دور تھے تو اسپیڈ چیکنگ پر مامور موبائل کے باوردی عملے نے ہماری گاڑی روک لی۔

ونڈ اسکرین چکنا چور تھی اس کا وسطی حصہ نکل کر اندر اور باہر گر چکا تھا۔ ٹوٹے ہوئے کنارے ربڑ میں پیوست رہ گئے تھے۔ اس حالت میں وہ کار دور ہی سے مشتبہ نظر آرہی تھی۔ گاڑی میں ڈاکٹر صادق کی اکارڈ کے کاغذات موجود تھے۔ سلطان شاہ کا پستول میں نے دیکھ لیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اول خان کی گاڑی کی نشستوں کے نیچے کچھ نہ کچھ ہتھیار موجود ہوں گے۔ میرا خون خشک ہونے لگا کہ اب ہم ایک نئی الجھن میں گرفتار ہوجائیں گے' جس میں ہمارا کافی وقت برباد ہوگا۔ یہ بات بہرحال یقینی تھی کہ اول خان کی مداخلت کے نتیجے میں ہم کسی بڑی پریشانی سے بچ سکتے تھے۔

مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسی سپاہی کے بجائے ایک اے ایس آئی ہماری طرف آیا۔ اس نے آتے ہی ہم دونوں کو گاڑی سے اترنے کی ہدایت کی جس کی فوری تعمیل کی گئی۔

''یہ کس کی گاڑی ہے؟'' اے ایس آئی نے سلطان شاہ کو گھورتے ہوئے درشت لہجے میں سوال کیا۔

اس پولیس افسر کے لہجے میں کوئی ایسی بات پوشیدہ تھی کہ میں مداخلت کرنے پر مجبور ہوگیا۔ میں نے سلطان شاہ کے بولنے سے پہلے کہا ''یہ ایس ٹی ایف کے اول خان کی گاڑی ہے جو ہم نے ایک کام کے لیے مستعار لی ہوئی ہے۔''

''ہوں'' اس نے ذومعنی ہنکار بھر کر اپنی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز کردیں ''میں اس گاڑی کے ساتھ اس کے مالک کو بھی پہچانتا ہوں۔ اس سے بات کرکے تمہیں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ کچھ دیر بعد ہم کام ختم کرلیں گے تو تم کو ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔''

''کیا تھانے میں ہمارے خلاف ضابطے کی کوئی کارروائی ہوگی۔''

''میں وہاں سے اول خان کو فون کروں گا'' اس نے ناگواری سے جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر اس کے سامنے کردیا ''وہ ہمارے گھر پر بیٹھا ہوا ہماری واپسی کا انتظار کررہا ہوگا۔ اس کے موبائل نمبر پر بات کرلو۔''

اسے اول خان کا نمبر زبانی یاد تھا۔ نمبر ملا کر اس نے ادب اور اخلاق کے ساتھ اول خان کو صورت حال بتائی۔ اس نے فون پر مجھ سے مختصر سی بات کی اور میں نے فون دوبارہ پولیس افسر کو لوٹا دیا۔ دونوں میں کچھ دیر تک پشتو میں بات ہوتی رہی۔ اے ایس آئی کا انداز بتا رہا تھا کہ اول خان سے اس کے گہرے نیاز مندانہ مراسم تھے۔

وہ مذاکرات ختم ہوتے ہی ہمیں روانگی کی اجازت مل گئی۔ میں نے اس گلوخلاصی پر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اے ایس آئی اول خان کا شناسا نہ ہوتا تو وہ بات کافی زیادہ طول کھینچ سکتی تھی۔

ہم گھر پہنچے تو وہاں کی فضا ہی بدلی ہوئی تھی۔ وہ تینوں خوف اور سنسنی کے عالم میں گھر سے باہر پورچ میں کھڑے ہمارا انتظار کررہے تھے۔

پولیس افسر سے اول خان کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہمیں حسن اسکوائر کے قریب روکا گیا تھا۔ انہوں نے اندازہ لگالیا کہ ہمیں چند منٹ میں گھر واپس پہنچ جانا چاہیے۔

باہر گاڑی رکتے ہی تینوں باہر آئے تھے۔ گاڑی کی ٹوٹی ہوئی ونڈ شیلڈ کو انہوں نے تشویش زدہ نظروں سے دیکھا لیکن مجھے اور سلطان شاہ کو صحیح سالم دیکھ کر ان کے چہروں سے تشویش کے سائے چھٹ گئے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ویرا اور غزالہ نے ہم دونوں پر سوالات کی یلغار کردی۔ تجسس کی علامات اول خان کے چہرے سے بھی عیاں ہورہی تھی مگر وہ ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ خاموش تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دونوں عورتیں خود ہی کرید کرید کر مجھ سے ساری تفصیلات اگلوالیں گی۔ اس لیے اسے زبان کھولنے کی ضرورت نہیں تھی۔

''تم بتاتے کیوں نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ گاڑی کی ونڈ شیلڈ کیسے ٹوٹ گئی..... تم لوگوں کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی.....''

''ذرا سانس لینے دو۔ سب کچھ بتادیں گے'' میں نے اس کی بات کاٹ کر تھکے ہوئے انداز میں کہا ''آج میں نے اسے زندہ پکڑنے کے چکر میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی چوٹ کھائی ہے جسے میں عمر بھر فراموش نہیں کرسکوں گا۔''

''ونڈ شیلڈ کی حالت بتارہی ہے کہ آج خدا نے خیر کی'' غزالہ ہلکی سی جھرجھری لے کر بولی ''سامنے سے آنے والی گولی سے کچھ بھی ہوسکتا تھا۔''

''یہی غنیمت ہوا کہ وہ گولی سامنے سے نہیں آئی تھی'' سلطان شاہ بولا ''شیشہ ٹوٹ کر اندر بکھرتا تو ہمارے چہرے لہولہان ہوجاتے۔ اس کی چلائی ہوئی گولی بائیں طرف کی کھڑکی سے گاڑی میں گھسی تھی۔''

''آج کا دن ہماری گاڑیوں کے لیے منحوس ثابت ہوا ہے۔ ہماری گاڑی کا دروازہ تباہ ہوگیا۔ اول خان کی گاڑی کی ونڈ شیلڈ تباہ ہوگئی'' ویرا متاسفانہ لہجے میں بولی۔

''تمہاری گاڑی کا واقعہ کل رونما ہوا تھا۔ تم بھول رہی ہو کہ رات کے بارہ بجے تاریخ بدل جاتی ہے۔ دونوں واقعات ایک دن کے نہیں ہیں۔''

''البتہ یہ کہہ سکتی ہو کہ دونوں مرتبہ سوبھراج کے ڈرشن نے گاڑیوں کے نقصان کی بھینٹ لی ہے'' میں نے مسکراتے ہوئے لقمہ دیا۔

گھر میں موجود اول خان کے دونوں آدمیوں کو بھی وہ پریشان کن خبر مل چکی تھی اور وہ پورے واقعے کی سن گن لینے کے لیے آس پاس منڈلا رہے تھے۔

میں نے آہستہ آہستہ اس واقعے کی تفصیلات سنانا شروع کردیں۔

سوبھراج سے سامنا ہونا میرے لیے بھی ہیجان آمیز ثابت ہوا تھا۔ میری طبیعت چاہی تھی کہ اڑ کر اس پر ٹوٹ پڑوں اور ذرا سی دیر میں اسے بے دست و پا کردوں لیکن اس کی کمین گاہ میں بیٹھ کر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ویرا ابھی کم و بیش اسی کیفیت سے گزر رہی تھی۔

''تم کو اسے مہلت نہیں دینی چاہیے تھی۔ دیکھتے ہی اسے اڑا دیتے۔ قصہ وہیں ختم ہوجاتا'' میرے خاموش ہونے پر وہ جوش اور غصے کے عالم میں بولی۔

''سوبھراج کا قصہ ضرور ختم ہوجاتا لیکن ڈینی کا وہاں سے آنا بھی مشکل ہوجاتا۔ یہ خودکشی کا راستہ ہوتا۔ مجھے ڈینی کے ہر فیصلے سے پورا اتفاق ہے'' اول خان نے کہا۔

''تنقید سے آدمی کی اصلاح ہوتی ہے'' ویرا اول خان سے مخاطب ہوگئی ''میں ڈینی کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش نہیں کررہی۔ کوتاہی کی نشاندہی کررہی ہوں۔ سوبھراج جیسے مکار مجرم روز ہاتھ نہیں آتے۔ آج ایک مدت کے بعد اس کا ڈینی سے سامنا ہوا اور وہ صاف بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس واقعے پر ہم سب سے زیادہ دکھ ڈینی کو ہوا ہوگا۔ پتا نہیں اب وہ مردود کب گرفت میں آئے گا۔''

''سانپ نکل گیا۔ اب اس کی چھوڑی ہوئی لکیر کو پیٹنا بے سود ہے'' میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''اب دیکھنا ہے کہ

Downloaded from https://paksociety.com

آگے کیا ہوتا ہے؟''

''آثار اچھے نہیں ہیں؟'' اول خان اداس لہجے میں بولا ''اب تک وہ تم پر بھروسا کر رہا تھا اور تم نے اس سے رابطہ برقرار رکھا ہوا تھا۔ آج کے واقعے کے بعد اس کی دانست میں تم سے بھی ٹھن گئی ہے۔ تمہارے آدمی کے ساتھ معرکہ آرائی ہونے کے بعد وہ یہ توقع نہیں کر سکتا کہ تم اس واقعے سے بے خبر رہو گے۔''

میں نے جیب سے نوٹوں کی دونوں گڈیاں نکال کر میز پر ڈال دیں اور پژمردہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''اور کچھ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو' کم از کم گاڑیوں کے نقصان کی رقم مل گئی ہے۔ آرام سے دونوں گاڑیاں بن جائیں گی۔''

''اپنا دل بہلانے کے لیے تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو' ویرا نے بے پروائی سے کہا ''یہ بتاؤ کہ اب تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''سوبھراج ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب صرف ڈاکٹر صادق ہمارے سامنے رہ گیا ہے۔ اس نے سوبھراج کو اپنے گھر میں پناہ دے کر ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے'' میں نے کہا ''یہی نہیں' اس نے سوبھراج کی ڈاڑھ کا علاج بھی کیا ہے۔''

''ڈاکٹر اپنے مریض سے اس کا پیشہ نہیں' مرض پوچھتے ہیں اور اس کا علاج کرتے ہیں۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے'' ویرا نے نکتہ آفرینی کی ''ان کے پاس شرفا کے ساتھ چور' ڈاکو اور قاتل بھی آتے ہیں۔ وہ بلاامتیاز ان کا علاج کرتے ہیں۔ علاج معالجے کی بنیاد پر اس کی گرفت نہیں کی جا سکتی۔''

''تم ایک بات پکڑ کر بیٹھ گئیں'' غزالہ نے اعتراض کیا ''علاج ضمنی بات ہے۔ اصل جرم یہ ہے کہ اس نے سوبھراج کو اپنے گھر میں پناہ دی ہوئی تھی۔''

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے پناہ نہ دی ہو۔ وہ ڈینی کو دس ہزار روپے دینے کے لیے وہاں آیا ہو'' ویرا سنجیدگی سے بحث پر آمادہ تھی۔

''ان دونوں کا گٹھ جوڑ ہر شک و شبہے سے بالا ہے'' سلطان شاہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا ''ڈاکٹر کی گاڑی سوبھراج کے استعمال میں تھی۔ وہ ڈاکٹر کے گھر میں موجود تھا۔ اگر ان کے درمیان صرف مریض اور معالج کا رشتہ تھا تو ان واقعات کیا جواز ہے؟''

یکا یک ویرا کی ہنسی چھوٹ گئی اور وہ سلطان شاہ سے بولی۔ ''ذرا اندر جا کر آئینہ دیکھو۔ تم لال پیلے ہو کر عجیب عجیب صورتیں بنا رہے ہو۔ پتا نہیں تم لوگ ڈینی کی حمایت میں اتنے جذباتی کیوں ہو جاتے ہو۔ یہ موٹی موٹی باتیں مجھے بھی معلوم ہیں لیکن جب کوئی ڈینی کی بے جا حمایت کرتا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے ہر کام میں کیڑے نکالنا شروع کر دوں۔''

''ہم دل گرفتہ ہیں اور تم کو شوخیاں سوجھ رہی ہیں'' اول خان نے شکوہ کیا۔

''ہم رونما ہو جانے والے واقعات کو واپس نہیں لوٹا سکتے پھر روتی ہوئی صورتیں بنانے کا کیا فائدہ.....! ہم سے کوئی بھی جان بوجھ کر غلطی نہیں کرتا۔ خطا ایک بشری تقاضا ہے' ہمیں ہنس بول کر آگے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔''

''ڈاکٹر صادق!'' میں نے زور دے کر کہا ''اب وہ ہمارا پہلا نشانہ ہونا چاہیے۔ اس کے خلاف ثبوت موجود ہیں۔ تباہ ہونے والی اکارڈ اس کے گھر پر کھڑی ہے۔ کاغذات میرے پاس ہیں۔ اس کے گھر پر سوبھراج سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ اس سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا ہے۔ ایسے نام نہاد شرفا جب گرفت میں آتے ہیں تو آسانی سے بولنا شروع کر دیتے ہیں۔''

''تم اسے کہاں لے جاؤ گے؟'' اول خان نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''اسٹیشن فور میرے لیے بہترین ٹھکانا ثابت ہوتا رہا ہے۔ جب تک تم پابندی سے آزاد نہیں ہو جاتے' میرے پاس صدف مینشن کے سوا کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ جلال کے واپس چلے جانے کے بعد میں وہاں آزادی سے کام نہیں کر سکوں گا۔''

''ڈاکٹر صادق کے خلاف مضبوط کیس ہے'' اول خان بولا ''پولیس سے رجوع کیا گیا تو انہیں پورا پس منظر سمجھانے میں بہت دقت پیش آئے گی۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس وقت تم الگ رہو۔ جلال کو تازہ ترین واقعات سے آگاہ کر دو۔ آئی بی والے خود اس غدار سے نمٹ لیں گے جو سب کچھ جانتے بوجھتے سوبھراج کی مدد کرتا رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ کس محرک کی بنا پر ایسا کر رہا تھا۔''

ابتدا میں ایسے لوگ ہمارے سامنے آ رہے تھے جو ہم مذہب ہونے کی بنا پر بھارتی ایجنٹوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے پھر میں نے صدف مینشن میں سول ایوی ایشن کے اس مسلمان ملازم کو دیکھا جو حیدرآباد سے نقشے چرانے کے جرم میں پکڑا گیا تھا۔ وہ ایک بے حیثیت شہری تھا۔ اس کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ وہ پیسے کے لالچ میں غداری کا مرتکب ہو رہا تھا لیکن ڈاکٹر صادق کی حیثیت کو دیکھتے ہوئے لالچ کا تصور محال تھا۔ امکان یہ نظر آ رہا تھا کہ وہ مشترکہ دلچسپیوں کی بنا پر سوبھراج کا پرانا اور گہرا دوست تھا اور صرف دوستی نبھانے کے لیے آڑے وقت میں اس کو مدد فراہم کر رہا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔

سوبھراج فرار ہوگیا تھا لیکن ڈاکٹر صادق کے لیے بھاگنا ممکن نہیں تھا۔ اس پر کسی بھی وقت ہاتھ ڈالا جاسکتا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اسی وقت جلال کی نیند میں خلل ڈالا جاتا۔

وہ کراچی میں مصروف وقت گزارنے کے بعد اسی رات کو اسلام آباد واپس لوٹا تھا۔ وہاں بھی اسے بہت کچھ کرنا تھا۔ چارلی سے حاصل ہونے والی تازہ ترین معلومات کی روشنی میں کچھ اہم حفاظتی منصوبے بنانے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اسے بہت دیر سے بستر پر پہنچنا نصیب ہوا ہوگا۔ یہ سب سوچتے ہوئے میں نے اس سے بات کرنے کا پروگرام صبح تک ملتوی کردیا۔

''بعض اوقات جرم کا کوئی خاص محرک نہیں ہوتا۔ مجرم کو اس وقت تک اپنے جرم کی سنگینی کا ادراک نہیں ہوتا جب تک اس کا کوئی خوفناک نتیجہ سامنے نہ آجائے۔ شاید ڈاکٹر صادق کا کیس بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر رہ گئی ہے۔ جلال اپنی نیند پوری کرلے تو میں اسے بریف کردوں گا'' میں نے اول خان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''تم اس ناکامی سے بہت مضمحل اور اداس نظر آرہے ہو'' ویرا کو یکا یک میری فکر لاحق ہوگئی۔ ''تم بہت تیز بھاگنے کی کوشش کررہے تھے۔ ٹھوکر لگنی ہی تھی سو لگ گئی۔ اسے اپنے دل پر لے کر نہ بیٹھو۔ تمہیں یہ سوچ کر خوش رہنا چاہیے کہ کل تم نے اپنی بے جگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چارلی کو پکڑا تھا۔ وہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ سوبھراج آج نکل گیا ہے تو کل ہاتھ آجائے گا۔ وہ یہاں سے کہیں نہیں بھاگ سکے گا۔ اس کے فرار کی راہیں مسدود ہیں۔ اس کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل ہے۔ وہ تمہاری گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔''

ویرا اس وقت خوش رہنے کے موڈ میں تھی۔ میں نے اس کی خوش گمانی دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ میں ایک بار بتا چکا تھا کہ جلال نے پیش بندیاں کرکے سوبھراج کے فرار کی قانونی راہیں مسدود کی تھیں۔ غیر قانونی راستے بدستور کھلے ہوئے تھے۔ وہ قانون شکن تھا اور جی جان سے اپنی بقا کی لڑائی لڑ رہا تھا۔ اس سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ اس جاں سوز مرحلے پر قانون کی حدود میں رہنے کی کوشش کرے گا۔

''الفا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' چند ثانیوں کے سکوت کے بعد اول خان نے وہ سوال کرکے مجھے چونکا دیا۔

''میرا خیال ہے کہ اس وقت وہی سب سے زیادہ خطرناک ہے۔'' میں نے کہا۔

''سوبھراج سے بھی زیادہ؟'' ویرا نے استفسار طلب لہجے میں کہا۔

میں نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے جواب دیا ''وہ آزاد ہے، ہمارے پاس اس کا کوئی سراغ نہیں اور چارلی کے بیان سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ پاکستان کے لیے ان دونوں کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔ اس کے برعکس سوبھراج دفاعی لڑائی لڑ رہا ہے۔ رہا ڈاکٹر صادق تو وہ اب بے ضرر ہے۔ اس پر کسی بھی وقت ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے۔ سوبھراج اب دوبارہ اس کی طرف نہیں جائے گا۔''

''گڈ!'' ویرا مسرت آمیز آواز میں بولی ''یہ خوشی کی بات ہے کہ تم ناکامی کے صدمے سے باہر آچکے ہو اور ہر سمت میں سوچ رہے ہو۔''

''میری ناکامی پر یوں نوحہ گری نہ کرو کہ میں بھی رونا شروع کردوں'' میں نے کہا ''مقابلے میں کبھی دونوں فریق نہیں جیت سکتے۔ ایک نہ ایک ہار جاتا ہے۔ کل رات سے سوبھراج کے ستارے اس کی یاوری کررہے ہیں۔ پہلے وہ تم تینوں سے بچا پھر میرے ہاتھ سے بھی نکل گیا۔ لڑائی میں یہی سب ہوتا ہے کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں!''

''تاریخ بدلنے سے پہلے تک تم اس کے منظور نظر بنے ہوئے تھے۔ اکارڈ ٹکا لنے کے لیے پورے شہر کو چھوڑ کر اس کی نگاہِ انتخاب تم پر پڑی تھی۔ ذرا دیکھو کہ اب وہ کیا کہتا ہے'' ویرا نے مجھے اس سے بات کرنے پر اکسایا۔

''میں یہی سوچ رہا ہوں'' میں نے اس کی تجویز کی تائید کی ''ذرا اسے اتنا وقت دے دوں کہ وہ فرار کے بعد کہیں ٹک سکے۔''

''وہ ڈاکٹر کے گھر سے تمہارے ساتھ نکلا تھا۔ اس کا سیٹ لائٹ فون وہیں رہ گیا ہوگا'' اول خان نے اندیشہ ظاہر کیا ''اس سے رابطہ کیسے ہوگا؟''

''وہ ایک چھوٹا بریف کیس لے کر نکلا تھا۔'' اس بار سلطان شاہ بول پڑا ''اس کا سیٹ لائٹ فون اسی میں ہوسکتا ہے۔ سنا ہے کہ وہ اس فون کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا اور ہر وقت اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔''

''یہ بات تم نے کس سے سن لی؟ ہمیشہ بے پر کی اڑاتے رہتے ہو'' ویرا نے کہا۔

''میرا یقین نہیں ہے تو ڈینی سے پوچھ لو۔''

''سلطان شاہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس کے لیے رابطے کا وہی ایک محفوظ ذریعہ ہے ورنہ وہ اپنے موجودہ حالات میں ہر ایک سے کٹا ہوا ہے۔'' میں نے بات سنبھال لی ''یہ سمجھ میں

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں آتا کہ اس نے اپنی رقم کہاں رکھی ہوئی ہے۔ رقم اور فون دونوں اس کی بنیادی ضرورتیں ہیں۔''

''ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹر صادق کی طرح کوئی بینکار بھی اس کی مدد کررہا ہو'' اول خان نے اپنی رائے ظاہر کی'' پابندیوں کے باوجود بہت سے افسر اپنی کارکردگی میں اضافے کے لیے فرضی ناموں سے کھاتے کھلوانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ سوبھراج کے معاملے میں یہ کشش بھی ہے کہ وہ کسی مقابلے میں پکڑا یا مارا گیا تو اس کی ساری رقم بینک افسر کے حصے میں آسکتی ہے۔''

''نئی گڈیوں سے تمہارے اندازے کی تائید ہوتی ہے'' میں نے گڈیاں اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا'' مگر ان پر کسی بینک کی مہر نہیں ہے۔''

''تمہارا مشاہدہ کمزور ہے'' ویرا بولی'' نئے نوٹوں کی گڈیوں پر بینک عام طور پر اپنی مہر نہیں لگاتے کیونکہ وہ نمبروں سے گنی جاسکتی ہیں۔ استعمال شدہ نوٹوں کی گڈیوں کو کئی طرح سے سیل کر کے مہر لگانا ضروری ہوتا ہے۔ یہ بینک کی تصدیق ہوتی ہے کہ گڈی میں نوٹ پورے ہیں۔ کمی کی ذمے داری بینک پر ہوتی ہے۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں پرائے نوٹوں کی گڈیاں دیکھنے کے سوا دنیا میں اور کوئی کام نہیں ہے۔ نئے اور پرانے سب نوٹوں کے بارے میں معلومات رکھتی ہو'' سلطان شاہ نے اس بات میں بھی اپنے تبصرے کی گنجائش نکال لی۔

''تمہاری طرح بے دردی سے' بغیر دیکھے بھالے خرچ نہیں کرتی۔ رقم اپنی ہو یا پرائی' آدمی کو دردمندی کے ساتھ پیسا خرچ کرنا چاہیے'' ویرا چوکنے والی نہیں تھی۔

ان کے درمیان ہونے والی یہ تکرار شاید اور طول پکڑ جاتی لیکن اسی وقت ہمارے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سب چونک پڑے۔

میری نظر بے اختیار وال کلاک کی طرف اٹھ گئی۔ صبح کے ساڑھے تین بج چکے تھے۔ میں پریشان ہوگیا کہ اس وقت کس کا فون آگیا تھا۔

اس وقت ویرا فون کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے دوسری گھنٹی بجنے سے پہلے بٹن دبا کر اسپیکر فون آن کردیا۔ لائن ملتے ہی اسپیکر پر جلال کی آواز ابھری جس پر نیند کا ذرا بھی شائبہ نہیں تھا۔

''تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟'' اس کی آواز سن کر ویرا نے بے ساختہ کہا۔

''مجبوری ہے۔ اہم کام سامنے آجائے تو نیندیں خود ہی اڑ جاتی ہیں'' جلال کی طرف سے جواب آیا'' مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ تم بھی جاگ رہی ہو۔ پہلی گھنٹی پر فون اٹھالیا۔''

''یہاں بھی کام کا مسئلہ درپیش ہے۔ مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ اپنے ہم وطنوں کی سکھ کی نیند کے لیے تم اپنے آرام کو بھول جاتے ہو' سب سوجاتے ہیں' تم جاگتے رہتے ہو۔''

''تم بھی اسی صف میں شامل ہو'' ہلکی سی ہنسی کے ساتھ جلال نے جواب دیا'' کچھ نہ کچھ لوگوں کو ایسی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ وہاں کیا ہورہا ہے' ڈینی کہاں ہے؟''

''یہاں اپنی ناکامی پر ماتم ہورہا ہے۔ آج سوبھراج ڈینی کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ پوری بات وہی بتائے گا۔''

میں اپنی جگہ چھوڑ کر فون کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے کہا'' تم مجھے گھر پر چھوڑ کر گئے اور واقعات کا ایک نیا سلسلہ چل پڑا۔ میں اسی وقت تمہیں فون کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اس خیال سے یہ ارادہ ترک کردیا کہ تم گہری نیند سو رہے ہوگے۔''

''اپنی قسمت میں گہری نیند کہاں!'' اس کی آواز سے حسرت جھلک رہی تھی'' الفا آزاد ہے۔ چارلی کا بیان سامنے آچکا ہے اور کل دو اہم ترین حکومتی شخصیات کراچی جارہی ہیں۔ میں ان کے حفاظتی انتظامات میں مصروف تھا۔''

''کیا ان کا یہ دورہ چند روز کے لیے ملتوی نہیں ہوسکتا؟'' میں نے بے آرامی سے پوچھا۔

''ناممکن ہے۔ میں نے متعلقہ حکام سے بات کی تھی۔ انہوں نے التوا کے ہر امکان کو مسترد کردیا۔ اسی وجہ سے میری مصروفیات اچانک بڑھ گئیں۔ آرمی ہیڈ کوارٹرز والے آج صبح سات بجے کی ون تھرٹی سے اپنے کمانڈوز کا ایک یونٹ کراچی بھیج رہے ہیں۔ دونوں شخصیات کو لے جانے والی پروازوں کے اوقات میں بھی ردوبدل کیا گیا ہے۔ یہ سب طے ہوجانے کے بعد میں تھوڑی دیر پہلے گھر آیا تھا۔ کھانا کھاتے ہی میں نے تمہیں فون کیا ہے۔''

''میں جھجکتا رہا۔ تم نے فون کر ڈالا۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات تھی؟'' میں نے قدرے حیرت سے سوال کیا۔

''اس وقت الفا اور چارلی ہی سب سے زیادہ اہم تھے۔ میں جاننا چاہ رہا تھا کہ ایک بجے الفا سے تمہاری کیا بات ہوئی۔ ویرا کچھ اور کہانی سنا رہی ہے۔ اچانک سوبھراج کیسے تم سے ٹکرا گیا؟''

وہ ایک واقعہ نہیں تھا۔ واقعات کا تسلسل تھا۔ میں نے بیچ لگژری ہوٹل کے قریب سوبھراج کے نظر آنے سے لے کر آخر

Downloaded from https://paksociety.com

تک سارے واقعات ترتیب اور اختصار کے ساتھ دہرا دیے۔

''یہ حیران کن باتیں ہیں۔ کراچی میں رہتے ہوئے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے واپس لوٹتے ہی وہاں ایسے واقعات رونما ہونے شروع ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ تم نے ضرورت کے تحت بہترین فیصلے کیے۔ ان میں کہیں کوئی جھول نہیں تھا۔ یہ ہم سب کی بدقسمتی یا سوبھراج کی خوش نصیبی ہے کہ وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔''

''میری دانست میں مجھ سے صرف ایک غلطی ہوئی کہ میں نے سوبھراج کے سامنے ماڈل کالونی جانے کا ذکر کر دیا اور وہیں سے اس کے دماغ کی چرخی الٹی گھومنی شروع ہو گئی۔ وہ کراچی کا قدیم باشندہ ہے۔ شہر کے ہر گلی کوچے سے واقف ہے۔ اسے شک ہو گیا کہ میں گھر گھار کر اسے ملیر چھاؤنی میں کسی کے حوالے کر دوں گا۔ امریکیوں نے میری گرفتاری میں مدد دینے والے کے لیے لاکھوں ڈالر کا انعام مقرر کیا ہوا ہے تو ہماری حکومت نے بھی سوبھراج کا سراغ بتانے والے کے لیے دو لاکھ روپے کے انعام کا اعلان کیا ہوا ہے۔ ساری بات وہیں سے بگڑی تھی۔''

''جو کچھ ہوا' اسے بھول جاؤ۔ مجھے اس ڈاکٹر کے بارے میں بتاؤ جو سوبھراج کا پشت پناہ بنا ہوا ہے۔ سوبھراج سے پہلے اس کی خبر لینی ضروری ہے۔''

''میں اسی کے لیے تمہیں فون کرنا چاہ رہا تھا۔ پھر یہ سوچ کر صبح ہونے تک ارادہ ملتوی کر دیا کہ وہ کہاں بھاگے گا' اسے کسی بھی وقت دبوچا جا سکتا ہے۔''

''اب ہمیں خوش فہمیوں کی دنیا سے نکل آنا چاہیے۔ گزرا ہوا وقت دوبارہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو کام کرنا ہے' اسے فوری طور پر کر لینا چاہیے۔''

میں نے اسے ڈاکٹر صادق کا پورا پتا بتا دیا جو اس نے اپنے پاس نوٹ کر لیا۔

''اب اسے صبح کا اجالا دیکھنا نصیب نہیں ہو گا'' فون پر جلال کی قہر بار آواز ابھری ''تھوڑی دیر میں اسے صدف مینشن میں پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں آنے والے قیدی سورج کی روشنی اور کھلا آسمان دیکھنے کو ترس جاتے ہیں۔''

''وہاں کے پرانے قیدی کا کیا حال ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ بہتر ہو رہا ہے' تمہیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اس کی زبان کا زخم کسی علاج کے بغیر خود ہی مندمل ہو گا۔ اسے بیرونی طور پر ایسے انجکشن دیے جا رہے ہیں' جن کے اثر سے وہ تکلیف محسوس نہیں کرے گا۔''

''کیا وہ کسی جنّاتی طاقت کا مالک ہے؟'' میں نے حیرت سے سوال کیا۔

''مجھے یہ بات پہلی بار پتا چلی ہے کہ ہر جان دار کا لعاب دہن جب تک منہ میں رہتا ہے' اس کے لیے جراثیم کش' صحت افزا بلکہ اکسیر ہوتا ہے۔ باہر آتے ہی اس میں خطرناک جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جن کا الٹا اثر ہوتا ہے۔''

''شاید اسی لیے تھوک کر چاٹنے والا محاورہ تذلیل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا ''مجھے اندیشہ تھا کہ اس کی زبان کا زخم کہیں ناسور میں نہ بدل جائے۔ ایسا ہوتا تب بھی مجھے کوئی ملال نہ ہوتا۔ را کے یہ دونوں ایجنٹ اس سے بری سزا کے مستحق ہیں۔ ان پر رحم نہیں کھایا جا سکتا۔''

''زخم تازہ ہونے کے باوجود اس نے تمہارے سامنے بولنا شروع کر دیا تھا۔ الفاظ شکستہ اور لہجہ بگڑا ہوا تھا مگر اس میں بتدریج بہتری آ رہی ہے لیکن ابھی تک اس سے کوئی نئی بات معلوم نہیں ہو سکی۔''

''تم ایسے مجرموں کو بھی بہت فکرمندی سے اپنی تحویل میں رکھتے ہو۔ ان کے لیے خاص قانون ہونا چاہیے۔ یہ اپنے جرم کا اعتراف کریں اور انہیں سسکا سسکا کر مار دیا جائے۔ جب تک ایسے انجام کا خوف نہیں ہو گا' یہ دراندازیاں یوں ہی چلتی رہیں گی۔''

''ذرا دھیرج سے کام لو مہاراج!'' ہنسی کے ساتھ اس کی آواز آئی ''ہمارے جیسے قانون بھارت میں بھی نافذ ہیں۔ اس کے باوجود وہ درندگی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ اس ذکر پر مجھے ہمیشہ عبداللہ یاد آ جاتا ہے۔ وہ ایسی ہی بہیمت کا نشانہ بنا تھا۔ جنگل کا قانون چل پڑا تو وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ یہ نہ بھولو کہ ان کی دراندازیوں پر ہم خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کی سرحدوں میں آج بھی ہمارے ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔''

''ایک دوسرے کے فوجی' دفاعی اور دوسری نوعیت کے رازوں تک رسائی کی کوششیں قابلِ فہم ہیں۔ دہشت گردی کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔''

''کسی حد تک تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' اس نے درمیان میں کہا ''ان کے ملک میں تخریبی کاموں کے سرچشمے موجود ہیں۔ مختلف قوم پرست گروپ آئے دن کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے آدمی بھی کسی دہشت گردی میں ملوث نہیں رہے۔ یہ اور بات ہے کہ رائے عامہ کو بدلنے کے لیے وہ بعض واقعات میں بلاوجہ پاکستان کا نام اچھالنے لگتے ہیں۔''

''مجھے صدف مینشن میں چوپڑا نظر نہیں آیا۔ وہ کہاں

Downloaded from https://paksociety.com

ہے؟'' اچانک مجھے آرام باغ کا رہائشی بدھو لال چوپڑا یاد آ گیا جو واقعات کی کڑیوں میں ہمارا پہلا مشتر کہ قیدی تھا۔

''اس کا کیس چل رہا ہے۔ وہ عدالتی ریمانڈ پر کوٹ لکھپت کی جیل میں ہے۔ اعترافی بیانات کی وجہ سے اسے رعایت مل جائے گی۔ امکان ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ سات برس قید کی سزا ہوگی۔ وہ تمہیں کیوں یاد آ گیا؟''

''اس کی وجہ سے میں نے پہلی بار صدف مینشن میں قدم رکھا تھا۔''

''اب ڈاکٹر صادق بھی وہیں کی ہوا کھائے گا۔ کوئی ضروری بات ہو تو وقت کا خیال کیے بغیر مجھے فون کر لیا کرو۔ میرے لیے کام ہر چیز پر مقدم ہے۔''

چند رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد گفتگو ختم ہوگئی۔

''معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے شب بیداری کا پروگرام بنایا ہوا ہے؟'' ویرا نے اپنی انگڑائی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بشرے سے اضمحلال ٹپک رہا تھا۔ غزالہ بھی کچھ سست نظر آ رہی تھی۔ میں نے ویرا کے فقرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا ''تم دونوں چاہو تو اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ میری نیند اڑ چکی ہے۔ میں سوبھراج کو ٹٹولنے کے بعد چین سے لیٹ سکوں گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔'' اول خان نے ٹکڑا لگایا ''میں ڈینی کے ساتھ ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو ابرار یا دین محمد کو بلا لیا جائے گا۔ تم دونوں کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں۔ جا کر اپنے کمروں میں آرام کرو۔''

اول خان کی تائید سے ان دونوں کو سہارا ملا اور وہ تقریباً ایک ساتھ اٹھ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیں۔

''ویرا بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہے مگر آج تھکی ہوئی نظر آ رہی ہے'' ان دونوں کے چلے جانے کے بعد اول خان نے کہا۔

''وہ موڈی عورت ہے۔ میں نے سوبھراج کے ہاتھوں چوٹ نہ کھائی ہوتی تو وہ ہنستے بولتے ہوئے ساری رات گزار دیتی۔ ناکامی اس سے برداشت نہیں ہوتی'' میں نے جواب دیا۔

''تم سے پہلے وہ ناکام لوٹی تھی'' اول خان بولا ''سوبھراج کی گاڑی کو تباہ کر دینے کے باوجود کوئی اسے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔''

''وہ ایک اتفاق تھا کہ ویرا کی نظر سوبھراج پر پڑ گئی'' سلطان شاہ نے وضاحت کی ''ویرا اس کی گاڑی کا نمبر نوٹ کر کے بہت خوش تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ نمبر بتا کر ڈینی کو حیران کر دے گی۔ یہاں پہنچی تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ سوبھراج نے فون کر کے خود ڈینی کو ہر بات بتا دی تھی۔ ویرا اسی وقت بجھ سی گئی تھی۔''

''یہ کہو کہ وہ اپنا جھنڈا اونچا رکھنا چاہ رہی تھی۔ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تو وہ اداس ہوگئی' یہ بچگانہ باتیں ہیں۔''

''اب بھی جھنڈا اسی کا اونچا ہے'' میں نے کہا ''وہ سوبھراج کو نہ دیکھتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ ویرا کے تیز مشاہدے کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ سلطان شاہ نے سوبھراج کی گاڑی کو ناکارہ کر دیا اور اسے عجلت میں ٹیکسی سے بھاگنا پڑا۔''

''ہاں' یہ کہہ سکتے ہو'' اول خان بولا ''گاڑی تباہ نہ ہوتی تو سوبھراج تم سے رجوع نہ کرتا۔ اپنی ناکارہ ڈاڑھ نکلوا کر مزے سے آرام کر رہا ہوتا۔''

''ویرا کا سوچنے کا اپنا انداز ہے'' سلطان شاہ ہنس کر بولا ''یہ باتیں اس کی عقل میں آ گئی ہوتیں تو وہ اس وقت بھی یہاں بیٹھی ہوئی ہوتی۔''

اول خان چائے کا رسیا تھا۔ باتوں کے ساتھ ساتھ چائے کا ایک دور چلا پھر اس نے سوبھراج سے ملے ہوئے ساٹھ ہزار روپوں کو اٹھا کر رکھنے کی بات کی تو میں نے اس مالِ غنیمت میں سے تیس ہزار روپے الگ کر کے اس کی طرف بڑھا دیے۔

میری طرف سے رقم کی پیش کش پر اول خان یوں بھڑکا جیسے میں نے اسے کوئی گالی دے ڈالی ہو۔ میں مشکل سے اسے ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل سے وہ مجھ سے صرف بیس ہزار روپے لینے پر آمادہ ہو سکا۔

میں نے اسے سمجھایا کہ سوبھراج نے دونوں گاڑیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے ازالے کے لیے سوبھراج کے ساٹھ ہزار روپے ہی استعمال ہونے چاہیے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ ونڈ شیلڈ چھ سات ہزار روپے میں بدل جائے گی۔ وہ میری دلیل کو مان لے تب بھی اس سے زیادہ رقم قبول نہیں کرے گا۔ میری کار کو زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ میں دروازہ بدلوا دیتا تب بھی دس پندرہ ہزار روپے سے زیادہ رقم درکار نہ ہوتی۔ تاوان کی رقم دونوں گاڑیوں کے نقصان سے زیادہ تھی۔

یہ فیصلہ سلطان شاہ کا تھا کہ جھگڑا ختم کرنے کے لیے ایک اور دو کے تناسب سے بانٹ لی جائے' ہم دونوں کے یک زبان ہونے کے بعد اول خان کو سر تسلیم خم کرنا پڑا مگر اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس فیصلے سے خوش نہیں تھا۔

وہ ایک ایمان دار اور ریٹائرڈ فوجی افسر تھا جس نے اپنی پوری زندگی صبر و قناعت کے ساتھ بسر کی تھی اور ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے گزارے کے لیے اسپیشل ٹاسک فورس میں کام

Downloaded From https://paksociety.com

کر رہا تھا۔

اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ مال و دولت کی طمع سے بے نیاز رہ کر اپنے کام میں مصروف رہنے کا عادی تھا۔ ہمارے طویل ساتھ میں وہ پہلا موقع آیا تھا کہ کسی رقم کی تقسیم کی نوبت آئی تھی۔ میرے بجائے اس نے سوبھراج سے وہ رقم وصول کی ہوتی تو شاید اسے جوں کا توں اپنے کسی بڑے کے حوالے کر دیتا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہاتھ آنے والی کسی بھی شے کو ذاتی تصرف میں لانا وہ گناہ تصور کرتا تھا اور ساٹھ ہزار روپے کی رقم کو بھی اسی زمرے میں شمار کر رہا تھا۔

''پانچ بج رہے ہیں۔ اب تک وہ کہیں نہ کہیں اپنا پڑاؤ ڈال چکا ہوگا'' سلطان شاہ نے موقع ملتے ہی کہا ''اس سے بات کر لو۔ اسے کوئی اور ٹھکانا میسر نہ آیا تو وہ ایک مرتبہ پھر کسی پائپ میں اپنا ڈیرا جما چکا ہوگا۔''

''اب نمٹ لیا جائے تو بہتر رہے گا'' اول خان نے اس کی تائید کی ''ایک مرتبہ سورج کی روشنی پر نگاہیں پڑ گئیں تو نیند نہیں آئے گی' سورج طلوع ہونے سے پہلے ہم تینوں دو تین گھنٹوں کی نیند لے لیں تو آنے والا دن اچھا گزرے گا۔''

میں نے سوبھراج کا سیٹ لائٹ فون نمبر ملانا شروع کر دیا۔

حالات کی ستم ظریفیوں کا شکار ہو کر وہ اس وقت ہر طرف سے تنہا ہو چکا تھا۔ شہر میں اس کے ڈاکٹر صادق جیسے دوست موجود تھے لیکن اسے کسی پر بھروسا نہیں رہا تھا۔ میری طرف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو فوری طور پر جواب مل گیا۔

''گاڑی تمہیں واپس مل گئی؟'' میں نے رابطہ ہوتے ہی گمبھیر لہجے میں سوال کیا۔

دوسری طرف سے کئی لمحوں کی تاخیر سے جواب آیا ''ہاں' مل گئی!''

یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا سوال اس کے لیے غیر متوقع رہا ہو۔ وہ تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں میرے آدمی سے تصادم مول لے کر مجھ سے دشمنی کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ میرے برہم نہ ہونے پر اس کا ششدر رہ جانا فطری امر تھا۔

''مگر میرا آدمی ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ کہاں ہے؟'' میں نے اسی لہجے میں پوچھا۔

اول خان اور سلطان شاہ سے اس بارے میں کوئی تبادلۂ خیال نہیں ہوا تھا کہ میں سوبھراج سے کیا بات کروں گا۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ فون پر اس سے کھل کر تو تکار ہوگی۔ جو بات بگڑ چکی تھی۔ اس کا سنبھلنا بہت محال تھا۔ اس کی آواز سن کر یہ خیال میرے ذہن میں کوندے کی طرح لپکا تھا کہ مجھے اپنی طرف سے بدکلامی کی ابتدا نہیں کرنی چاہیے۔ سوبھراج کوئی غلط بات کہتا تو میں اس کا بھرپور جواب دینے کے لیے آزاد تھا۔

وہ دونوں گفتگو کے نرم آغاز پر بہت حیران تھے اور اپنی اپنی جگہوں پر سنبھل کر بیٹھ گئے تھے۔ آتشیں اسلحے کے ساتھ دو بدو مقابلے میں سوبھراج سے ہار جانے کے بعد وہ زبانی معرکہ آرائی ان دونوں کے لیے دلچسپی کا باعث تھی۔

''مجھے اندیشہ تھا کہ وہ تمہارے پاس واپس نہیں لوٹے گا۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے تمہارے دس ہزار کے علاوہ اسے پورے پچاس ہزار روپے تمہارے اور اس کے انعام کے دے دیے۔ اسی وقت اس کی آنکھوں میں لالچ کی چمک پیدا ہو گئی تھی'' سوبھراج کھل کر جھوٹ بول رہا تھا نہ پورا سچ بتا رہا تھا۔ ہر طرف خطرات میں گھر جانے کے باوجود اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میری طرح اس نے کوئی پیشگی تیاری نہیں کی ہوئی تھی۔ اس نے جس صفائی سے اپنی لگائی ہوئی غداری کی قیمت کو انعام میں تبدیل کیا تھا اس پر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ افسانہ طرازی میں سوبھراج بہت آگے تھا۔

اسی لمحے سوبھراج کی کھلی اور برجستہ دروغ گوئی کا سبب بھی میرے ذہن میں آ گیا۔ وہ بہت نچلی سطح سے تیزی کے ساتھ اوپر آیا تھا اور پھر سیاسی میدان میں جوڑ توڑ کر کے اس نے ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا۔ اصول پرست' جدی پشتی سیاست دانوں کے برعکس وہ ریت کا ایک حقیر ذرہ تھا جو اپنی کسی صلاحیت کے بجائے ہوا کے گرداب میں آ کر اوپر ہی اوپر' آسمان کی طرف اٹھتا چلا گیا تھا۔ اس کا شمار ان سیاست دانوں میں کیا جا سکتا تھا جنہوں نے اپنے جھوٹ اور قلابازیوں سے معاشرتی خدمت کے اس مقدس شعبے کو بے توقیر کر دیا تھا۔ وہ بنیادی طور پر جرائم پیشہ تھا لیکن یہ حالات کی ستم ظریفی تھی کہ مورد الزام ٹھہرائے جانے سے پہلے وہ ایک سیاست داں کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔

جھوٹ اس نام نہاد سیاست داں کا فن تھا' فریب اس کا ہنر۔ وہ پل بھر میں اپنی کہی ہوئی بات کی کوئی بھی تاویل پیش کر کے قلابازیاں کھانے کا عادی تھا۔ اس کے لیے حاضر دماغی کے ساتھ جھوٹ بولنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ یہ غنیمت تھا کہ اس وقت اس کے جھوٹ کی روانی میں کچھ سچ بھی

Downloaded from https://paksociety.com

خان آصف (مرحوم) کی

بے مثال اور یادگار تحریر

شائع ہو گئی ہے

سفیرانِ حرم

قیمت 225 روپے

ڈاک خرچ 25 روپے

(امام ابو مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ،
امام ابو حنیفہؒ کے حالات و واقعات زندگی)

دعوت حق دینے والی جلیل ارواح کی داستان جنہوں نے اپنے اخلاق، کردار اور علم سے دینِ اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ ظالم اور جابر حاکمانِ وقت کے سامنے سینہ سپر ہو کر صدائے حق بلند کی اور اپنے نام اور کام کو رہتی دنیا تک لوگوں کیلئے مشعل راہ بنا گئے۔

(چاروں ائمائے کرام کی خدمت میں خان آصف کا اظہار عقیدت)

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

Downloaded from https://paksociety.com

شامل تھا جس کا میں عینی شاہد تھا۔

''تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ انعام میں اتنی بڑی رقم پا کر اس کا دماغ خراب ہوگیا ہوگا۔ اب میرے دس ہزار بھی خطرے میں ہیں۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔'' میں نے گہرے متاسفانہ لہجے میں اس سے احتجاج کیا۔

''میرے لیے تمہارا آدمی تم جیسا تھا کیونکہ وہ تمہاری نمائندگی کررہا تھا۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں وہاں آسکا تو اسے تمہارے دس ہزار کے ساتھ انعام بھی دوں گا۔ میرا خیال تھا کہ اسے انعام میں ایک بڑی رقم دے کر میں تم پر بوجھ ڈال رہا ہوں۔ رقم ملتے ہی اس نے تمہارے خلاف زہر اگلنا شروع کردیا۔''

''کیا کہہ رہا تھا وہ؟'' میں جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے پر تل گیا تھا۔

''چھوڑو اس نمک حرام کی باتوں کو..... بلاوجہ تمہیں تکلیف ہوگی'' اس مفروضہ آدمی کے غائب ہوجانے کی خبر پا کر سوبھراج شیر ہوگیا تھا۔

''مجھے اپنی آستین کے سانپوں کے بارے میں ہر بات کا علم ہونا چاہیے۔''

''اسے شکوہ تھا کہ تم نشے میں مست ہوکر سو رہے تھے اور اس کی رات خراب کرادی تھی۔ اس وقت تمہاری آواز بالکل صاف ہے۔ نشہ کرنا تو دور کی بات ہے' تمہاری آواز میں نیند کا خمار تک نہیں ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اسے مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں اسے انعام دے چکا تھا۔ مجھے تمہاری غیبت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔''

''بعض لوگوں کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ رات ہونے سے پہلے میرے آدمی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ میں اس کی کھال میں بھس بھروادوں گا۔''

میرا دعویٰ سن کر شاید سوبھراج کو ذہنی جھٹکا لگا تھا۔ اسے یہ توقع نہیں رہی ہوگی کہ میں اتنی تیزی سے اپنے باغی تک رسائی حاصل کرسکوں گا۔ اس نے قدرے توقف سے کہا ''وہ خطرناک آدمی تھا۔ اس نے مجھے تمہارے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ بہت بڑے انعام کی خاطر مخبری کرکے تمہیں مروانے کی بات کررہا تھا۔''

''اس انعام کے لیے تم کسی بھی وقت کوشش کرسکتے ہو۔''

''جس شخص نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو آگ لگادی ہو' اس کے لیے بڑے سے بڑے انعام کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی'' اس کا لہجہ تکبر آمیز ہوگیا ''وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اکیلا تمہارے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ میں اس کا ساتھ دوں تو وہ تمہارا تختہ الٹ سکتا ہے۔''

''اوہ! تو اس کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا!'' میں نے غرا کر کہا ''تم نے اس کا منہ نہیں توڑا؟''

''دیکھو ڈینی! میں بھی ایک انسان ہوں۔ بہت سے مسائل میں گھرا ہوا ہوں'' اس نے نرم لہجے میں مجھے سمجھانے کی کوشش کی ''سچ پوچھو تو میں اس کی باتوں میں آکر کچھ دیر کے لیے بہک گیا۔ میں نے سوچا کہ تم میرے دوست' ہمدرد اور محسن ضرور ہو لیکن تمہاری قربانی دے کر میں اپنے سفید دشمنوں کی ناراضی دور کرسکتا ہوں۔ وہ مجھے معاف کردیں تو میری زندگی بہت آسان ہوجائے گی۔ میں اس کے ساتھ روانہ ہوگیا۔''

وہ سوچ سوچ کر' اپنی کہانی کو مرحلہ وار مگر بہت مربوط انداز میں آگے بڑھا رہا تھا۔ وہ ذرا خاموش ہوا تو میں نے اسے ٹوک دیا۔ ''بولتے رہو۔ میں تمہاری کہانی سن رہا ہوں۔''

''میں اس کے ساتھ روانہ ہوگیا مگر میرے دل و دماغ میں ایک بھونچال سا آگیا۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کررہا تھا کہ میں اپنے ایک محسن پر چوری سے وار کرنے جارہا ہوں' میں کافی دیر تک اسی عذاب میں مبتلا رہا پھر اندر کی آواز ہر خود غرضی پر غالب آگئی۔ گورا قبرستان پر میں نے خاموشی سے اس کا ساتھ چھوڑ دینے کی کوشش کی' اس نے مجھے للکارا اور میں گولیاں برساتا ہوا وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے بھی فائر کیے مگر میری زندگی تھی کہ میں بچ نکلا۔''

''سوبھراج! یہ بہت برا ہوا'' میں نے مضطربانہ آواز میں کہا ''وہ بہت کمینہ اور کینہ پرور آدمی ہے۔ میرے ساتھ تمہارا بھی دشمن ہوجائے گا۔''

''میں نے تمہیں ہر بات سچ سچ بتادی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ پر مسلط ہونے والے شیطانی خیال سے بھی آگاہ کردیا ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ' تمہارا باغی بہت کچھ کرسکتا ہے لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں روپوش ہوں۔ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔''

''اس خوش فہمی میں نہ رہو۔ گاڑی پہنچانے کے بہانے اس نے تمہارا ٹھکانا دیکھ لیا ہے۔ میرا رخ کرنے سے پہلے وہ تمہیں ٹھکانے لگائے گا کیونکہ تم اس کی بدنیتی کے اکلوتے گواہ ہو۔''

''میں اس ٹھکانے پر کبھی نہیں رہا۔ میں تمہیں پہلے ہی

Downloaded from https://paksociety.com

بتا چکا تھا کہ مجھے صرف رقم دینے کے لیے وہاں آنا تھا۔ وہ وہاں سے مایوس لوٹے گا۔''

''وہ اس گھر میں رہنے والوں کی زندگی جہنم بنا دے گا'' بات آگے بڑھنے کے ساتھ میری طبیعت میں اشتعال آتا جارہا تھا۔ سوبھراج نے جھوٹ اور سچ کے امتزاج کے ساتھ بہت خوبصورتی سے اپنی بے گناہی کی داستان مجھے سنا ڈالی تھی اور میں حقیقت سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود اس کا کچھ بگاڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

''مجھے یہ بھی اندازہ تھا۔ کھسیانی بلی ہمیشہ کھمبا نوچتی ہے۔ تم بدنام ہوتو میں بھی نیک نام نہیں ہوں اور کچھ نہ ہوسکا تو وہ مردود کسی ایجنسی کو میرے ڈاکٹر کے پیچھے لگا دے گا۔ اس بے چارے کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے اپنے کلینک تک آنے کے لیے اپنی گاڑی مجھے دی تھی۔ وہ منحوس حادثہ نہ ہوا ہوتا تو مجھے آج کا دن نہ دیکھنا پڑتا۔''

''تم نے اس کا کیا توڑ سوچا ہے؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''سرکاری ایجنسیوں کے لیے سوبھراج ایک ڈراؤنا خواب بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ ہاتھ دھو کر کسی کے پیچھے پڑ جائیں تو اس کی زندگی کو جہنم بنا دیتے ہیں۔ وہ مرنے کی آرزو کرنے لگتا ہے لیکن موت اس سے دور کھڑی ہو کر ایسی زندگی سے لرزہ براندام رہتی ہے'' میرے مفاہمانہ رویے کی وجہ سے سوبھراج کے اعتماد میں اضافہ ہو چکا تھا اور وہ بہت روانی کے ساتھ بول رہا تھا'' مجھے معلوم تھا کہ میرے چکر میں وہ بے چارے ڈاکٹر کو ایک بار اٹھا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکوں گا۔ اس کا ایک ہی علاج تھا کہ ڈاکٹر ان کی رسائی سے بہت دور' اتنی دور نکل جائے کہ وہ اپنے خواب میں بھی اس پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔ میں نے تمہارے آدمی کے چکر سے نکلتے ہی ڈاکٹر کو ایک جھٹکے میں ہمیشہ کی نیند سلا دیا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ میں اس طرف سے بالکل بے فکر ہوں۔''

سوبھراج کی زبان سے وہ خبر سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے ایک محسن کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا سوبھراج!'' میرے دل کی گہرائیوں سے آواز نکلی'' اپنی اس حرکت کا انکشاف کر کے تم نے میری نظروں میں اپنا مقام کھو دیا ہے۔ ڈاکٹر تمہارا محسن تھا۔ تم نے اسے عذاب سے بچانے کے لیے نہیں' اپنی جان بچانے کے لیے مارا ہے۔ وہ یقینی طور پر کچھ ایسے رازوں سے واقف رہا ہوگا جن کے فاش ہونے سے تمہاری سلامتی خطرے میں پڑ جاتی۔ میرے آدمی کے بہکاوے میں آ کر تم مجھے مارنے کی آدھی کوشش کر چکے ہو۔ کل تم میری جان لینے کی کوشش بھی کرسکتے ہو۔ تم اعتماد کے قابل نہیں ہو۔ خونی بھیڑیے ہو جو بھوک سے مرنے کے بجائے اپنے کسی کمزور ساتھی کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔''

اس کے اعتراف کے نتیجے میں مجھے اپنے دل کا وہ غبار ہلکا کرنے کا موقع مل گیا تھا جو ابتدا سے میرے دل میں جمع ہو رہا تھا۔

''تم بلاوجہ جذباتی ہو رہے ہو۔'' میرے تیز و تند فقروں کے جواب میں اس نے مشتعل ہوئے بغیر کہا'' شاید میں نے تم سے سچ بول کر غلطی کی ہے۔ میں تمہیں کوئی فرضی کہانی سنا دیتا تو تم مطمئن ہو جاتے۔ ڈاکٹر کی طرف سے میرا دل صاف تھا۔ مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا میں نے اسے اس کی بھلائی کے لیے مارا ہے۔ ہر شخص سوبھراج نہیں ہوتا۔ وہ عیال دار اور ذی حیثیت آدمی تھا۔ اپنی زندگی میں کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جیتے جی اپنی عمر بھر کی ساکھ اور کمائی سے ہاتھ اٹھا لینا آسان نہیں ہوتا۔ وہ زندہ ہوتا تو ایجنسیوں والے اس کے نام کو اس کے گھرانے اور خاندان کے لیے ایک گالی بنا دیتے۔ تم ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کیوں نہیں کرتے۔''

''مجھے کسی بات پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے رکھائی سے جواب دیا'' تمہارے ہاتھ اپنے محسن کے خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ میرے لیے اتنی بات کافی ہے۔''

''میں تمہارے آدمی کی شیطانی باتوں میں آ جاتا تو شاید تمہیں ہمیشہ کے لیے کھو دیتا مگر مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔''

''دوستی عزیز ہوتی تو تم میرے آدمی کی باتوں پر دھیان دینے کے بجائے اسے بے دست و پا کر کے میرے سپرد کرتے۔ اس کی پیروی نہ کرتے۔''

''میں پہلے ہی مان چکا ہوں کہ وہ میری غلطی تھی۔''

''میرے لیے یہ معمولی بات نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ میرے شکار کے لیے چل پڑے تھے۔'' رفتہ رفتہ میرا پارا چڑھتا جارہا تھا مگر میں نے بہت مشکل سے خود کو قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اسے ملامت کرنے کے ساتھ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے تعلقات کے بگاڑ میں میری طرف سے کوئی پہل ہو۔

''تم اس حقیقت کی قدر کیوں نہیں کرتے کہ میں اپنی جان پر کھیل کر راستے میں ہی اس سے الگ ہو گیا تھا۔''

''تم نے جس بے دردی سے ڈاکٹر کو مارا ہے اس کی بنا پر مجھے پورا یقین ہے کہ تم میری محبت میں نہیں بھاگے تھے' تم کو

Downloaded from https://paksociety.com

میرے آدمی پر کسی سازش کا شبہ ہوگیا تھا۔'' میں اس کی باتوں کا سہارا لے کر گفتگو کو حقائق کی طرف لے جانے کی کوشش کررہا تھا۔

تم ڈاکٹر کی مثال کو لیے بیٹھے ہو۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اسے بروقت زندگی سے چھٹکارا دلا کر میں نے اس پر احسان کیا ہے وہ زندہ رہتا تو مردوں سے بدتر حال کو پہنچا دیا جاتا۔ تم ان واقعات کو میری نظروں سے دیکھنے کی کوشش کیوں نہیں کررہے!''

اس نے بہت چالاکی سے کام لیتے ہوئے ڈاکٹر صادق کو اپنی راہ سے ہٹا دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکا تھا کہ سوبھراج اپنے تحفظ کے لیے پلٹ کر اس پر وار کرگزرے گا۔ اس اہم گواہ پر ہاتھ ڈالنے کی امیدیں خاک میں مل چکی تھیں اور وہاں جانے والے' آئی بی کے آدمیوں کو بے نیل ومرام لوٹ آنا تھا۔ وہ کٹھن حالات میں گھرا ہوا ہونے کے باوجود مجھے بار بار حیران کیے دے رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لڑائی کا اختتام کہاں ہوگا۔

''اب تک میں نے تمہارے لیے جو کچھ کیا وہ تمہارے سامنے ہے۔ اپنی نازیبا حرکتوں کا تم خود اعتراف کررہے ہو۔ اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ تم حیلوں اور بہانوں سے مجھ سے ملنے سے کتراتے رہے ہو۔ اب یہ ڈراما ختم ہونا چاہئے اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے اور تم اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنا چاہتے ہو تو اب تم کو میرے سامنے آنا ہوگا۔''

''میں نے انکار نہیں کیا۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ مناسب وقت پر میں تم سے ضرور ملوں گا۔''

''میری دانست میں وہ وقت آچکا ہے۔ آج کا سورج طلوع ہونے کے بعد تمہیں مجھ سے ملنا ہوگا ورنہ ہمارے راستے جدا ہوجائیں گے۔''

''یہ ممکن نہیں ہے۔ کراچی میں حالات اچھے رخ پر نہیں جارہے میں فوری طور پر ایک سفر پر نکلنے کا ارادہ کرچکا ہوں۔ واپسی پر تم سے ضرور ملاقات ہوگی۔''

آخر کار میرے اندیشے درست ثابت ہورہے ہیں۔ اس کے ساتھ اپنی گفتگو کو قابو میں رکھ کر میں نے ایک کامیابی حاصل کرلی تھی اور یہ بات سامنے آگئی تھی کہ وہ کراچی سے فرار ہونے کی فکر میں تھا۔

''تم کہاں جارہے ہو؟'' میں نے ترشی سے سوال کیا۔ میں اس پر یہ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا کہ اس کے سفر پر جانے کی خبر میرے لیے ذرا بھی اہم نہیں تھی۔

''اس وقت کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں ہے جدھر راہ ملی ادھر نکل جاؤں گا۔''

''ملک چھوڑ کر بھاگ رہے ہو؟'' اس بار میں نے گہرے طنز سے پوچھا۔

''ملک چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گا۔'' اس کی حسرت زدہ آواز آئی ''یہاں کی مٹی سے جو کچھ کمایا تھا وہ یہیں خاک کر دیا۔ یہاں رہنا شاید میرا مقدر بن چکا ہے۔ ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں میرا نام آجانے کے بعد میرے باہر جانے کی راہیں مسدود ہوچکی ہیں۔ شمال بہت خوب صورت ہے میں کسی گمنام گاؤں میں کچھ دن گزاروں گا جب گرد بیٹھ جائے گی تو خاموشی سے لوٹ آؤں گا۔''

میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا لیکن میں اسے چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وہ اتنا بھولا بھالا نہیں تھا کہ ملک سے نکلنے کے دوسرے راستوں سے بے خبر ہوتا۔

''میں تمہیں کل تک کا وقت دے چکا ہوں۔ تم نے یہ وقت گزار دیا تو پھر میں خود تمہاری تلاش میں نکلوں گا۔ اس کے بعد ہمارا سامنا کسی اور انداز میں ہوگا۔''

''تم جذباتی ہورہے ہو۔ میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں!''

''کہنے سننے کا وقت گزر گیا۔ اب تمہیں اپنے عمل سے اپنی نیک نیتی ثابت کرنا ہوگی۔ دوسری صورت میں تم میری مخاصمت مول لوگے۔''

''میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور آنے والے وقت کے لیے اس رشتے کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔'' اس کی آواز بدستور نرم اور مصالحانہ تھی۔

گندی سیاست اس کے خون میں شامل ہوچکی تھی وہ اس وقت مجھ پر اسی کے داؤ آزمانے کی کوشش کررہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل چاہا کہ اسے کھل کر بتادوں کہ وہ جسے میرا آدمی سمجھ رہا تھا وہ میں خود تھا لیکن میرے اس انکشاف سے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں تھی۔ اس کے برعکس یہ امکان ظاہر تھا کہ وہ مفاہمت کا رویہ ترک کرکے مجھ سے کنارہ کش ہوجاتا۔

''میں اپنے طور پر تم تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوسکا تو ہماری پہلی ملاقات تمہاری مرضی سے ہوگی مگر میری یہ بات یاد رکھنا کہ ڈاکٹر کو مار کر تم نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔''

''اس وقت تمہیں سمجھانا مشکل ہے میں کسی بھلے وقت میں تم سے بات کروں گا۔''

وہ میری دوسری کامیابی تھی۔ تلخ وترش باتیں ہوجانے کے باوجود وہ مجھے مستقبل میں رابطے کی خبر دے رہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''بعد کی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی'' میں نے سرد مہری سے کہا ''اس وقت کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم اپنی مصلحتوں کے اسیر ہو۔ مجھ سے تعاون کے طلب گار ہو لیکن میرے اوپر مکمل بھروسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ تمہارا دوغلا رویہ میرے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اصل غصہ اس بات پر ہے کہ میں نے ڈاکٹر کو کیوں مار دیا۔ تم نے دوسری باتوں کو بھی اس کے خون سے ملا لیا ہے۔ چھاپے والے دن سے مدن لال اور اس کے بیٹے کا کوئی پتا نہیں ہے۔ کچھ نہیں معلوم کہ وہ دونوں کہاں ہیں اور کس عذاب سے گزر رہے ہیں۔ ڈاکٹر زندہ رہتا تو وہ بھی ان دونوں کی طرح اچانک غائب ہو جاتا۔ کسی کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں گیا۔ یہ سب.....''

''اب ہماری ملاقات پر یہ سب باتیں طے ہوں گی'' میں نے اس کی بات کاٹ کر سپاٹ لہجے میں کہا ''اس وقت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ وضاحتیں کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ ورنہ بات بڑھ جائے گی۔''

''غصہ اتر جائے تو مجھے فون کر لینا ورنہ میں خود تم سے بات کروں گا۔''

اس کا جواب سن کر میں نے فون بند کر دیا۔

''یہ بہت برا ہوا'' اول خان اضطراری لہجے میں بولا ''سوبھراج لومڑی کی طرح چالاک ہے۔ اس نے پہلی فرصت میں ڈاکٹر کو مار ڈالا۔''

''ہر غدار کا انجام اسی قدر عبرت ناک ہوتا ہے'' میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا ''جلد ہی سوبھراج بھی مکافاتِ عمل سے دوچار ہوگا۔ قدرت اسے ڈھیل دے رہی ہے۔ یہ رسی یا دہ دراز نہیں ہونے پائے گی۔''

''اس نے خود ہی تمہیں ہر بات بتا ڈالی!'' سلطان شاہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

''اس میں برابر کا جھوٹ شامل تھا۔ اپنا دامن بچائے رکھنے کے لیے اس نے ہر گناہ میرے سر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔''

''تمہیں بتا دینا چاہیے تھا کہ تم اس کے جھوٹ سے واقف ہو کیونکہ تم نے خود وہ گاڑی ڈاکٹر کے گھر پہنچائی تھی۔''

''یہ معلوم ہوتے ہی سب راستے بند ہو جاتے'' اول خان نے سلطان شاہ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ''ڈینی نے بے خبری ظاہر کر کے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں، وہ ناکامی میں بدل جاتیں۔ اس سے ٹکراؤ بہت آسان تھا۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوتا۔''

''تم کن کامیابیوں کا ذکر کر رہے ہو؟'' سلطان شاہ نے پوچھا۔ شاید وہ میری اور سوبھراج کی باتوں کے رموز و نکات کو سمجھنے میں ناکام رہا تھا۔

''سب سے پہلا معاملہ ڈاکٹر صادق کے قتل کا ہے۔ وہ نہ بتاتا تو کل بلکہ تھوڑی دیر بعد آئی بی والے ڈاکٹر کے قاتل کی تلاش میں اپنا سر کھپا رہے ہوتے؟''

''یہ بات سمجھ میں آتی ہے'' سلطان شاہ نے اعتراف کیا۔

''یہ پتا چل گیا کہ وہ شہر چھوڑ رہا ہے لیکن پھر بھی ڈینی سے اپنا رابطہ استوار رکھنا چاہتا ہے۔ یہ چھوٹی کامیابیاں نہیں ہیں۔''

اول خان ان باتوں کو اہمیت دے رہا تھا۔ وہ نکات میری نظروں میں بھی تھے لیکن میرے لیے ان کی زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ بنیادی بات یہ تھی کہ سوبھراج ایک مرتبہ پھر ہماری دسترس سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ ملک کے کسی دور افتادہ شمالی علاقے میں پناہ لیتا یا ملک سے باہر نکل جاتا۔ دونوں صورتوں میں ہمارے لیے اس کا سراغ حاصل کرنا دشوار ہوتا۔ اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوجود وہ اپنی آزادی کا کامیابی سے تحفظ کر رہا تھا۔ اس وقت وہ تصور میرے لیے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے؟

اس رات کے لیے کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اول خان نے تقریباً وہ پوری رات ہمارے ساتھ گزاری تھی۔ وہ روانگی کے لیے اٹھا تو میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی کہی ہوئی یہ بات میرے ذہن میں گردش کر رہی تھی کہ وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کچھ دیر کی نیند لینے کا خواہاں تھا۔

''اب تم کب تک سوگ کی حالت میں بیٹھے رہو گے۔ کمرے میں جا کر کچھ دیر کے لیے آرام کر لو'' اول خان کے جانے کے بعد سلطان شاہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''میں ناکامی کا سوگ منانے کا قائل نہیں ہوں۔ مجھے ایک فون کا انتظار ہے'' میں نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر کہا۔

''کیا سوبھراج سے کوئی توقع کر رہے ہو؟'' اس کی نظروں میں حیرت تیر گئی۔

''وہ اب کئی دن کے لیے غائب ہو جائے گا، مجھے.....''

میری بات ادھوری رہ گئی کیونکہ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

میری توقع کے مطابق دوسری طرف سے جلال بول رہا تھا۔ اس کی آواز سے پریشانی مترشح تھی ''میرے آدمیوں کو وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ خواب گاہ میں ڈاکٹر صادق کی لاش پڑی ہوئی ملی ہے۔ کسی نے اسے بستر پر گلا گھونٹ کر مارا ہے۔''

''تمہارے آدمیوں نے حیران کن تیزی دکھائی ہے'' میں نے اسے دلاسا دیا ''یہ اور بات ہے کہ ہمارا حریف ان سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا ہے۔''

''تم کس حریف کی بات کر رہے ہو..... سوبھراج تو وہاں سے نکل گیا تھا۔''

''اس نے واپس لوٹ کر ڈاکٹر کو ٹھکانے لگایا ہے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر کی وجہ سے اس کے ستارے گردش میں آسکتے ہیں۔''

''تم نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کرلیا؟'' اس کی تجسس آمیز آواز آئی۔

''میں نے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے سوبھراج کو فون کیا تھا۔ وہ ابھی تک اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ گاڑی لے کر میرا آدمی وہاں گیا تھا۔ اپنے سچ اور جھوٹ کے درمیان الجھ کر اس نے بتایا کہ ڈاکٹر کو ایجنسیوں کی گرفت سے بچانے کے لیے اس نے اسے مار ڈالا۔ مجھے اس کے اعتراف پر کوئی شبہ نہیں تھا۔ تم اس کی تصدیق کر رہے ہو۔''

''واردات پوری مہارت اور رازداری کے ساتھ کی گئی ہے۔ چوکیدار نے دوبارہ کسی کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ گھر سوبھراج کا دیکھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈاکٹر گھر میں اکیلا رہ رہا ہے۔ وہ چوری چھپے اندر داخل ہوا اور اسے مار کر نکل گیا۔ چوکیدار میرے آدمیوں کے ساتھ اپنے مالک کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو لاش دیکھ کر خوف سے اس کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ بے خبر تھا۔''

''اتنے بڑے گھر میں وہ اکیلا رہ رہا تھا!'' میں نے حیرت اور بے یقینی سے کہا۔

''اس کی پوری فیملی سیر و سیاحت کے لیے یورپ گئی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر کی لاش ملنے کی خبر نے میرا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ تم نے سوبھراج کے بارے میں بتا کر میرا بوجھ ہلکا کر دیا ہے ورنہ اس مسئلے کو حل کرنے میں میرے آدمیوں کا خاصا وقت برباد ہو جاتا۔''

''اپنے معاملات کو تم بہتر سمجھتے ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ ڈاکٹر کے قاتل کا نام ابھی صیغۂ راز میں رہنا چاہیے۔ بات کھل جانے سے نقصان ہو سکتا ہے۔''

''اب کیا نقصان ہوگا۔ سوبھراج کھل کر تمہارے سامنے آ گیا ہے۔''

''وہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے ساتھ اس کا رویہ مفاہمانہ ہے۔ اس نے ڈاکٹر کے قتل والی بات اعتماد میں بتائی ہے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہارے اور سلطان شاہ سے ایک کھلے مقابلے کے بعد مفاہمت کی کیا گنجائش رہ گئی ہے۔ وہ تمہیں چکر دے رہا ہے۔''

''اگر چکر دے رہا ہے تب بھی خاموش رہنے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ ساری بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار ہے کہ حادثے میں تباہ ہونے والی گاڑی لے کر میرا کوئی آدمی اس کے پاس پہنچا تھا۔''

''یہ بھی اس کا فریب ہو سکتا ہے۔ وہ اوّل درجے کا مکار ہے۔''

''تجربہ بھی کوئی اہمیت رکھتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس بارے میں اس نے سچ بولا ہے۔ میں نے اس کے سامنے اپنے بارے میں کچھ باغیانہ باتیں کی تھیں۔ ان سے شہ پا کر وہ مجھے گھیرنے کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ کھیل بگھر جانے کے بعد وہ معصوم بن رہا ہے۔ اس نے ساری ذمے داری میرے آدمی پر ڈال دی ہے اور اسے میرا باغی قرار دے رہا ہے۔''

''میں تمہارے تجربے اور مشاہدے کو چیلنج نہیں کر رہا لیکن ایک بات جانتا ہوں کہ اس بار بہت مکار دشمن سے پالا پڑا ہے۔ تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔''

''میں غافل نہیں ہوں۔ جب تک وہ مجھ سے ملنے سے گریز کر رہا ہے مجھے براہِ راست کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آمنا سامنے ہونے کی نوبت آئے گی تو مجھے ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''تم اور سلطان شاہ اس سے مل تو چکے ہو۔'' اس کی آواز الجھن آمیز تھی ''وہ تم دونوں کو جل دے کر گورا قبرستان کے قریب سے فرار ہوا تھا۔''

''اس بارے میں تمہارا ذہن صاف نہیں ہے۔'' میں نے رسانیت سے اسے سمجھایا ''اس وقت میں سوبھراج سے اپنے نمائندے کی حیثیت سے ملا تھا.....''

''ٹھیک ہے!'' اس نے اضطراری لہجے میں میری بات کاٹ دی ''مجھے یاد آ گیا۔ چند دنوں سے یہ نئی پریشانی شروع ہوئی ہے کہ بعض باتیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہونے لگی ہیں۔''

''یہ ذہنی پراگندگی کی پہلی علامت ہے، تم کو آرام کی ضرورت ہے۔''

''آرام ہمارے نصیب میں نہیں ہے کچھ عرصے پہلے پندرہ روز کی چھٹی لے کر سنگاپور گیا تھا لیکن تیسرے ہی دن

Downloaded from https://paksociety.com

واپسی کا حکم آ گیا۔'' وہ بولا'' جب تک نوکری چل رہی ہے یوں ہی چلتی رہے گی تم ذرا کھل کر بتاؤ کہ سوبھراج سے تمہاری کیا باتیں ہوئی ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک طرف اس سے محاذ آرائی چل رہی ہے اور دوسری طرف وہ اب بھی تمہاری دوستی کا خواہاں ہے یہ کیا کھیل ہے۔''

وہ ایک پیچیدہ غذاکرائی سلسلہ تھا جس میں حاضر دماغی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ میرے لیے ہر بات کو لفظ بہ لفظ دہرانا ممکن نہیں تھا لیکن میں نے ترتیب وار اسے ساری جزئیات سے آگاہ کر دیا۔

اس بریفنگ کے نتیجے میں پوری بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ خوش ہو کر بولا'' تم نے نرم انداز میں اس سے بات شروع کر کے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ میں دعا گو رہوں گا کہ وہ جلد ہی تم سے رابطہ کرے۔ میرے آدمی ابھی تک اس کا کوئی سراغ حاصل نہیں کر سکے ہیں۔''

''اس نے ایگزٹ کنٹرول لسٹ کا حوالہ دے کر مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اب وہ ہر قیمت پر یہاں سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ کام ناممکن ہے پھر بھی تمہارے آدمیوں کو کراچی سے نکلنے کے زمینی راستوں پر نظر رکھنی چاہئے ہو سکتا ہے کہ وہ شہر سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا پکڑا جائے۔''

''شہر سے تین راستے نکلتے ہیں۔'' اس کی آواز سے کسی حد تک خود کلامی کا اظہار ہو رہا تھا'' نیشنل ہائی وے' سپر ہائی وے اور حب ریور روڈ' اگر وہ کچے راستوں کا انتخاب نہیں کرتا تو ان تین راستوں کی دیکھ بھال زیادہ دشوار نہیں ہونی چاہئے۔''

''ابھی ہم نے اپنی ساری توجہ اس کی ذات پر مرکوز کی ہوئی ہے اس نے حرام کی دولت سے کئی کاروباری ادارے بھی قائم کئے ہوئے ہیں۔ ان کی چھان بین بھی ضروری ہے۔''

''وہ بہت چالاک ہے ایسے ادارے دوسرے ناموں پر چل رہے ہیں۔ ان پر کنٹرول اسی کا ہے ان کے کوائف یک جا کئے جا رہے ہیں۔ کسی بھی وقت بھرپور کریک ڈاؤن شروع ہو جائے گا۔''

ہم دونوں کے پاس ایک دوسرے کو سنانے کے لیے اچھی خبر موجود نہیں تھی۔ معلومات کے تبادلے اور بہتر امیدوں کے اظہار کے سوا ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہماری گفتگو کا سلسلہ اختتام کو پہنچ گیا۔

☆☆☆

سلطان شاہ نے چند گھنٹوں میں گاڑی کا نقصان زدہ دروازہ تبدیل کرا لیا تھا۔ کرولا کی ایک خوبی یہ بھی کہ اس کے ہر ماڈل کے نئے اور پرانے حصے آسانی سے دستیاب تھے۔ مستری کے ساتھ شیر شاہ کا چکر لگانے کے سبب وہ مسئلہ آسانی سے طے ہو گیا تھا۔

''کل تم دونوں نے سوبھراج کو نہ بھگایا ہوتا تو آج ہم اس کی میزبانی کر رہے ہوتے۔'' دوپہر کے کھانے پر ویرا نے اچانک وہ ذکر نکال لیا۔

اسے یہ جان کر افسوس ہوا تھا کہ پچھلی رات اس کے ڈرائنگ روم سے چلنے جانے کے بعد بھی واقعات کا سلسلہ جاری رہا تھا جن میں ڈاکٹر صادق کے قتل کے اطلاع سب سے اہم تھی۔

رات کے دو بجے کے بعد تک سوبھراج ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے ہم سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹر صادق پر ہاتھ ڈالا تھا۔ آئی بی کے آدمیوں کے سرگرم ہونے تک صبح کے ابتدائی پہر کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ اہم خبر صبح کے اخبارات میں جگہ نہیں پا سکی تھی لیکن دن کے بارہ ایک بجے بازار میں آ جانے والے شام کے اخبارات میں اس خبر نے شہ سرخیوں میں جگہ پائی تھی۔ سلطان شاہ واپسی پر شام کے کئی اخبار خرید لایا تھا۔

وہ خبر خاصی تفصیلی اور چشم کشا تھی۔

ڈاکٹر صادق اس وقت شہر کا معروف ڈینٹل سرجن تھا۔ اس کی مالی حیثیت اور ساکھ قابل رشک تھی۔ اس کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ بیرون ملک تھی اور ان دنوں وہ اپنے وسیع و عریض گھر میں صرف چوکیدار کے ساتھ رہ رہا تھا۔ باورچی' ڈرائیور اور مالی اپنا کام ختم کر کے رات تک واپس چلے جاتے تھے۔ جوان بیٹیوں کا ساتھ ہونے کی وجہ ڈاکٹر صادق رات کو گھر میں ملازمین کے رہنے کے خلاف تھا۔

وہ آئی بی کا کیس تھا لیکن رسمی طور پر پولیس اس میں شامل تھی اور اخباری اطلاعات بھی اسی محکمے نے فراہم کی تھیں۔

چوکیدار نے بریک ڈاؤن ویکل کے ذریعے اکارڈ کی آمد سمیت ہر بات درست بتائی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس موقع پر ڈاکٹر کا سرور نامی ایک پرانا دوست گھر میں موجود تھا جو گاڑی لانے والوں کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔

میرے لیے یہ بات حیران کن تھی کہ سوبھراج اگر ڈاکٹر کا پرانا دوست تھا تو اس نے سرور کا نام کیوں اختیار کیا ہوا تھا۔ حالات بگڑنے سے پہلے اسے ایک فرضی نام اختیار کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی لیکن پوری خبر پڑھنے کے بعد بات صاف ہو گئی۔

ڈاکٹر کے گھر پر سرور کی آمد و رفت ایک ڈیڑھ ہفتے پہلے

Downloaded from https://paksociety.com

شروع ہوئی تھی۔ اس وقت سوبھراج مصائب میں گھر چکا تھا۔ اور روپوشی اختیار کر چکا تھا۔ ان حالات میں وہ کہیں بھی اپنا اصل نام استعمال کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔

چوکیدار کے لیے سرور ایک نیا چہرہ تھا۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ سرور اس کا بچپن کا دوست تھا۔ شاید اس کی وہ بات درست تھی کیونکہ اخباری اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر صادق ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنی سخت محنت سے تعلیم حاصل کر کے معاشرے میں نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا جسے سوبھراج نے خاک میں ملا دیا تھا۔

امکان یہ نظر آ رہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان دوستی کی داغ بیل ان ہی دنوں پڑی ہوگی جب ڈاکٹر احمد اپنے گھرانے کی غربت کے ہاتھوں پریشان تھا اور سوبھراج بدمعاشی کے میدان میں اپنے گل پرزے نکال رہا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ سوبھراج اس کی مالی مدد کرتا رہا ہو۔ اس احسان کے بوجھ تلے دب کر ڈاکٹر صادق سوبھراج کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

اچانک ویرا نے میرے سامنے اخبار کھینچ لیا ''اس میں کیا رکھا ہے کیا چاٹ رہے ہو۔''

''یہ کیا حرکت ہے! میں ڈاکٹر صادق کے قتل کی تفصیل پڑھ رہا تھا۔'' میں نے خفگی سے کہا۔

''اپنا وقت برباد کر رہے تھے۔'' ویرا نے بے ساختہ بولی ''اخبار والوں کے لیے یہ قتل کی ایک پراسرار واردات ہے، تم قاتل کا نام تک جانتے ہو.....''

''تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

''الفا آزاد ہے۔ دو اہم ترین حکومتی عہدے دار آج کراچی آ رہے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' وہ بولی۔

''ہم چاہیں بھی تو کچھ نہیں کر سکتے، عام حالات میں بھی لوگوں کو ان کی گزرگاہ پر پھٹکنے نہیں دیا جاتا۔ آج بہت سخت حفاظتی انتظامات ہوں گے۔'' سلطان شاہ نے جواب دیا۔

''یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' میں نے سلطان شاہ کی تائید کی ''ہم نے نیک نیتی سے ان کے کسی قافلے میں گھسنے کی کوشش کی تو مشکوک سمجھ کر دھر لیے جائیں گے۔''

''احتیاط کی جا رہی ہے یہ ضروری نہیں کہ آج کوئی واقعہ رونما ہو'' غزالہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''ایسے کاموں کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔''

''جب اکیلا آدمی کوئی کام کر رہا ہو تو سب کچھ اس کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے۔ الفا کی کھوپڑی سنک جائے تو وہ آج ہی کچھ کر گزرے گا۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اسے اپنا مطلوب ہتھیار مل گیا ہو۔ جیب گرم ہو تو کراچی میں سب کچھ مل جاتا ہے۔''

''ویرا! اپنی زبان پر قابو رکھو۔ کیوں ایسے منحوس کلمات منہ سے نکال رہی ہو۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''شتر مرغ ریت میں گردن چھپا لے تو طوفان نہیں تھم جاتا۔ جب تک الفا آزاد ہے، خطرات سر پر منڈلاتے رہیں گے۔ نحوست اور برکت کی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

وہ بحث پر آمادہ تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی سلطان شاہ نے کچھ کہنے کے لیے اپنا منہ کھولا تھا لیکن میرا اشارہ پا کر اس نے بھی اپنی زبان بند کر لی۔

ویرا نے دزدیدہ نظروں سے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ ہم سر جھکا کر کھانے میں مصروف رہے اور ویرا نے بھی اپنی پوری توجہ اپنی پلیٹ پر مرکوز کر دی۔

پچھلی رات سب کی نیند خراب ہوئی تھی اس لیے ہر ایک کے بشرے سے تکان کا اظہار ہو رہا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر غزالہ ستانے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں ٹیلی وژن کھول کر ڈرائنگ روم میں ایک بڑے صوفے پر دراز ہو گیا۔ ویرا اور سلطان شاہ نے بھی شاید اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا تھا۔

میں سکون سے لیٹا ہوا ٹیلی وژن پر غزلوں کا ایک اچھا پروگرام دیکھ رہا تھا اچانک ویرا وہاں آ گئی اس کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

خیریت تو ہے کیا کوئی نئی بات سوچ کر آئی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

وہ میرے قریب ایک سنگل صوفے پر بیٹھ گئی اور بولی ''میدان صاف تھا تم اکیلے تھے میں نے سوچا کہ کچھ وقت تمہارے پاس گزار لوں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔''

''میرے اعتراض سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم کسی کی پروا نہیں کرتیں۔ جو تمہارے دل میں آتا ہے وہ کر گزرتی ہو لیکن یہ خیال رکھنا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ غزالہ کی چھٹی حس بیدار ہو گئی تو وہ کسی بھی لمحے یہاں آ جائے گی۔''

''مجھے معلوم ہے وہ آج کل پولیس والی بنی ہوئی ہے۔ ہم دونوں کو تخلیے کا کوئی موقع میسر نہیں آنے دیتی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی ''اچانک کہیں سے نازل ہو جاتی ہے۔''

''یہ غنیمت ہے کہ وہ خندہ پیشانی سے تمہارے ساتھ رہ رہی ہے۔ اس کی جگہ کوئی تنگ نظر اور متعصب عورت ہوتی تو اب تک ہمارے راستے جدا ہو گئے ہوتے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ صرف اس کا کمال نہیں ہے' بارہا تمہارے قریب ہونے کو دل چاہتا ہے لیکن میں بھی احتیاط سے کام لیتی ہوں۔ اسے شکایت کا کوئی موقع نہیں دیتی!''

''یہ احتیاط ہے کہ مجھے اکیلا دیکھا اور تم یہاں آ گئیں!'' میں نے کہا۔

''وہ تھکی ہوئی ہے اب تک گہری نیند سو چکی ہوگی۔'' وہ میری پنڈلی میں چٹکی لیتے ہوئے بولی ''یہ بتاؤ کہ آج باہر کھانا کھانے کے بارے میں کیا کہتے ہو۔''

''تم تینوں پچھلی رات ہی تو باہر گئے تھے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''کل مزہ آ گیا تھا اسی لیے آج پھر دل چاہ رہا ہے۔ تم ساتھ ہو گئے تو ڈنر کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔'' وہ مجھے آنکھ مار کر بولی۔

''اپنے دل پر قابو رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سب ایک ساتھ کسی چوہے دان میں پھنس جائیں۔''

''یہ نام نہ لیا کرو' مجھے چوہے کے تصور سے گھن آتی ہے۔''

''اس کا کوئی متبادل بتا دو۔ میں یہ نام نہیں لوں گا۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ اس وقت ویرا کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ مجھے بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

''ہوٹل نہ سہی تو پھر جہانگیر کی طرف چلو' کبھی کبھی تم اسے بالکل بھلا دیتے ہو' وہ بے چارہ تمہاری دوستی کی بہت بھاری قیمت ادا کرتا رہا ہے۔''

ویرا کی اس بات پر میرے دل کے نہاں خانوں میں یکایک ندامت کا احساس جاگ اٹھا۔ میں ڈاکٹر صادق کے معاملے میں سو بھراج کو خود غرض اور احسان فراموش قرار دے رہا تھا۔ میرے لیے جہانگیر کا مرتبہ بہت بلند تھا لیکن اپنی مصروفیات میں گھر کر میں اس کی خبر گیری سے مجرمانہ غفلت کا مرتکب ہو رہا تھا۔ میں نے بلا تامل ویرا کی تجویز قبول کر لی ''جہانگیر کے گھر جانے میں کوئی خطرہ نہیں ہے ہم وہاں چل سکتے ہیں۔''

''مجھے معلوم تھا کہ تم وہاں جانے کے لیے فوراً رضا مند ہو جاؤ گے۔'' ویرا ہنستے ہوئے بولی ''اس گھر میں جہانگیر سے زیادہ سلمیٰ کی کشش ہے۔ پتا نہیں وہ تمہاری ذات کے سحر میں کیوں گرفتار ہے۔ تمہارے آگے پیچھے گھومتی رہتی ہے۔''

ویرا پہلی بار وہ ناگفتنی اپنی زبان پر لائی تھی' میں نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''ویرا! تم کسی کو تو معاف کر دیا کرو۔ وہ میرے جگری دوست کی بیوی ہے، میں اس کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اس کے بارے میں کوئی غلط بات سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''میں تمہیں کب الزام دے رہی ہوں۔ وہ تمہارے لیے پسندیدگی کا جذبہ اپنے دل میں لیے پھرتی ہے۔ تم بے نیازی سے اسے نظر انداز کرتے رہتے ہو اور کچھ ہو یا نہ ہو اس طرح تمہاری مردانہ انا کو بہت تسکین ملتی ہوگی۔'' اس نے ٹٹولنے والے انداز میں کہا۔

''تم رنگین مزاج لوگوں کی بات کر رہی ہو۔ وہ ایسے واقعات سے حظ اٹھاتے ہوں گے۔ میرا ان میں شمار نہیں ہے۔'' میں نے بے رخی سے جواب دیا۔

''مرد کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ یہ بات مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ تم بھی بہت رنگیلے تھے۔ میرے بدن کا رواں رواں اس حقیقت کا گواہ ہے۔ اب تم نے اپنے اوپر پارسائی کا خول منڈھ لیا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے! اندر سے تم وہی ہو جسے بلیک کوئن کو بار بار فتح کرنے کا جنون تھا۔''

میں صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ماضی کا ذکر چھیڑ کر اس نے میرے وجود میں عجیب سی سنسنی کی لہریں دوڑا دی تھیں ''تم یہ باتیں کرنے کے لیے آئی ہو!''

اس نے میری آنکھوں میں آنکھوں میں ڈال دیں اور ایک مسکان کے ساتھ بولی ''اتنی قربت اور چاہت کے بعد بھی کبھی تمہارا رویہ دکھ دینے لگتا ہے۔ اس وقت تمہاری آنکھوں میں نمودار ہونے والی حیوانی چمک بتا رہی ہے کہ آج بھی یہ سب تمہیں اچھا لگتا ہے اپنے خول میں کیوں سمٹے رہتے ہو۔'' وہ اپنی جگہ چھوڑ کر میرے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیا۔

''اپنی جگہ پر بیٹھ کر بات کرو۔'' میں نے بوکھلا کر اسے دور دھکیلنے کی کوشش کی۔ اسے چھوتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے میرا وجود سلگ اٹھا ہو میں نے گھبرا کر وہ کوشش ترک کر دی۔

ویرا اپنا سر اونچا کر کے آسودہ انداز میں ہنس پڑی اور نیم سرگوشیانہ آواز میں بولی ''مجھے خوشی ہے کہ میرے معاملے میں تم آج بھی اندر سے اتنے ہی کمزور ہو جتنے ماضی میں ہوا کرتے تھے۔ ڈرکیوں گئے مجھے خود سے دور دھکیل دو نا۔''

وہ وہیں کھڑی رہی میرے دل و دماغ میں ایک ہلچل برپا ہو چکی تھی۔ اس کے وجود سے پھوٹنے والی مخصوص نشیلی بو مزید چند لمحوں تک میرے حواس کو ماؤف کرتی رہتی تو میرے لیے ویرا کے ہوش ربا پیکر کے سحر سے نکلنا دشوار ہو جاتا۔

میں وہاں سے اٹھ کر ویرا سے دور جا کھڑا ہوا۔

''ڈرپوک!'' ویرا کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی شوخ آواز برآمد ہوئی ''دنیا جہان سے لڑتے پھرتے ہو کچھ اپنے آپ سے لڑنا بھی سیکھو' چند لمحوں میں میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ''مجھے کچھ دیر کے لیے سکون سے خبریں سننے دو میں بلاوجہ ڈرائنگ روم میں نہیں آیا تھا۔''

''خبریں سن کر میرے کمرے میں آؤ گے؟'' اس نے تیکھی چتون سے میری طرف دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں سوال کیا۔ مجھے چڑانے کے چکر میں وہ اس وقت خود بھی کچھ بہکی ہوئی نظر آرہی تھی۔

''وہاں آیا یا نہ آیا' یہ وعدہ ہے کہ شام کو ہم چاروں جہانگیر کے گھر چلیں گے۔'' میں نے جلدی سے اسے یقین دلایا۔

اس نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا۔ شکایتی نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

میں نے اپنی گلوخلاصی ہوجانے پر اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا اور دوبارہ بڑے صوفے پر دراز ہوگیا وہ چلی گئی تھی لیکن میرے ذہن میں اس کا للکارتا ہوا چہرہ رقص کررہا تھا۔

اپنی بے ہنگم مصروفیات کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو بھی مختلف ٹیلی وژن پروگراموں کے اوقات کا صحیح علم نہیں تھا۔ میں نے دیرا کوٹا لنے کے لیے بلاوجہ خبروں کا شوشا چھوڑا تھا جن کے نشر ہونے میں کافی وقت باقی تھا۔

وہیں لیٹے لیٹے میری ذہنی رو الفا کی طرف منتقل ہوگئی۔ یہ بہت اچھا تھا کہ جلال نے اسلام آباد پہنچتے ہی احتیاطی تدابیر کا ڈول ڈال دیا تھا اور اس روز کراچی آنے والے دو لیڈروں کے لیے فوجی کمانڈوز کے حفاظتی دستے کا بندوبست کرلیا تھا لیکن وہ تیاریاں کچھ قبل از وقت محسوس ہورہی تھیں' وہ معاملہ اس قدر فوری نوعیت کا نہیں تھا۔

بھارت سے آنے والے ایجنٹوں کی نفری کل دو نفوس پر مشتمل تھی۔ ان میں ایک صدف مینشن میں پہنچایا جاچکا تھا۔ اس وقت الفا بالکل تنہا تھا۔ کراچی پہنچنے پر ان دونوں نے مدد کے لیے سوبھراج سے رابطہ کیا وہ میرے دباؤ میں آیا ہوا تھا۔ اس نے دونوں کو ہری جھنڈی دکھادی۔

یہ سوبھراج کا جھوٹ نہیں تھا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ سوبھراج نے انہیں کسی قسم کا تعاون فراہم نہیں کیا تھا۔

الفا کے پاس پیسا نہیں تھا۔ اسے اپنے کام کے لیے ہتھیار دستیاب تھا جو مفت میں نہیں مل سکتا تھا۔ چارلی کی طرح اس کے پاس بھی زیادہ سے زیادہ ایک پستول یا ریوالور ہوسکتا تھا جو آمنے سامنے کی لڑائی میں ایک دفاعی ہتھیار ہوسکتا تھا لیکن تاک کر کسی کو نشانہ بنانے کے لیے وہ بالکل بے سود تھا۔

سے ایک بڑی رقم بٹورلی تھی تب بھی اسے بلیک مارکیٹ سے رائفل خریدنے کے لیے وقت درکار تھا۔

ہتھیار کھلے بازاروں میں نہیں بکتے تھے کہ ٹافی کی طرح قیمت ادا کر کے خریدے جاسکیں۔ جو لوگ اس غیر قانونی دھندے سے وابستہ تھے ان کو سب گھر گھاٹ معلوم تھے۔ وہ چنگیوں میں بڑے چھوٹے سودے کراسکتے تھے جب کہ الفا شہر میں اجنبی تھا۔ اس کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ رقم ہاتھ آتے ہی اپنی پسند کا ہتھیار خرید سکے۔

جب تک وہ مسلح نہیں ہوجاتا' اس وقت تک اس کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا تھا۔ ان کڑیوں پر غور کرتے کرتے مجھے یقین ہوگیا کہ اس روز الفا کوئی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں آسکے گا۔

من پسند ہتھیار کے حصول کے ساتھ اس کے لیے ایک بڑا مسئلہ معلومات کی فراہمی کا تھا۔ وہ کوئی بھی روپ دھار کر مقامی آبادی میں گھل مل سکتا تھا لیکن اس کا ایسے لوگوں سے فوری رابطہ ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا جو اندر کی خبریں اسے پہنچاسکیں۔

باخبر اور بارسوخ طبقے کے امرا اور شرفا اسے شہر کی گلیوں' بازاروں اور خانقاہوں میں نہیں مل سکتے تھے۔ اگر وہ کسی طرح ہتھیار حاصل کر بھی لیتا تو اس کے لیے یہ معلوم کرنا ممکن نہیں تھا کہ مقتدر سیاسی شخصیات کی آمد و رفت کے شیڈول کیا ہوں گے۔

ان معلومات کے بغیر وہ کوئی منصوبہ بندی نہیں کرسکتا تھا۔

ان دنوں ملک میں دہشت گردی کے واقعات زیادہ عام نہیں ہوئے تھے۔ پھر بھی بڑے آدمیوں کی نقل و حرکت کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط اور رازداری سے کام لیا جاتا تھا۔ موہوم ترین شبہ ہونے پر آخری لمحات پر پروگرام بدل دیے جاتے تھے۔ مجھے یہ ناممکن نظر آرہا تھا کہ الفا ان تمام رکاوٹوں کو توڑ کر اس روز کوئی کام دکھاسکے گا۔

ساڑھے پانچ بجے اول خان کا فون آیا۔ جلال سے ساری گفتگو اس کے سامنے ہوئی تھی۔ بس ایک بات اس کے جانے کے بعد رونما ہوئی تھی کہ جلال نے اسلام آباد سے فون کر کے ڈاکٹر صادق کے قتل کی تصدیق کی تھی۔

اول خان نے پژمردہ انداز میں فون پر سلام دعا کی تو میں نے چونک کر پوچھا ''کیا بات ہے؟ تمہاری آواز سے کچھ پریشانی جھلک رہی ہے۔''

''خبر بہت پریشان کن ہے۔ ابھی ذرا سی دیر پہلے ڈرگ روڈ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک اہم شخصیت کے موٹر کیڈ پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ وہ اسلام آباد سے آنے والی پرواز سے ابھی کراچی آئے تھے اور ائرپورٹ سے شہر جارہے تھے۔'' کیا یہ

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اول خان کی آواز بہت دور کسی گہرے کنویں کی تہ سے آرہی ہو۔ میرے سارے اندازے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے' ہونے والی بات ہو کر رہی تھی۔

''تم چپ کیوں ہو گئے..... آگے کیوں نہیں بولتے!'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

''شاید تمہارا ذہن ماؤف ہو رہا ہے میں پوری بات بتا چکا ہوں۔ حملہ اس اعتبار سے ناکام رہا ہے کہ دی وی آئی پی کارنچ کر آگے نکل گئی۔ اس حملے میں ایک موٹر سائیکل سوار کمانڈو ہلاک ہوا ہے' دو شدید زخمی ہوئے ہیں۔'' اس بار اول خان کی آواز واضح تھی۔

''اصل گاڑی بچ گئی تو اس حملے کو ناکام ہی سمجھو بے چارہ کمانڈو مفت میں.....''

''حملہ بہت شدید اور خوفناک تھا۔'' اول خان نے میری بات کاٹ کر کہا ''اس گاڑی پر کئی گولیاں لگی تھیں، نامعلوم نشانچی نے پورا برسٹ مارا تھا۔ وہ گاڑی بلٹ پروف نہ ہوتی تو آج ایک بدترین سانحہ رونما ہو چکا ہوتا۔''

''لیکن یہ کیسے ہو گیا۔'' میں نے بے یقینی سے کہا ''چند منٹ پہلے تک میں اسی مسئلے پر دماغ سوزی کر رہا تھا۔ الفا کے پاس کچھ بھی نہیں، وقت نہ سرمایہ نہ ہتھیار۔ نہ ہی اس کے پاس ایسے ذرائع تھے جن سے اسے آنے والے کے پروگرام کی اطلاع مل سکتی!''

''فی الحال میرے پاس ان سوالوں کے جواب نہیں ہیں۔ میں تمہیں ایک ٹھوس زمینی حقیقت بتا رہا ہوں۔ بھاری فورس نے پورے علاقے کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور سرگرمی سے حملہ آور کی تلاش شروع کر دی گئی ہے۔''

''تم اس وقت کہاں ہو؟'' اس کے ہیجان آمیز لب و لہجے نے مجھے وہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا۔

''میں اپنے یونٹ کے ساتھ کارساز روڈ کے اتصال کے مقام پر اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔'' وہ اسی لہجے میں بتا رہا تھا ''وی وی آئی پی موٹر کیڈ کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے وائرلیس پر خبر گردش میں آگئی تھی اور بقیہ راستے پر کھڑی ہوئی نفری کو ہائی الرٹ کے احکام جاری کر دیئے گئے تھے۔ وہ کارواں گزرتے ہی میں اپنے جوانوں کے ساتھ جائے واردات پر پہنچ گیا تھا۔''

''اوہ! تو تم بھی ان حفاظتی انتظامات میں شامل تھے۔''

''ہاں!'' اس نے اقرار کیا ''جلال کے پیغام کے بعد شہر میں ہنگامی صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ ملٹری پولیس سمیت ہر فورس کو گزرگاہ کے چھوٹے چھوٹے حصوں کی دیکھ بھال سونپ دی گئی تھی۔ عام پولیس والے ان انتظامات سے بے خبر تھے اور اپنی مقررہ جگہوں پر کھڑے ہوئے ساری نقل و حرکت کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ رازداری کے ساتھ کیے گئے ان حفاظتی اقدامات کے باوجود واردات کو نہیں روکا جا سکا۔''

''کیا تم وہاں بہت زیادہ مصروف ہو؟'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

''میرا یونٹ محاصرہ کرنے والوں میں شامل ہے۔ میں مغربی حصے کے سرچ آپریشن کی کمان کر رہا ہوں۔ مشکل سے وقت نکال کر تم کو فون کیا ہے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس وقت یہاں خوف و ہراس اور افراتفری کا کیا عالم ہے۔''

''تم اپنا کام کرو۔ میں کسی اور کو پکڑتا ہوں۔'' میں نے بات مختصر کر دی۔

''فکر نہ کرو۔ یہاں سے فارغ ہو کر میں سیدھا تمہاری طرف آؤں گا۔'' بات ختم ہو گئی۔

ٹیلی وژن کے خبرنامے میں پانچ بجے کوئی غیر معمولی بات نہیں بتائی گئی' شاید وہ واقعہ نیوز بلیٹن کا وقت نکل جانے کے بعد پیش آیا تھا۔ اول خان کی باتوں سے بھی اندازہ ہوا تھا کہ موٹر کیڈ پر فائرنگ کا واقعہ پانچ اور ساڑھے پانچ بجے کے درمیان پیش آیا تھا۔

دہشت گردی کی وارداتوں کے بارے میں دنیا کے سارے ممالک یہ راگ الاپتے رہتے تھے کہ کسی حادثے یا واقعے کے بارے میں پیشگی اطلاع مل جانے کے باوجود اسے رونما ہونے سے روکنا سو فیصد ممکن نہیں ہوتا۔ جب تک مجرموں کی واضح نشان دہی نہ ہو' ایسے واقعات پر قبل از وقت قابو نہیں پایا جا سکتا۔

میں ایسے بیانات کو ہمیشہ سرسری طور پر پڑھتا تھا اور اعلیٰ حکام کی اس ٹال مٹول پر دل ہی دل میں ہنس کر رہ جاتا تھا۔ میری دانست میں وہ باتیں صرف ذمے داری سے بچنے کے لیے کی جاتی تھیں لیکن تازہ ترین واقعے نے میرے اس خیال کی نفی کر دی تھی۔

گنے چنے لیکن کلیدی افسروں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ راکا ایک ایجنٹ کسی انتہائی اہم حکومتی شخصیت کو نشانہ بنانے کے عزائم کے ساتھ شہر میں دندناتا پھر رہا ہے۔ پھر جلال کے ذہن میں اس شبہے نے سر ابھارا کہ اسلام آباد سے کراچی جانے والے دو اہم حکومتی عہدے داروں پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ ہنگامی طور پر ساری پیش بندیاں کر لی گئیں لیکن فائرنگ کے واقعے کو نہیں روکا جا سکا۔ زبردست حفاظتی حصار کے باوجود دہشت گرد اپنے مشن میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا تھا۔ ذہن میں تمام ترمنفی پہلو روشن ہونے کے باوجود میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ واقعہ الفا

Downloaded from https://paksociety.com

کی مہم جوئی کا نتیجہ تھا۔ اس نے اپنی مشکلات پر کب اور کیسے قابو پایا تھا' یہ عقل کو حیران کر دینے والا ٹیڑھا معما تھا۔

اس خبر نے مجھے اندرونی ہیجان میں مبتلا کر دیا' آدمی ایسی کسی کیفیت سے دوچار ہو جائے تو تنہائی میں اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کیفیت سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ فوری طور پر تنہائی سے نجات حاصل کر کے کسی ایسے ہم نفس کو تلاش کیا جائے جس کے سامنے آزادی کے ساتھ دل کی بھڑاس نکالی جا سکے۔

غزالہ میری رفیق حیات اور فطرت کے اعتبار سے صلح جو تھی۔ اس سے جو کچھ بھی کہہ دیتا۔ وہ سعادت مندی سے سنتی رہتی۔ ویرا کا مزاج اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اتنے انہماک سے بال کی کھال نکالنے کا فریضہ انجام دیتی تھی کہ اس کے سامنے بات کو آگے بڑھانا مشکل ہو جاتا تھا۔

میں نے سلطان شاہ کے کمرے کے بند دروازے کے سامنے رک کر اسے آواز دی تو اس سے پہلے ویرا اپنے کمرے سے نکل آئی۔

''کیا بات ہے..... کیوں شور مچا رہے ہو؟'' اس نے نرمی سے پوچھا۔

''بہتر یہ ہوگا کہ تم اپنے کمرے میں آرام کرو۔'' میں نے غور سے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''مجھے اس سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔''

''میں اس سے کسی طرح کم تر نہیں ہوں' تم مجھ سے بھی بات کر سکتے ہو۔'' اس نے اصرار کیا ''میں تم کو کچھ اچھے مشورے بھی دے سکوں گی۔''

''مجھے معلوم ہے!'' میں نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے ہلکے سے طنز سے کہا ''تم نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تھا تو اندر سے عقل مندی کی خاصی تیز بو آئی تھی۔ تمہارے چہرے اور آنکھوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس وقت تم مفت مشورے دینے کے موڈ میں آ چکی ہو۔''

وہ عجیب سے والہانہ انداز میں اپنا سر جھٹک کر ہنس پڑی اور بولی ''تم عورتوں سے زیادہ طنز کرتے ہوا اور طعنے دیتے ہو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اب تمہیں عقل مندی کی بو آنے لگی ہے۔ ایسا ہے تو تمہیں سلطان شاہ کے کمرے سے بے وقوفی کی بدبو بھی آنی چاہئے۔''

اسی وقت سلطان شاہ اس کی ادھوری بات سنتا ہوا اپنے کمرے کے دروازے پر آ گیا اور گہرے گہرے سانس لیتا ہوا مدافعانہ انداز میں بولا ''تم غلط کہہ رہی ہو یہاں کوئی بدبو نہیں آ رہی۔ یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔'' ویرا کی پوری بات سرے سے اس کے پلّے نہیں پڑی تھی۔

''تم کو نہیں آئے گی۔'' ویرا نے ناصحانہ لہجے میں کہا ''جو جہاں رہتا ہے وہاں کے ماحول اور بو کا عادی ہو جاتا ہے۔ آؤ ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔''

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
ایک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہئے

ویرا نے چلتے چلتے وہ شعر پڑھا اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر بولی ''مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس شاعر کا شعر ہے لیکن میرے لیے حسب حال ہے۔ تم میرے پینے پر اعتراض کرتے ہو یہ نہیں پوچھتے کہ میں شراب خانہ خراب کو کیوں منہ لگاتی ہوں۔ میں اپنی غریب الوطنی کا دکھ بھلانے کے لیے تھوڑی سی پی رہی تھی کہ تم نے چیخ و پکار شروع کر دی۔''

اس کے لہجے میں لکنت تھی نہ چال میں لڑکھڑاہٹ۔ وہ بہت نپے تلے انداز میں بول رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے خمار کے سرخ ڈورے چغلی کھا رہے تھے کہ اس نے دن دیہاڑے خاصی اسکاچ بوتل سے اپنے معدے میں منتقل کر لی تھی۔

''غم بھلانے کے اور بھی طریقے ہیں' تم کو یہی ایک طریقہ راس آتا ہے۔'' میں نے کہا ''ابھی سورج ڈھلنے میں دیر ہے' تھوڑی دیر میں اول خان آتا ہوگا۔ تم نے ابھی سے اپنا تماشا بنانا شروع کر دیا' پتا نہیں ان حرکتوں سے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔''

''وہی جو میں کچھ دیر پہلے تم سے کہہ رہی تھی۔'' اس نے آنکھ مار کر مسکراتے ہوئے جواب دیا ''اب تم ایک اور شعر سنو۔

ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
چوری تو نہیں کی ہے' ڈاکا تو نہیں ڈالا

''شریف گھرانوں میں اس حرکت کو چوری اور ڈکیتی سے زیادہ برا سمجھا جاتا ہے۔''

''سبحان اللہ!'' اس نے روانی سے کہا ''تمہیں یہ شوق ترک کئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ کیا تم یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ اس سے پہلے یہ رذیل گھرانا تھا!''

''مس ویرا لائیڈ!'' میں نے دانت پیستے ہوئے اسے مخاطب کیا ''کیا ہم اس وقت کسی اور موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟ میں نے ایک ضرورت کے تحت سلطان شاہ کو آواز دی تھی۔ تم بلائے ناگہانی کی طرح کیوں نازل ہو گئیں!''

ہماری آوازیں سن کر غزالہ بھی اپنے کمرے سے نکل آئی اور ہم چاروں ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے۔

''بالکل کر سکتے ہو تم خاموش تھے اس لیے میں بول رہی

Downloaded from https://paksociety.com

تھی۔ تم بولنا شروع کردو میں خود ہی خاموش ہوجاؤں گی۔''
حاضر جوابی میں اسے خاص ملکہ حاصل تھا۔
مجھے اس پر غصہ آرہا تھا لیکن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ قہر درویش برجان درویش کے مصداق میں بھنا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔
''آپ کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔'' میرے تیور دیکھتے ہوئے غزالہ نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی ''ویرا کو بھول کر مجھ سے بات کریں۔''
''خبروں میں کچھ نہیں تھا۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے کہا ''ابھی ابھی اول خان کا فون آیا تھا تھوڑی دیر پہلے ملک کی ایک اہم مقتدر شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا ہے!''
''واقعی!'' ویرا نے حیرت سے اپنی آنکھیں پھاڑ کر سوال کیا۔
''اگر یہ مذاق ہے تو اس کی ذمے داری اول خان کے سر پر ہے۔'' میں نے جل کر کہا۔
''اوہو..... ڈینی ڈارلنگ!'' وہ لہک کر بولی ''بعض اوقات تم ذرا ذرا سی بات کا برا مان جاتے ہو۔ یہ بہت اہم واقعہ ہے اس کی تفصیل بتاؤ۔''
غزالہ خاموش بیٹھی اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ میرے لیے ویرا کا وہ بے تکلفانہ انداز تکلم غزالہ کی برداشت سے باہر تھا۔
ویرا کے پُرسرور موڈ کو بھول کر مجھے غزالہ کی فکر ہوگئی۔ آثار بتا رہے تھے کہ ویرا نے اسی انداز میں مزید کچھ کہا تو وہ پھٹ پڑے گی۔
اس متوقع تصادم کو ٹالنے کے لیے میں نے کسی توقف کے بغیر وہ سب دہرانا شروع کردیا جو میں فون پر اول خان سے سن چکا تھا۔
میری بات مکمل ہوتے ہی ان تینوں نے بیک وقت بولنا شروع کردیا۔ ہر ایک پرجوش انداز میں کوئی نہ کوئی اہم بات کہنا چاہ رہا تھا۔
سلطان شاہ کی خالص مردانہ آواز ان دونوں کی آواز پر حاوی تھی۔ انہیں پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ الفا کے لیے اتنے قلیل وقت میں سنبھلنا اور اتنی بڑی واردات کی تیاری کرنا ممکن نہیں تھا۔
میں اپنی بات ختم کرچکا تھا اس لیے خاموش بیٹھا رہا۔ سلطان شاہ کے مدلل نظریے کا بیان مکمل ہونے کے بعد غزالہ اور ویرا کو بھی بولنے کا موقع مل گیا۔
اس واقعے کے بارے میں ان تینوں کے دماغوں میں کم و بیش وہی تحفظات تھے جن پر میں غور کرتا رہا تھا۔ کوئی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ حملہ الفا نے کیا ہوگا۔
''پھر وہ کون ہوسکتا ہے؟'' میں نے اس اہم سوال کا بوجھ ان پر ڈال دیا۔
''تم بتا رہے ہو کہ وہاں محاصرے کی حالت ہے۔ حملہ آور کی تلاش جاری ہے۔ یہ اچھی علامتیں نہیں ہیں!'' ویرا کہہ رہی تھی ''ہائی الرٹ پوزیشن میں پہلی گولی نکلتے ہی حملہ آور کی کمین گاہ بہت سے لوگوں کی نظروں میں آگئی ہوگی۔ اسے رنگے ہاتھوں وہیں پکڑا جانا چاہیے تھا۔ اسے فرار کے لیے چند لمحوں کی مہلت درکار تھی۔ وہ اسے مل گئی وہ پورا برسٹ فائر کر کے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں شرط لگا سکتی ہوں کہ اب وہاں رسمی کارروائی ہو رہی ہے۔ وہ سب مل کر بھی اس کی گرد نہ پا سکیں گے۔ یہ ایک نہیں کئی آدمیوں کا کام معلوم ہوتا ہے۔''
اور اگر حملہ آور اکیلا تھا تب بھی وہ الفا نہیں ہوسکتا۔ وہ کئی مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ اس کی اپنی جان خطرے میں ہے۔''
سلطان شاہ پرزور لہجے میں بولا ''کل رات اس کا اکلوتا ساتھی پکڑا گیا ہے۔ اس کے لیے اتنے کم وقت میں وسائل یک جا کرنا اور ٹارگٹ کی نقل و حرکت کے خفیہ پروگرام سے آگاہی حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔''
''گولی چلانے والا ایک ہی رہا ہوگا لیکن اسے دوسروں کی پشت پناہی حاصل ہوگی۔'' غزالہ نے مزید باریکی میں جاتے ہوئے کہا ''ویرا صحیح سمت میں سوچ رہی ہے۔ یہ ایک فرد کے بجائے کسی دہشت گرد گروہ کی کارروائی معلوم ہوتی ہے۔ وہ الفا کی طرح اجنبی نہیں تھے۔ انہیں پورے علاقے سے اچھی طرح واقفیت تھی اور انہوں نے حملہ کرنے سے پہلے اپنے فرار کی محفوظ راہ کا تعین کرلیا تھا۔''
''آئی ایم سوری ڈینی!'' ویرا نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ آج کی اہم ترین خبر تھی اور میں شعر و شاعری میں تمہارا وقت برباد کررہی تھی۔ اپنی بے وقت کی راگنی پر میں شرمندہ ہوں۔ خبر سن کر میرا نشہ ہرن ہوچکا ہے۔''
''اس بارے میں جلال کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی!'' غزالہ بولی۔
''ناکام حملے کی خبر پر اسلام آباد میں کہرام برپا ہوگیا ہوگا۔'' میں نے بوجھل لہجے میں کہا ''اول خان جائے واردات سے بہت قریب تھا۔ اس نے واقعہ رونما ہوتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن بعد کے حالات اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اسلام آباد والے سیکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا ردعمل اس وقت بدترین افواہوں کی زد میں آیا ہوا ہوگا۔ مجھے یقین ہے

Downloaded from https://pakistanisociety.com

کہ جلال اس بحران سے نکلتے ہی مجھے فون کرے گا۔''

''اول خان وہاں کیسے پہنچ گیا۔ اہم لوگوں کے راستوں کی حفاظت کرنا اسپیشل ٹاسک کے فورس کا کام نہیں ہوسکتا۔'' ویرا نے اچانک سوال کیا۔

''بات صدف مینشن سے شروع ہوئی تھی۔'' میں نے اسے پس منظر سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''وہاں چارلی نے سنسنی خیز انکشاف کئے اور اور جلال اپنی رپورٹ کے ساتھ فوری طور پر اسلام آباد روانہ ہوگیا۔ الفا کراچی میں دندناتا پھر رہا ہے اس لیے ساری توجہ یہیں مرکوز کردی گئی۔ کوئی حملہ روکنے کے لیے شہر میں موجود ہر فورس کو حفاظتی انتظامات میں شامل کرلیا گیا۔ اول خان اور اس کے یونٹ کو شارع فیصل پر کارساز کے آس پاس کا علاقہ سونپا گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ان انتظامات میں ملٹری پولیس بھی شامل تھی۔''

''ایسے کام پھر بھی ایس ٹی ایف کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔'' ویرا مصر رہی۔

''دائرہ کار دوسرے اداروں کا ہوتا ہے۔ ایس ٹی ایف کا سرے سے کوئی دائرہ کار نہیں ہے۔ یہ معاملہ اونچی سطح کا تھا۔ یقینی طور پر مرکزی وزارت داخلہ نے جملہ مقامی وسائل کو متحرک کرنے کی ہدایت کی ہوگی۔ اسے نہیں ٹالا جاسکتا تھا۔''

میرے جواب سے ویرا خاموش ضرور ہوگئی لیکن اس کی نگاہوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پوری طرح مطمئن نہیں تھی۔

''تم مزید کچھ کہنے کے موڈ میں نظر آرہی ہو۔'' غزالہ نے اسے ٹوکا۔

''یہ حکم حاکم مرگ مفاجات والی بات ہے۔ مرکز کی ہدایت کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ ہر حکومت میں وزیر داخلہ سب سے طاقتور ہوتا ہے۔'' سہارا پاتے ہی اس نے بولنا شروع کر دیا ''میں نے اکثر دیکھا ہے کہ سڑکوں کے کنارے پولیس والے اپنی رائفلوں کو لاٹھیوں کی طرح زمین پر ٹیک کر بیزاری سے اونگھتے رہتے ہیں۔ کسی کار، موبائل موٹر سائیکل کا سائرن سنائی دیتا ہے تو چونک کر ذرا سیدھے ہوتے ہیں اور اس کے گزرتے ہی دوبارہ اپنے پرانے شغل میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ ان میں ذرا سی دیر کے لیے اس وقت چونچالی نظر آتی ہے جب فرسٹ پائلٹ کے پیچھے پورا کارواں طوفانی رفتار سے نمودار ہوتا ہے اور زن سے آگے گزر جاتا ہے۔ یہ کام ایس ٹی ایف کا نہیں ہے۔''

''اس موضوع پر اول خان تمہیں بہتر جواب دے سکے گا۔'' میں نے تحمل سے اسے سمجھایا ''یہ وقت تنقید کا نہیں غور وخوض کا ہے۔ اگر حملہ آور اس وقت ہاتھ نہ آیا تو پھر انتہائی مغز سوزی کے بعد ہی اس تک رسائی کی کوئی راہ سامنے آسکے گی۔''

ہم چاروں ڈرائنگ روم میں اس طرح جم کر بیٹھے کہ شام کی چائے بھی وہیں منگوالی گئی۔ ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس واقعے کے تجزیے ادھیڑنے میں مصروف تھا۔

ویرا نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ سچ ثابت ہوتا نظر آرہا تھا۔ نشہ مدہوش کردیتا ہے لیکن فکر نشے کو نگل جاتی ہے۔ ویرا اس بحث میں اتنی سرگرمی سے ملوث ہوئی تھی کہ اس کے چہرے سے مے نوشی کے سارے اثرات کافور ہوگئے تھے۔ حد یہ تھی کہ اس کی خوب صورت آنکھوں میں تیرتے ہوئے خمار کے ڈورے بھی غائب ہوچکے تھے۔ وہ پوری ذہانت اور حاضر دماغی کے ساتھ بحث کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کررہی تھی۔

سرکاری ذرائع سے کسی خبر کی امید میں ٹیلی وژن مسلسل کھلا ہوا تھا۔ اس پر معمول کے پروگرام جاری تھے۔ مجھے توقع تھی کہ اس بڑی خبر کا بلیک آؤٹ کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ یہی ہوا سات بجے مختصر خبروں میں وہ واقعہ قدرے تفصیل سے رپورٹ کیا گیا پھر بھی اول خان کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کا دائرہ وسیع تر تھا۔

آٹھ بجے اول خان آپہنچا۔ پولیس اور ایجنسیوں کے عملے نے مل کر وہ پورا علاقہ چھان مارا تھا مگر حملہ آور تو دور کی بات تھی وہاں سے کوئی مشتبہ شخص بھی ہاتھ نہیں آسکا تھا۔

''اس قافلے پر حملہ کہاں ہوا تھا؟'' میں نے متجسس لہجے میں سوال پوچھا۔

''شاید میں نے تمہیں فون پر بتایا تھا کہ یہ واقعہ ڈرگ روڈ ریلوے اسٹیشن کے قریب پیش آیا ہے۔'' اس نے مضمحل لہجے میں جواب دیا ''بعد میں پتا چلا کہ قافلے پر اسٹیشن کی چھت پر سے گولیاں چلائی گئی تھیں۔''

''وہاں موجود حفاظتی عملے نے وہاں سے گولیوں کی بوچھاڑ آتی دیکھی ہوگی۔'' ویرا نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

''دن کا وقت تھا۔ ہر طرف چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے کوئی بھی یہ نہ دیکھ سکا کہ گولیاں کہاں سے آرہی تھیں۔ تڑاتڑ کی آوازیں سنتے ہی وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔'' اول خان بتا رہا تھا ''کچھ مسلح افسروں نے جوش میں آکر اندھا دھند جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ وہاں موجود لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ لمحوں کے لیے وہاں قیامت کا سماں پیدا ہوگیا تھا.....''

''یہ کیسے پتا چلا کہ فائرنگ اسٹیشن کی عمارت کی چھت سے کی گئی تھی؟'' میں نے اس کی بات درمیان سے اچک کر بے تابی سے سوال کیا میں اس ہولناک واقعے کی تفصیل سے زیادہ نتائج

Downloaded from https://paksociety.com

جاننے کے لیے بے چین تھا۔

''افراتفری میں سارا عملہ آس پاس پھیل گیا تھا لیکن ڈی آئی جی نے فوری طور پر بلند مقامات پر پہنچنے کی ہدایت کی۔ وہ خود اسٹیشن کی عمارت میں گھس کر چھت پر چڑھا تو وہاں خودکار رائفل پڑی ہوئی تھی جس کا آدھا میگزین خالی تھا۔''

وہ خالص پیشہ ورانہ واردات تھی۔ حملہ آور پہلے سے سوچ کر آیا تھا کہ واپسی میں اسے خالی ہاتھ فرار ہونا ہے تاکہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو اور وہ عام لوگوں میں گھل مل کر جائے واردات سے دور نکل جانے میں کامیاب ہو سکے۔

''روسی کلاشنکوف اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ اسے کپڑوں میں چھپا کر آسانی سے کہیں بھی لے جایا جا سکتا اور یہ آسانی سے سستے داموں مل جاتی ہے۔'' سلطان شاہ نے ایک گہرا سانس لے کر پرتشویش لہجے میں کہا۔

''وہ کلاشنکوف نہیں تھی۔'' اول خان نے اس کی تردید کی۔ ''اس سے بڑی امریکی ساخت کی بہتر اور طاقت ور رائفل تھی اب وہ پولیس کی تحویل میں ہے۔''

اول خان کی زبان سے وہ ذکر سنتے ہی میں چونک پڑا۔

کراچی میں ہتھیاروں کے چور بازار کے بارے میں میری معلومات قابل رشک نہیں تھیں لیکن مجھے اتنا ضرور معلوم تھا کہ اس بازار میں امریکی ہتھیار دستیاب نہیں تھے۔ افغانستان میں روسی مہم جوئی کے زمانے میں ہر طرف امریکی ہتھیاروں کی بھرمار نظر آنے لگی تھی وہ آندھی کے بیر تھے۔ اس لائن سے تعلق رکھنے والوں کو معلوم تھا کہ ان ہتھیاروں کی سپلائی زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکے گی۔ انہوں نے منہ مانگے داموں پر بازار خالی کر دیئے اور جب افغانستان میں روس کی پسپائی کے جشن کا آغاز ہوا تو بازار سے وہ ہتھیار غائب ہو چکے تھے۔

حملہ آور نے اگر امریکی ساخت کی رائفل استعمال کی تھی تو وہ واقعہ بہت خیال انگیز تھا۔

میرا ذہن بھارتی دہشت گرد اور امریکی رائفل کی گتھی میں الجھا ہوا تھا اور ویرا نے اپنا سوال اول خان کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

مجھے ان دونوں کی گفتگو سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی لیکن میں اپنے کان بند نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سنا کہ جب ویرا نے حفاظتی فرائض کو معمولی قرار دے کر ان میں ایس ٹی ایف کی شمولیت پر اعتراض کیا تو اول خان ذرا جذباتی ہو گیا۔

اس کا کہنا تھا کہ ایس ٹی ایف آسمان سے اتاری ہوئی کوئی مخصوص فورس نہیں تھی۔ وہ لوگ آئین اور قانون کی پابندیوں سے ماورا ضرور تھے لیکن عام پاکستانیوں کے ادا کئے ہوئے ٹیکسوں کی رقوم پر پروان چڑھائے گئے تھے۔ ان کے لیے ہر اس کام میں حصہ لینا ضروری تھا جس سے ملک اور قوم کے مفادات کے تحفظ کا فریضہ ادا ہوتا ہو۔

اس وقت ملکی قیادت کو غیر ملکی دہشت گردوں سے سنگین خطرہ لاحق تھا۔ ایس ٹی ایف ایک چھوٹی سی فورس تھی' ضرورت پیش آتی تو فوج کے بکتر بند دستے بھی شہر کی سڑکوں پر لائے جا سکتے تھے۔ وہ جواب ویرا کے لیے مسکت ثابت ہوا اور وہ خاموش ہو گئی۔

ان دونوں کی خاموشی سے ذرا سی ذہنی یکسوئی میسر ہوئی تو میرے ذہن میں اچانک ایک جھماکا ہوا اور مجھے اندھیرے میں یکا یک ایک نئی راہ سجھائی دینے لگی۔ ایک اہم نکتہ جسے ہم نے نظر انداز کیا ہوا تھا، یہ تھا کہ را اور امریکی ایجنسیوں کا بہت پرانا گٹھ جوڑ چلا آ رہا تھا۔ الفا اپنے ساتھی کو کھو دینے کے بعد شہر میں تنہا رہ گیا تھا۔ سوبھراج سے اسے کوئی مدد نہیں مل رہی تھی بلکہ اسے شبہ ہو چکا تھا کہ سوبھراج نے اس سے تعاون کرنے کے بجائے اس کی کاٹ شروع کر دی ہے۔

الفا یہ سمجھ چکا تھا کہ اس نے اپنے مشن کو پورا کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو وقت کا بے رحم پہیہ اسے کچلتا ہوا آگے نکل جائے گا۔ اس کی بہتری اسی میں تھی کہ وہ جلد از جلد اپنا کام پورا کر کے خاموشی سے پاکستان سے نکل جائے۔

اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد وہ اپنے طور پر یا دہلی سے ملنے والی ہدایات کے تحت کراچی میں امریکی ایجنسیوں کے دفاتر سے رجوع کر سکتا تھا۔ نک کے جہنم واصل ہونے کے بعد ٹام عارضی طور پر سی آئی اے کے ساتھ ایف بی آئی کا بھی نگراں بن گیا تھا۔ خود پس پردہ رہتے ہوئے کسی بڑی واردات کے لیے امداد فراہم کر کے اسے دلی مسرت حاصل ہوتی۔

اسٹیشن کی چھت پر پائی جانے والی امریکی رائفل یہ امکان ظاہر کر رہی تھی کہ الفا نے انتہائی مایوسی کے عالم میں ٹام سے رجوع کیا ہو اور اس نے را کے بے وسیلہ دہشت گرد کو فوری طور پر ہر ممکن مدد فراہم کر دی ہو۔

میں نے اچھی طرح سوچ بچار کے بعد ان لوگوں کو اپنے نئے اندیشے سے آگاہ کیا تو حیرت سے سب کے منہ کھل گئے۔ اول خان نے اضطراری انداز میں کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اس کے الفاظ اس کے دہانے میں ہی اٹک کر رہ گئے کیونکہ یکا یک فون کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والدصاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد دار اور سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم کی سیڑھی کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کے ہیروئن کی وباسے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کرکے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہرمحاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کردیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آنکھ ملایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جمی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھ شی سے بغاوت پر مجبور کردیا جس پر جمی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کردیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے کیے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جمی لائیڈ کی ہٹی دھرمی ابھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی، دیا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کے ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوٹامی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز ہ مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹارزنای صیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کی پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی اہم شخصیات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو مکمل جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہوکر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارزادر امریکی حکومت کے ماتحین ہونے والے خفیہ معاہدے سے گیب کے افشا ہونے کے باعث اسرائیلیوں کی نظر میں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آگئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں سارگرم عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈنیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کررہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہبھراج تھا۔ ویرا نا کافی تیاریوں کے ساتھ سوہبھراج کا انٹرویو لینے اس کے گھر پہنچ گئی جہاں وہ اس کے لیے جال بچھائے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے طے شدہ وقت کے مطابق سوہبھراج کو فون کیا تو اس نے مغلظات کے ساتھ مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے بتایا کہ ویرا اس کی قید میں تھی۔ اب ہمارے لیے ویرا کی رہائی سب سے اہم تھی۔ ویرا اور ہمارے ستاروں نے یاوری کی اور ویرا ہماری مدد کے باعث سوہبھراج کی قید سے آزاد ہوگئی۔ اس کے بعد سوہبھراج نے ملک سے راہ فرار اختیار کرلی۔ میں نے دہری چال چلنے کا فیصلہ کیا اور کرنل داور کے روپ میں تک ہاروے سے بات کرکے اپنی قیمت سوہبھراج کی صورت میں طلب کرلی۔ میری اس خواہش پر تک ہاروے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے اسے اکسایا کہ ڈیٹی کو حاصل کرنے کے لیے وہ قیمت بہت کم تھی۔ اس نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اسی اثنا میں اول خان کو سوہبھراج سے دور رہنے کا حکم مل گیا کیونکہ اس نے ایس ٹی ایف کے خلاف باقاعدہ شکایت ریکارڈ کروادی تھی۔ میں اس شکایت کے ازالے کے سلسلے میں راج محل پہنچ گیا۔ میری ملاقات سوہبھراج کے سیکریٹری سنیل سے ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہی ارجن کا قاتل ہوسکتا تھا۔ ہم اس پر تعجیر گی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کرلیا تھا۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوہبھراج نے کیا تھا۔ ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف میں امریکیوں کو مسلسل سوہبھراج کے خلاف اکساتا رہا۔ سوہبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہانکا شروع ہوگیا تھا۔ اسی وقت تک نے کرنل داور سے ملنے کی خواہش کی وہ میرے اس روپ میں مجھے اپنے ایک آفیسر سے ملوانا چاہتا تھا۔ میں مکمل تیاری کے ہمراہ ہوٹل بیسن پہنچ گیا۔ ہمارے درمیان قدرے خوشگوار فضا میں گفتگو جاری تھی کہ اچانک تک کے افسر نے اپنا ریوالور میری پشت سے لگا دیا۔ اس کی وہ حرکت قطعاً غیر متوقع تھی تاہم اسی وقت ایس ٹی ایف کے جوانوں نے اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اسے پسپائی پر مجبور کردیا۔ تک کے بقول اس کا افسر ڈیٹی کے معاملے پر حتمی گفتگو کرنے آیا تھا۔ ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس بے معنی ملاقات کے پس پردہ یقیناً کچھ اور مقاصد رہے ہوں گے۔ انہی کے ساتھ میں نے اپنی جیب میں اس کی رکھی ہوئی چپ برآمد کرلی اب اس ملاقات کا مقصد میری سمجھ میں آگیا تھا۔ دوسرے دن تک نے مجھے بلوا کر ڈیٹی گن میرے سپرد کردی اس کا خیال تھا کہ یہ ڈیٹی کو قابو میں کرنے کے لیے نہایت اہم تھی۔ اس دوران سوہبھراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کمانڈو تھے۔ میں گھر پہنچا تو جب جلال کی کال مجھے موصول ہوئی۔ خلاف معمول اس کا لہجہ روکھا اور سرد تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے کیے گئے وعدے کا پاس نہ رکھتے ہوئے سوہبھراج کو مارڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میری وضاحت پر بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے بتایا کہ سوہبھراج زخمی ہوکر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوچکا تھا۔ یہ اطلاع ملتے ہی سنسنی خیز کھیل کا سوہبھراج اس قاتلانہ حملے میں زندہ بچ گیا تھا۔ ہم اس کے محکمۂ خفیہ کے بارے میں قطعی اندھیرے میں تھے پھر ویرا نے نکتہ اٹھایا کہ وہ یقیناً اپنے سیکریٹری سنیل کے گھر گیا ہوگا جہاں اس کی خوب رو بیوی اس کے نخرے اٹھانے کو تیار ہوگی۔ میں نے سیٹلائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ تک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اپنے موجودہ ٹھکانے سے تک کو آگاہ کردیا تھا۔ میں نے اسے رائے دی کہ وہ اگر اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہتا ہے تو وہ فوری طور پر اپنی رہائش تبدیل کرلے مجھے امید تھی کہ تک اس پر دوسرا حملہ ضرور کروائے گا۔ اسی دوران تک نے کرنل داور سے رابطہ کیا اور ڈیٹی کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگا۔ سوہبھراج پر دوسرے قاتلانہ حملے کی ناکامی پر وہ جھنجلایا ہوا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کرنل داور اور ڈیٹی دونوں ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس کی یہ سوچ اضطراری تھی جس پر بعد میں اس نے خود معذرت کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک بار پھر سوہبھراج پر حملہ کرایا تھا مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ جلال کو سوہبھراج کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہوگیا تھا۔ میں نے سوہبھراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوہبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کرچکا تھا مگر سوہبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بننا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کرلی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہوچکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے خلاف کارروائیوں کا مرکزی کردار تک کی ذات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شہر میں امن وامان کے مسائل بھی کھڑے کرنے چاہ رہا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اسی وقت امریکیوں نے سوہبھراج کی تلاش کے لیے معاونت کی پیش کش کی۔ جلال اس پیش کش سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں امریکیوں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کروں اور اس پیش کش کو مسترد کردوں۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے کسی زخمی شیر کی کچھار میں بھیجا جارہا ہو مگر میں اسے منع بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے جلال کے ہمراہ اس اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تک بھی موجود تھا۔ اسی نے انکشاف کیا کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سوہبھراج نے تک کو ٹھکانے لگوانے کے اپنے ارادے پر عمل شروع کردیا تھا۔ اجلاس حسب توقع ناکام ثابت ہوا۔ واپسی پر اول خان نے بتایا کہ ایس ٹی ایف کے جوانوں نے تک پر گولی چلانے والے کو گرفتار کرلیا تھا۔ یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس مجرم سے ملاقات کی اور تفتیش کے دوران اس نے اپنا نام شیرول بتایا اس کے مطابق وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اسے ٹیلی فون پر ہدایات ملتی تھیں۔ میں نے اس کا دھوراکام مکمل کرنے کے لیے آزاد کردیا پھر تک اپنے فلیٹ میں مارا گیا جب کہ اس کا ساتھی شام زخمی ہوگیا۔ اسی دوران سوہبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہوگئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوہبھراج اپنی دھمکی کو مکمل جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سنگی اور جہانگیر کی

Downloaded from https://paksociety.com

ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور وہ ریاقت قب کنندگان میں سے ایک کو جنہم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اب سوبھراج کے غبارے کی ہوا نکل چکی تھی دوسری طرف نک کی موت کو ڈنی کے کھاتے میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ بات سوبھراج کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ دو دشمن باہم برسرپیکار تھے اور ہم لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران امریکی قونصلیٹ کے گیری نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا اور اس کے بعد سلطان شاہ نے اطلاع دی کہ ایک مشتبہ کار میں دو امریکی ہمارے گھر کے اطراف میں منڈلا رہے ہیں۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ گیری نے مجھ سے ملاقات کے دوران میں کار میں کوئی چپ چھوڑ دیا ہوگا اور اب وہ کرتل داور کا پتا ٹھکانا ڈھونڈتے ہوئے ان اطراف میں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے۔ میں کار سمیت گھر سے نکل گیا اور ذرا سی تلاش کے بعد ایک چپ مجھے مل گیا جسے سلطان شاہ کی تجویز کے مطابق مال گاڑی کے ڈبے میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے گیری سے دوٹوک بات کی اور وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ اسی دوران میں ویرانے شیر دل کی بیوہ سے ملاقات کی ٹھانی اور اس سے ملنے چل دی۔ سلطان شاہ نے اس علاقے سے اس کا پتا معلوم کیا اور ویرا اس کے گھر پہنچ گئی۔ یہ ملاقات خاصی سود مند رہی وہاں سے ہمیں ایک ٹیلی فون نمبر مل گیا جو ایک سرکاری افسر کا تھا۔ ہم اس سرکاری نمبر اور سوبھراج کے درمیان تعلق پر سوچ بچار میں مصروف تھے کہ مجھے سنیل کی خوبرو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ میں اسے آئیشن فورے جانا چاہتا تھا مگر وہاں سے بتایا گیا کہ ایس ٹی ایف کی تمام ہم گر میاں معطل کر دی گئی ہیں۔ ناچار میں نے صدف سینشن کا رخ کیا جہاں آئی بی کے اہلکاروں کے ساتھ سنیل سے گفتگو کی گئی۔ اس سے سوبھراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مارا مگر سوبھراج اپنی فطانت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس ٹی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران آئیشن فورس کی حدود میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوبھراج نے بتایا کہ را کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ ان کے علاوہ سوبھراج نے مجھے پیش کش کی کہ اگر میں گیری ہارٹ کو شکار کر سکوں تو وہ مجھے پانچ لاکھ روپے کا انعام دے گا۔ اس کے مطابق وہ فرنچ بیچ پر اس سے ملنے آ رہا تھا مجھے محسوس ہوا کہ گیری ہارٹ کو سبق سکھایا جا سکتا ہے۔ اس مہم پر میں اور سلطان شاہ گئے اور جب وہ فرنچ بیچ سے واپس لوٹ رہا تھا ہم نے اس کی خاصی مرمت کر ڈالی۔ اس معرکے میں اس کا ڈرائیور کام آ گیا اور گیری ہارٹ شدید زخمی ہوا۔ اس کے بعد گیری ہارٹ کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ زخمی حالت میں عمان کی طرف عازم پرواز تھا کہ اس کا جہاز بحیرہ عرب میں گر کر تباہ ہو گیا۔ اب ہماری تمام تر توجہ بھارت سے آنے والے دونوں ایجنٹوں پر مرکوز تھی۔ سوبھراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی ایجنسی گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جاں گسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوبھراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو بیوی دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوبھراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ذہنی کا ہرکارہ بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تاہم راستے میں شاید اسے کچھ عقل آ گئی اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران را کے دوسرے ایجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اکیلا ہونے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن رائفل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ را کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کر لی تھی۔

اب آپ قسط نمبر 238 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

اس وقت ویرا فون کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ گھنٹی بجتے ہی اس نے بٹن دبا کر انسٹرومنٹ آن کر دیا اور فوری طور پر نیلو کہا۔

''کون بول رہا ہے؟'' اسپیکر فون پر سلمٰی کی روہانسی آواز سن کر میں بری طرح چونک پڑا۔ ویرا کا ان لوگوں سے کوئی گہرا جذباتی تعلق نہیں تھا۔ وہ سلمٰی کی آواز میں پنہاں کرب اور پریشانی کو محسوس کر سکی یہ اسے یہ اندازہ ہو سکا کہ دوسری طرف سے سلمٰی بول رہی تھی۔ اس نے سرسری انداز میں کہا ''تم کون ہو..... کس سے بات کرنا چاہتی ہو؟''

اس سے پہلے کہ ان دونوں کے درمیان وہ گفتگو آگے بڑھتی، میں لپک کر آگے بڑھا اور بے ساختہ پوچھ بیٹھا ''کیا بات ہے سلمٰی..... اس وقت تم خاصی پریشان ہو۔''

''ہم زیادہ دنوں تک سکھ سے نہیں رہ سکتے۔'' میری آواز پہچانتے ہی وہ رندھے ہوئے لہجے میں فون پر بولی ''کچھ دیر پہلے دو آدمی انہیں اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔''

''اوہ! یہ بہت بُرا ہوا..... کون تھے وہ' کیا چاہ رہے تھے؟'' میں نے غیر ارادی طور پر کہا۔

''انہوں نے کچھ نہیں کہا سنا..... وہ انہیں پہچانتے تھے۔'' اسپیکر فون پر سلمٰی کی خوف سے رندھی ہوئی آواز ابھری ''پچھلی مرتبہ کوئی منحوس مسز جمشید کی آڑ لے کر ہمارے گھر میں گھس آیا تھا۔ آج وہ دونوں سیدھے آئے۔ میں نے ڈور بیل سن کر بغیر کچھ سوچے سمجھے دروازہ کھولا اور ان میں سے ایک مجھے اپنے ریوالور کی نال پر دھکیلتا ہوا اندر گھس آیا۔ دوسرا اس کے پیچھے تھا.....'' وہ واقعہ دہراتے ہوئے خوف سے سلمٰی کی گھگی بندھ گئی اور وہ بات پوری ہونے سے قبل ہی زار و قطار رونے لگی۔

جہانگیر کے بارے میں کچھ دیر پہلے ویرا باتیں کر رہی تھی اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ شام کو ہم لوگ اس سے ملنے کے لیے جائیں گے۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اچانک ایسی ناگہانی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی کہ مجھے ہنگامی طور پر اس کی طرف جانا پڑے گا۔

وہ کافی عرصے سے میرے دشمنوں کی نگاہوں میں آیا ہوا تھا لیکن اپنے مقدر کی خوبی اور ہماری احتیاطی تدابیر کی بنا پر بُرے وقت سے بچتا رہا تھا۔

اس کے فلیٹ کی حفاظت کے لیے اول خان نے میرے

Downloaded from https://paksociety.com

ایما پر اپنے دو آدمیوں کو وہاں مامور کیا ہوا تھا۔ ان سے قطع نظر عمارت کے اپنے حفاظتی انتظامات خاصے اطمینان بخش تھے۔ وہاں کے چوکیداروں وغیرہ کو ہدایات دی جا چکی تھیں۔ کسی بھی اجنبی شخص کو جہانگیر کے فلیٹ کا رخ کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

میں حیران تھا کہ اس دہرے حفاظتی حصار کو توڑ کر کون اس کے فلیٹ تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ تشویش ناک بات یہ تھی کہ عمارت کے داخلی دروازے پر ایس ٹی ایف کے دو آدمی موجود ہونے کے باوجود وہ نامعلوم افراد جہانگیر کو نکال لے گئے تھے اور ہمیں خبر نہیں ہو سکی تھی۔

کافی دیر کے دلاسے کے بعد سلمٰی اس قابل ہو سکی کہ کوئی بامعنی بات کر سکے۔ اس نے بتایا کہ وہ دونوں اس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے ایک باتھ روم میں ڈال گئے تھے۔ اس کے منہ پر مضبوط ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔ بندشیں ایسی تھیں کہ کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد سلمٰی اپنے ہاتھ آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

میں نے اندازہ لگایا کہ جہانگیر کو اغوا کر کے لے جانے والے سلمٰی کو کوئی گزند پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے اسے عارضی طور پر محبوس کیا تھا کہ وہ ان کی کارروائی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

وہ چاہتے تو اسے اس بری طرح جکڑ سکتے تھے کہ وہ سارے جتن کر کے بھی آزادی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہونے پاتی۔ انہوں نے بندشیں دانستہ ڈھیلی رکھی ہوں گی تاکہ ان کے نکل جانے کے بعد سلمٰی رسیوں کی قید سے نجات پا کر وہ خبر آگے بڑھا سکے۔

سلمٰی نے اپنے ہاتھ آزاد کرانے کے بعد اپنے ہونٹوں پر مضبوطی سے چپکا ہوا ٹیپ ہٹایا تو رواں کھنچنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ تھی۔ پُرہول اندیشوں کی وجہ سے اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔

آنے والوں کے تیور شروع سے خراب اور جارحانہ تھے۔ وہ ان سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد اپنے ہاتھ روم کی تنگ چار دیواری سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پوری قوت سے چیخ چیخ کر اپنے دل کا غبار ہلکا کر لے لیکن اندر کی کوئی قوت اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ خود پر قابو پا کر اس نے فلیٹ میں جہانگیر کی تلاش شروع کی۔ اس نے اپنے شوہر کو پکارنا چاہا لیکن اس کا حلق سوکھ چکا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ اسے نہیں پکار سکی۔

اس نے دیوانہ وار گھر کا ایک ایک کونا چھان مارا لیکن جہانگیر کا کہیں پتا نہیں تھا۔ خوف سے سلمٰی کا دل بیٹھنے لگا اور پیٹ میں گرہیں سی پڑنے لگیں۔

اسے سارے پس منظر کا علم نہیں تھا لیکن وہ یہ بات اچھی طرح جان چکی تھی کہ میرا اور جہانگیر کا ماضی بڑی حد تک مشترک تھا۔ جہانگیر نے اپنی پرانی سرگرمیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے خون کے پیاسے مجھ پر براہِ راست ہاتھ ڈالنے میں پے در پے منہ کی کھانے کے بعد آئے دن جہانگیر کو ہراساں کرتے رہتے تھے۔

سلمٰی کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ جہانگیر کا اغوا اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ وہ ایک مدت سے تمام سرگرمیوں سے تائب ہو کر خانہ نشین ہو چکا تھا۔ گولڈن فارمیسی کی تباہی کے بعد اس کی کاروباری مصروفیت ختم ہو چکی تھی اور وہ اپنا سارا وقت گھر میں گزارنے لگا تھا۔ کسی سے اس کی دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

سلمٰی نے بلڈنگ میں کوئی ہنگامہ برپا کرنے کے بجائے اپنے حواس یک جا کرنے کی کوشش کی۔ پانی کے چند گلاس پی کر خوف اور کپکپی پر قابو پایا اور پھر میرا نمبر ملا لیا۔

وہ نہایت ذہانت سے کام لے کر اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اس معاملے میں میرے مشورے کے بغیر اس نے کوئی قدم اٹھایا تو اس کے لیے پیچیدہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

میں سلمٰی کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا لیکن اول خان اس کی زبان سے جہانگیر کے اغوا کی خبر سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلتے ہوئے اس کا چہرہ طیش سے لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔

میری اور سلمٰی کی گفتگو ختم ہونے سے پہلے وہ واپس لوٹ آیا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے بجائے تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس کے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا مختصر سا ٹرانسمٹر دیکھ کر مجھے یہ اندازہ لگانے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی کہ اس نے ڈرائنگ روم سے جا کر اپنے ان آدمیوں سے باز پرس کی تھی جو جہانگیر کے فلیٹ کی دیکھ بھال اور نگرانی پر مامور تھے۔

میں نے سلمٰی کو تسلی دی کہ میں ذرا سی دیر میں اس کے گھر پہنچ رہا ہوں۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ کسی کے لیے اپنا دروازہ نہ کھولے۔

''ذرا ایک منٹ!'' میری آخری ہدایت مکمل ہوتے ہی اول خان مضطربانہ انداز میں بول پڑا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اوہ! یہ کس کی آواز سنی؟'' اول خان کی آواز سن کر سلمٰی بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئی ''معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہماری باتیں سن رہا ہے۔''

''بھڑکنے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے نرمی سے سمجھا دیا ''یہ اول خان کی آواز تھی۔ ہم لوگ اس وقت اسپیکر فون پر بات کررہے ہیں۔''

''ہاں..... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' میری بات مکمل ہوتے ہی اول خان نے براہِ راست سلمٰی سے کہنا شروع کیا ''میں نے اپنے دونوں آدمیوں کو فوری طور پر تمہارے پاس پہنچنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ نیچے ڈیوٹی دے رہے تھے۔ میں ڈینی سے یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ کیا تم ان دونوں کے لیے بھی دروازہ نہیں کھولو گی۔''

''ہاں فی الحال انہیں بھی روک دو۔'' میں نے اول خان سے مخاطب ہوکر کہا ''اجنبی چہرے اس وقت سلمٰی کے لیے مزید ذہنی خلفشار کا سبب بنیں گے۔ اس وقت اسے جانے بوجھے لوگوں کی رفاقت کی ضرورت ہے۔ میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے میں انہیں روک دیتا ہوں۔'' اول خان اپنا اپریٹس سنبھالتا ہوا دوبارہ ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

وہ گفتگو اسپیکر فون کے ذریعے لفظ بلفظ سلمٰی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ مجھے ان الفاظ کو دہرانے کی حاجت نہیں تھی۔

''یہ بہت بُرا ہوا۔'' فون بند ہوتے ہی ویرا دبی زبان سے بولی ''اول خان کے آدمیوں کے موجود ہوتے ہوئے وہ لوگ جہانگیر کو نکال لے گئے یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ آخر وہ وہاں کس قسم کی دیکھ بھال کررہے تھے؟''

''اول خان کو تمہارے ان الفاظ کی بھنک مل گئی تو وہ برا مان جائے گا۔'' میں نے دھیمی آواز میں اسے سرزنش کی ''واقعے کی تفصیلات جانے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایس ٹی ایف کے آدمی اپنے فرائض سے لمحہ بھر کے لیے غافل نہیں رہتے۔''

''غافل نہیں رہتے تو کیا جہانگیر فضا میں تحلیل ہوگیا؟'' ویرا نے میری بات کاٹ کر ترشی سے کہا ''وہ اسے کیسے نکال لے گئے؟''

''یہ بعد کی باتیں ہیں۔ جہانگیر کے گھر سے واپسی پر میں اس بارے میں کچھ کہہ سکوں گا۔'' میں نے روانگی کے ارادے سے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ذرا یہ بھی سوچنا کہ یہ کس کی حرکت ہوسکتی ہے۔ اس کی بازیابی کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہئے اور اس کی زندگی کو کتنا خطرہ درپیش ہے!'' ویرا نے میرے چلتے چلتے قدرے استہزائی انداز میں وہ نکات گنوائے۔

میرے ساتھ غزالہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم کہاں چلیں؟'' ویرا نے اس پر ناقدانہ نظریں ڈال کر پوچھا۔

''میرا جانا ضروری ہے۔ وہ ان کے گہرے دوست کی بیوی ہے۔ اس مشکل وقت میں اسے کسی عورت کے سہارے کی شدید ضرورت ہوگی۔'' غزالہ نے متانت سے کہا۔

''غزالہ کے ساتھ تم بھی چل سکتی ہو۔'' میں نے مڑ کر ویرا کو پیشکش کی ''ویسے بھی آج تم ان لوگوں سے ملنا چاہ رہی تھیں۔''

''میرا موڈ نہیں ہے۔'' ویرا نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا ''عورتیں ہنستی مسکراتی اچھی لگتی ہیں۔ روتی پیٹتی ہوئی عورتوں سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ میں نے اس وقت سلمٰی کا سامنا کیا تو زندگی بھر کے لیے میرے ذہن میں اس کا ماتمی سراپا نقش ہوکر رہ جائے گا۔ میں کسی بھلے وقت میں اس سے ضرور ملوں گی۔''

راہداری میں اول خان مل گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو جہانگیر کے دروازے سے لوٹنے کی ہدایت کردی تھی۔ وہ خود وہاں جاکر یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس کے آدمیوں کے ہوتے ہوئے جہانگیر کو کیسے اغوا کرلیا گیا۔

اس نے دونوں آدمیوں کو جہانگیر کے فلیٹ میں جانے سے روک دیا تھا لیکن انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے طور پر یہ معلوم کرنے کی کوششیں کریں کہ جہانگیر کو کس راستے سے عمارت سے باہر لے جایا گیا تھا۔

سلطان شاہ اور ویرا کو گھر پر چھوڑ کر ہم تینوں تیزی سے کلفٹن کی طرف روانہ ہوگئے۔

''یہ حرکت کس کی ہوسکتی ہے!'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اول خان الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

''اس وقت صرف سوبھراج میدان میں ہے۔'' عقبی نشست سے غزالہ نے جواب دیا ''وہ پہلے بھی جہانگیر کو اٹھوانے کی ایک ناکام کوشش کرچکا ہے۔''

''لیکن اس کے بعد اس نے ڈینی سے سمجھوتا کرلیا تھا۔'' اول خان فکرمندانہ لہجے میں کہا ''اس لڑائی میں وہ اپنے آدمی تیزی سے کھو رہا تھا۔''

''اس وقت وہ خود کو ہر طرف سے گھرا ہوا محسوس کررہا ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے بری طرح ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت اسے جہانگیر کی طرف دھیان دینے کا وقت کیسے مل سکا ہوگا۔'' وہ معما میرے لیے بھی قابلِ غور تھا۔

''جب تک یہ اندازہ نہیں ہو جاتا کہ جہانگیر کو اغوا کرنے والے کون تھے' اس کی تلاش کی کسی کوشش میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکے گی۔'' اول خان بولا۔

''ایک بات طے ہے کہ جہانگیر کی کسی سے دشمنی نہیں تھی۔ وہ ایک مدت سے گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا۔ ماضی قریب میں اس کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان کا صرف ایک سبب تھا کہ اس کے مجھ سے قریبی مراسم تھے۔ مجھ تک رسائی حاصل کرنے یا مجھے بلیک میل کرنے کے لیے کئی بار اس پر وار کیے گئے جو کارگر نہ ہو سکے۔''

''آثار بتا رہے ہیں کہ اس بار آپ کے دشمنوں کا وار کامیاب رہا ہے۔'' چند لمحوں کے سکون کے بعد غزالہ بولی۔

''میرے دشمن سامنے ہیں۔ شاید الفاظ ذاتی طور پر کل کام دکھایا ہو لیکن اس وقت کراچی میں راواولوں کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ وہ میرے خلاف کوئی منظم قدم اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں رہے ہیں۔ سوبھراج بظاہر مجھ سے دوستی کا دم بھر رہا ہے لیکن آثار بتا رہے ہیں کہ اس کی نیت میں فتور آ چکا ہے۔ امریکی ایجنسیوں کو بھی روز اول سے میری تلاش ہے لیکن ان کے اہل کاروں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کا خطرہ مول لینے کی ہمت کر سکیں گے۔'' میں نے اپنے ذہن میں پکنے والی کھچڑی ان دونوں کے سامنے انڈیل دی۔

''امریکی اپنے مقصد کے حصول کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔'' اول خان نے اختلافِ رائے کیا ''وہ طاقت کے نشے میں چور ہیں اور بے غیرتی کے ساتھ ہر ملک کے قوانین بلکہ بین الاقوامی قوانین تک کی دھجیاں اڑانے پر تلے رہتے ہیں۔ چوری اور سینہ زوری ان کا وتیرہ بن چکا ہے۔ ان کو اتنی آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''پچھلے کئی واقعات ہمارے سامنے ہیں۔'' غزالہ نے اس کی تائید میں کہا ''ان کے کمانڈوز نے سوبھراج پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا اور شاید وہی آدمی سنیل کے گھر بھی پہنچے تھے۔ ان سے کوئی حرکت بعید نہیں ہے۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''را کا مقامی نیٹ ورک ٹوٹ چکا ہے۔'' اول خان نے پُرخیال آواز میں اپنی بات آگے بڑھائی ''یہ کام سوبھراج یا پھر ٹام کا ہو سکتا ہے۔ سوبھراج اس وقت ہر طرف سے پھنسا ہوا ہے۔ اس کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ گیری ہارٹ کے راستے سے ہٹ جانے کے بعد ٹام کے سر پر اپنی کارکردگی دکھانے کا بھوت سوار ہو گیا ہو۔''

''یہ ان لوگوں کی پہلی کوشش ہے!'' غزالہ نے تنبیہ کی ''ان کو جہانگیر کی قیام گاہ کا علم کیسے ہوا ہوگا؟''

وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میرے کان ان کی طرف لگے ہوئے تھے' ذہن اپنے طور پر الجھا ہوا تھا' نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں اور میں پورے دھیان اور توجہ کے ساتھ تیز رفتاری سے گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔

''یہ کوئی اچنبھے والی بات نہیں ہے۔'' اول خان کہہ رہا تھا کہ ''جہانگیر کا موجودہ گھر پہلے سے ڈینی کے دشمنوں کی نظر میں ہے۔ سوبھراج کی طرف سے وہاں حملہ ہو چکا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اسی نے نک، گیری یا ٹام وغیرہ کو اس پتے سے آگاہ کیا ہو۔''

''یہ بعد کی بات ہو سکتی ہے۔ ابتدا میں ان لوگوں کو جہانگیر کا پتا معلوم ہوتا تو بن ڈیوڈ گولڈن فارمیسی کو اپنے انتقام کا نشانہ بناتا' براہِ راست جہانگیر کے گھر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا۔'' غزالہ نے ایک معقول نکتہ اٹھایا۔

ان کی باتوں میں وقت کا زیادہ احساس نہیں ہوا اور تھوڑی دیر میں ہم کلفٹن کی اس عمارت تک پہنچ گئے جس کی اوپری منزل پر جہانگیر کی رہائش تھی۔

وہ ایک معقول احاطے میں گھری ہوئی عمارت تھی۔ احاطے میں داخلے کا صرف ایک راستہ تھا جس سے عمارت کے مکینوں کی گاڑیاں اندر جا سکتی تھیں۔ مہمانوں کو اپنی گاڑیاں اندر لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔

عمارت کے سامنے کے رخ پر نچلی منزل کی دیواریں شفاف شیشے کی تھیں۔ عمارت کے استقبالیہ عملے اور محافظوں سے بچ کر کسی کا اندر داخل ہونا ناممکنات میں سے تھا۔ ہر آنے جانے والا اس داخلی ہال سے گزرے بغیر کسی کی رہائش گاہ کا رخ نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت وہاں کے حالات پُرسکون تھے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکی تھی کہ وہاں سے ایک شخص کو اغوا کیا جا چکا تھا۔ اول خان کے آدمیوں نے بھی اپر ٹس پر خبر مل جانے کے بعد شاید کسی کو اپنے اعتماد میں نہیں لیا تھا۔

ایس ٹی ایف کے دونوں سادہ پوش نوجوان باہر موجود تھے۔ جوں ہی ہماری گاڑی احاطے کی دیوار کے قریب رکی، وہ تیزی سے قریب آ گئے۔ ان کے بشروں سے ندامت اور شرمندگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ اول خان سے نگاہیں چار کرنے سے کترا رہے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

''سر! یہ عجیب واقعہ ہوا ہے۔'' ان میں سے ایک نے اپنا سر جھکا کر دھیمی آواز میں کہا ''ادھر سے کوئی مشکوک آدمی عمارت میں داخل نہیں ہوا۔ آپ سے بات ہونے کے بعد ہم نے جائزہ لیا تو ہمیں اس پچھلے دروازے کا ہمضمی قفل ٹوٹا ہوا ملا ہے جس کا مقصد عمارت میں آگ وغیرہ لگنے کی صورت میں لوگوں کو نکلنے کا متبادل راستہ فراہم کرنا ہے۔''

وہ ایک چونکا دینے والی خبر تھی۔ اول خان نے پوری حاضر دماغی کے ساتھ ان سے چند سوالات کئے جن کے جوابات سے صورتِ احوال خاصی حد تک واضح ہوگئی۔

ایمرجنسی میں کام آنے والا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ عمارت آباد ہونے کے بعد کبھی اس دروازے کے استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی۔ دروازے میں لگے ہوئے قفل کی ساخت ایسی تھی کہ اسے باہر سے کھولنا ممکن نہیں تھا۔ کسی بھی ہنگامی ضرورت کے وقت اسے اندر سے ایک اشارے سے کھولا جاسکتا تھا۔ اس دروازے تک رسائی کے لیے اندر ہی ایک گردشی زینہ بنا ہوا تھا۔ جو ہر فلور کی راہداری سے ہوتا ہوا اوپر تک چلا گیا تھا۔

اس دروازے پر باہر کسی پہرے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی کیونکہ اس سے نکلنے والے بھی شیشے کی دیوار کے سامنے سے گزرے بغیر احاطے سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ یہ ضرور ہوتا تھا کہ صبح سات بجے ڈیوٹی پر آنے والے عملے کا نگراں روزانہ اندر سے اس دروازے کو چیک کرنے کا پابند تھا۔ وہ ایک بار یہ ضرور دیکھتا تھا کہ عمارت کے اندر اگر کوئی ہنگامی صورتِ حال پیش آجائے تو وہ دروازہ اندر سے آسانی سے کھولا جاسکے۔

معمول کی اس دیکھ بھال کے علاوہ کسی نے اس دروازے پر کبھی زیادہ توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ ایس ٹی ایف والوں نے اپنے طور پر بالا ہی بالا یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس صبح بھی وہ دروازہ چیک کیا گیا تھا اور وہاں سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ انہوں نے عمارت کے عملے کو اس بات کی بھنک نہیں لگنے دی تھی کہ جہانگیر کے اغوا ہونے کے بعد اس دروازے کا تالا ٹوٹا ہوا پایا گیا تھا جیسے اسے باہر سے زبردستی کھولا گیا ہو۔

اسپیشل ٹاسک فورس کے ان دونوں اہل کاروں کی ذہانت کی وجہ سے ہمیں فلیٹ میں جانے سے پہلے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ واردات کس طرح رونما ہوئی ہوگی لیکن ایک نکتہ پھر بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

آنے والے ہنگامی دروازہ استعمال کرکے حفاظتی عملے میں سے کسی کی نظروں میں آئے بغیر اوپر پہنچ گئے تھے۔ وہ جہانگیر کو اپنے ہمراہ لے کر اسی راستے سے نیچے اور عمارت سے باہر آئے ہوں گے۔ سوال یہ تھا کہ وہ احاطے سے باہر نکلنے میں کیسے کامیاب ہوئے!

احاطے سے باہر نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جہاں چوبیس گھنٹے مسلح محافظ موجود رہتے تھے اور وہ آنے جانے والی گاڑیوں کو پہچان کر راستے کی رکاوٹ ہٹاتے تھے۔ یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی کہ وہ نامعلوم افراد ان چاق و چوبند محافظوں کو دھوکا دے کر کس طرح اندر آئے اور پھر جہانگیر سمیت باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

واردات کو خفیہ رکھ کر اور وہاں خوف و ہراس پھیلائے بغیر ایس ٹی ایف والے جو کچھ معلوم کرسکتے تھے وہ سامنے آچکا تھا۔ چھان بین کا دائرہ وسیع کیا جاتا تو بات پھیلنی یقینی تھی۔ سنسنی اور ہراس کے عالم میں ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا کہ اغوا جیسی بڑی واردات کی خبر پولیس سے کیوں چھپائی گئی ہے۔

اپنے طور پر تفتیش کرنے میں قوی اندیشہ تھا کہ سلمٰی اپنے پڑوسیوں کی تمام تر ہمدردیاں کھو کر شکوک و شبہات کی زد میں آجاتی۔

میری دانست میں اسپیشل ٹاسک فورس کے دونوں محافظوں سے کوئی سنگین غلطی نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے ابتدا سے ساری توجہ اس راستے پر مرکوز رکھی تھی جو عمارت میں عام آمد و رفت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ انہیں ایمرجنسی راستے کی موجودگی کا علم تھا نہ کسی نے اس کی نشان دہی کی تھی۔ جہانگیر کے اغوا کی خبر ملنے کے بعد وہ اس دروازے کی موجودگی دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے تھے پھر بھی اول خان ان پر برہم تھا۔

اس کے ذہن میں وہی بات چبھ رہی تھی جو میرانے اس کی لاعلمی میں مجھ سے کہی تھی۔ اسے قلق تھا کہ اس کے آدمیوں کے ہوتے ہوئے ہمارے نامعلوم دشمن جہانگیر کو آسانی سے نکال لے گئے تھے اور ان کے فرشتوں کو بھی اس واقعے کا علم نہیں ہوسکا تھا۔

وہ دونوں سعادت مند ماتحتوں کی طرح سر جھکا کر اول خان کی لعن طعن سنتے رہے پھر میں اول خان کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

مجھے جہانگیر کے اغوا پر سخت تشویش تھی۔ اسے لے جانے والے اپنا مہمان بنا کر نہیں لے گئے تھے۔ ان کے مذموم عزائم صاف ظاہر تھے۔ مجھے یقین تھا کہ جہانگیر کو ہوش میں آتے ہی

Downloaded from https://paksociety.com

ان کے بدترین تشدد کا سامنا کرنے پڑے گا۔ مجھے قدرے اطمینان اس بات سے تھا کہ جہانگیر کی زندگی کو کوئی فوری خطرہ لاحق نہیں تھا۔ وہ لوگ اسے مارنا چاہتے تو فلیٹ ہی میں اس کا کام کر دیتے۔ اسے لاد کر اپنے ساتھ لے جانے کا خطرہ ہرگز مول نہ لیتے۔

ہم جہانگیر کے فلیٹ پر پہنچے تو سلمٰی خوف اور دہشت کے عالم میں ہماری منتظر تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دینے کے ساتھ جہانگیر کا نام پکارا۔ اسے نیچے سے انٹر کام پر ہماری آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے میری آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا۔

خوف سے اس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں میں دہشت رچی ہوئی۔ ہم تینوں کو اپنے سامنے پا کر اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ بے اختیار غزالہ سے لپٹ گئی۔

وہ ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی اور شکستہ فقروں کی صورت میں اس قیامت کا بیان کرتی جا رہی تھی جو اس پر گزر چکی تھی۔

کافی دیر کے بعد غزالہ اسے دلاسا دے کر الگ کرنے میں کامیاب ہو سکی۔ سلمٰی کے چہرے پر ویرانی نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اس کی حالت ایسی کسی نئی سہاگن سے مختلف نہیں تھی جو تازہ تازہ بیوہ ہوئی ہو۔

جہانگیر اور سلمٰی کبھی قابلِ رشک میاں بیوی نہیں رہے تھے۔ دونوں میں ذرا ذرا سی بات پر کھٹ پٹ ہوتی رہتی تھی۔ حد یہ تھی کہ سلمٰی میرے سامنے بھی جہانگیر کی شکایتیں کرنے کا موقع ضائع نہیں کرتی تھی لیکن اس وقت سلمٰی کا بے ساختہ ردِ عمل یہ ظاہر کر رہا تھا کہ چھوٹی موٹی چھڑپوں کے باوجود وہ دل و جان سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔

جہانگیر کے اغوا کا واقعہ بہت مختصر تھا۔ وہ ہتھیاروں کے زور پر زبردستی اندر آئے، سلمٰی کو بے بس کیا اور جہانگیر کو لے گئے۔ سلمٰی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں اس کے شوہر کو کس طرح لے گئے تھے۔ اصل واردات کے وقت وہ باتھ روم میں بے بسی کی حالت میں پڑی اپنی رہائی کی کوششیں کر رہی تھی۔

روبرو گفتگو میں اس سے صرف ایک کام کی بات معلوم ہوئی کہ دونوں افراد کسی قسم کے میک اپ میں نہیں تھے۔ سلمٰی نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا تھا اور دوبارہ سامنا ہونے کی صورت میں آسانی سے انہیں شناخت کر سکتی تھی۔

ان دونوں کے چہرے عام آدمیوں جیسے تھے۔ دونوں توانا اور جان دار نظر آ رہے تھے اور ریوالوروں سے مسلح تھے۔ انہوں نے آتے ہی اپنے کام سے کام رکھا تھا۔ سلمٰی خوب رو اور متناسب بدن کی مالک تھی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے اس کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ انتہائی سپاٹ انداز میں اسے بے بس کر کے بے رحمی سے باتھ روم میں بند کر دیا۔

خاصی تفصیلی جرح کے بعد وہ یہ بتا سکی کہ ان میں سے ایک کے داہنے جبڑے پر کان سے لے کر دہانے تک کسی پرانے زخم کا نشان تھا جس کی چکنی جلد بالوں سے یکسر محروم تھی۔

وہ ایک بڑی اور واضح نشانی تھی جس کے سہارے مجرموں کا کھوج لگایا جا سکتا تھا۔

باہمی مشورے کے بعد اول نے علاقے کی پولیس کو اس واقعے سے باخبر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ ہونا یا نہ ہونا بعد کی بات تھی، ہم تینوں کی رائے میں اس واقعے کا ریکارڈ پر آنا ضروری تھا۔

اول خان نے فون پر علاقے کے تھانے سے رابطہ کیا تو تھانے دار موجود نہیں تھا۔ اول خان نے اپنے مختصر تعارف کے بعد سب انسپکٹر کو واقعے سے آگاہ کر دیا۔

اول خان اور ایس ٹی ایف کے تذکرے کی وجہ سے مشکل مرحلہ بہت آسان ہو گیا۔ ذرا سی دیر میں تھانے دار اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ وہاں آ موجود ہوا۔

تھانے دار نے کسی جرح کے بغیر وہ واقعہ سنا۔ سلمٰی سے چند سوالات کیے اور پھر اس کا مختصر بیان قلم بند کر کے واپس چلا گیا۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اول خان نے رسمی کارروائی پوری کرنے کی غرض سے تھانے کو واقعے سے آگاہ کیا تھا ورنہ ایس ٹی ایف واردات کا کھوج لگانے کی پوری طرح اہل تھی۔ اس کی نگاہ میں دو نکات اہم تھے۔ اول یہ کہ مجرم عمارت سے پہلے احاطے میں گھسنے میں کیسے کامیاب ہوئے جب کہ احاطے کا راستہ ہر وقت نگرانی میں رہتا تھا۔ دوئم یہ کہ وہ عمارت میں سے ایک شخص کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانے میں کیسے کامیاب ہوئے۔

تیسرا نکتہ اسے میں نے سمجھایا۔ سلمٰی کی کہانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہاں آنے والے پیشہ ور مجرم تھے اور پولیس کے محکمے میں ان کا ریکارڈ ہونا چاہئے تھا۔ اس ریکارڈ کی چھان بین کر کے زخمی چہرے والے مجرم کی نشان دہی ہو سکتی تھی۔ اگر وہ سامنے آ جاتا تو اس کیس کی باقی کڑیاں بھی آسانی سے یکجا کی جا سکتی تھیں۔

تھانے دار نے جاتے جاتے بہت خلوص کے ساتھ وعدہ

Downloaded from https://paksociety.com

کیا تھا کہ وہ اپنی ساری توجہ اس واقعے پر مرکوز کر کے اول خان کو جلد از جلد اپنی تفتیش کے نتائج سے آگاہ کرے گا۔

جہانگیر کے اغوا ہو جانے کے بعد سلمٰی اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ بہت پریشان اور خوف زدہ تھی۔ جب غزالہ نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کی پیشکش کی تو وہ بلا پس و پیش ہمارے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئی۔

ہماری واپسی پر پوری عمارت کا ماحول بدلا ہوا تھا۔ جہانگیر کے اغوا کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل چکی تھی۔ پولیس والوں نے اپنے روایتی انداز میں گراؤنڈ فلور پر واقع منتظم کے کمرے میں اپنا ڈیرا جمایا ہوا تھا جہاں پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری تھا۔

پولیس والوں کا اپنا طریقۂ کار ہوتا ہے۔ ہمیں اس میں دخل انداز ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کو اطلاع دے کر ہم نے اپنی قانونی ذمے داری پوری کر دی تھی۔ اگر وہ جہانگیر کی بازیابی کے سلسلے میں کوئی راہ تلاش کر لیتے تو ہمارا کام آسان ہو سکتا تھا ورنہ یہ سامنے کی بات تھی کہ ہمیں جو کچھ کرنا تھا اپنے طور پر کرنا تھا۔

واپسی سے پہلے اول خان نے اپنے دونوں آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں پھر ہم وہاں سے گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔

سلمٰی اپنے شوہر کے اغوا کی عینی شاہدہ تھی۔ خوف اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر ایسی شدید رقت طاری تھی کہ وہ بات بات پر رو رہی تھی۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ ویرا نے روتی ہوئی عورتوں کے بارے میں کوئی فرضی بات نہیں کہی تھی۔ روتی ہوئی عورت واقعی اپنی ساری کشش کھو بیٹھتی ہے۔

ہم گھر پہنچے تو ویرا نے بڑی ہمدردی کے ساتھ سلمٰی کا استقبال کیا لیکن میں اس کے ابتدائی تاثر سے بھانپ چکا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ سلمٰی کی آمد سے خوش نہیں تھی۔ اس نے ہمارے ساتھ جانے سے انکار کر کے جس صورت حال سے بچنے کی کوشش کی تھی وہ آخر کار اس کے سر پر مسلط ہو گئی تھی۔

''تمہاری دانست میں یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے؟'' سلمٰی کے کچھ پرسکون ہو جانے کے بعد ویرا نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

''میرے لیے وہ ناگہانی آفت تھی جو اچانک نازل ہو گئی۔ مجھے اس کے سر پیر کا کوئی علم نہیں ہے۔'' سلمٰی نے بے چارگی سے جواب دیا ''یہ ڈینی سے ان کی دوستی کا شاخسانہ ہو سکتا ہے۔ ان کی کسی سے دوستی یا دشمنی نہیں تھی۔''

''تم کیا کہتے ہو اس بارے میں؟'' ویرا کا رخ میری طرف ہو گیا۔

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا'' میں نے سلمٰی سے نظریں بچا کر ویرا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا ''اس وقت ایسے سوالات سے سلمٰی کو پریشان نہ کرو۔ وہ ایک بھیانک تجربے سے دوچار ہوئی ہے۔ اس وقت اسے آرام اور ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔''

''میں بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہی ہوں'' سلمٰی نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میں کئی آدمیوں سے لڑ کر آئی ہوں۔''

''ان بدمعاشوں نے تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کی ہو گی'' ویرا ہر وقت گھات میں لگی رہتی تھی۔ سلمٰی کی بات سے اسے ایک نیا موضوع مل گیا۔

''نہیں!'' سلمٰی کے جواب نے ویرا کے تجسس پر اوس ڈال دی۔ وہ کہہ رہی تھی ''اس وقت وہ دونوں غالب تھے۔ جو چاہتے، کر سکتے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے مجھے بے بس کرنے کے باوجود میرے ساتھ کوئی گھٹیا حرکت نہیں کی۔''

''اس بات سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ پرانے اور عادی مجرم تھے۔ اناڑی کسی گھر میں گھستے ہیں تو عورتوں کو اپنی تحویل میں پا کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اپنا اصل مقصد پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان عورتوں کو ستانا اور ان کی تذلیل کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں'' اول خان نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے اپنا مشاہدہ بیان کیا۔

''یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی'' میں نے ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں کہا پھر غزالہ سے مخاطب ہو گیا۔ ''چوتھا بیڈ روم خالی ہے۔ ضرورت کی چیزیں مہیا کر کے سلمٰی کو وہاں پہنچا دو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جہانگیر کی بازیابی کے لیے کیا، کیا جا سکتا ہے؟''

''وہ دونوں اپنی شکلوں سے سفاک اور خونی لگ رہے تھے'' سلمٰی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی ''ان کا سراغ لگاؤ۔ مجھے ہول آ رہے ہیں کہ ان تک پہنچنے میں دیر ہوئی تو کہیں وہ مار مار کر ان کو ہلاک نہ کر دیں۔''

''تم بے فکر رہو'' میں نے بڑھ کر اس کے شانے پر ہلکی سی تھپکی دی ''اس وقت ہمارے سامنے سب سے مقدم کام یہی ہے۔''

''میں نے اپنے دونوں آدمیوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ پولیس والوں کے ساتھ مل کر کام کریں تاکہ ہم جلد از جلد جہانگیر تک پہنچ سکیں'' اول خان نے اسے یقین دہانی کرائی۔

غزالہ اسے لے کر خالی بیڈ روم کی طرف چل دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''مجھے اس بے چاری سے بہت ہمدردی ہے'' اس کے چلے جانے کے بعد ویرا پچی آواز میں بولی ''لیکن میں کیا کروں، مجھے روتی صورتیں اچھی نہیں لگتیں.....''

''خدا کا شکر ادا کرو کہ اس گھر میں چار بیڈروم ہیں۔ چوتھا کمرا خالی نہ ہوتا تو ساری مہمان داری تمہارے سر آتی'' سلطان شاہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''کیا مطلب!'' ویرا نے تیزی سے پوچھا۔

''سلمٰی کو تمہارے کمرے میں آباد کیا جاتا۔ یہاں ایک تم ہی فالتو عورت ہو۔''

وہ ایک ان ہونی سی بات تھی، سلمٰی کا مسئلہ طے ہو چکا تھا مگر بات سلطان شاہ نے کہی تھی اس لیے ویرا کا چٹخنا ضروری تھا۔ وہ بلا توقف بولی ''یہاں صرف میں ہی نہیں ہوں۔ غزالہ بھی اسی گھر میں رہتی ہے۔''

''وہ شوہر والی ہے۔ ڈینی کے ساتھ رہتی ہے۔ تم اپنے ڈبل بلکہ کنگ سائز بیڈ پر اکیلی سوتی ہو۔ سلمٰی کے لیے تمہارا ہی کمرا موزوں رہتا۔''

ان دونوں کی بحث آگے بڑھنے کے آثار واضح تھے۔ میں نے سختی سے مداخلت کر کے دونوں کو خاموش کر دیا ''تم کو ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ وہ اس چھت کے نیچے ہماری مہمان ہے۔ اسے تم دونوں کی ان واہیات باتوں کی بھنک بھی مل گئی تو وہ کس قدر آزردہ ہوگی۔''

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ جہانگیر کی بازیابی کے لیے فوری طور پر کیا، کیا جائے؟'' اول خان نے بائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

''فی الحال انتظار کے سوا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ زخم کے نشان والے کی تلاش میں شہر کے بدنام علاقوں کا چکر لگاؤں۔ شاید وہاں سے اس کا کوئی سراغ مل سکے'' میں نے شکست خوردہ انداز میں جواب دیا ''زیرِ زمین دنیا میں وہ اپنے چہرے کے نشان کی وجہ سے آسانی سے پہچانا جاتا ہوگا۔''

''وقت اور وقت کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا'' اول خان بولا ''تم جانتے ہو کہ مجرموں کی برادری میں بہت ایکا ہوتا ہے۔ وہ آسانی سے ایک دوسرے کے خلاف زبان نہیں کھولتے۔''

''میں جہانگیر کے لیے ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

''تم جذباتی ہو رہے ہو'' اول خان نے ناصحانہ انداز میں مجھے سمجھایا ''تم کسی ایک آدھ آدمی کو تاڑ کر اپنے تشدد کا نشانہ بناؤ گے۔ تمہیں آخر تک اندازہ نہیں ہو سکے گا کہ وہ تمہارے مطلوب آدمی سے واقعی لاعلم ہے یا جان بوجھ کر جھوٹ بول رہا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم سب سر سے کفن باندھ کر اسی وقت جہانگیر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔ ہمیں جلد از جلد اس واردات کا کوئی سرا تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

''کیوں نہ سوبھراج کو ٹٹولا جائے؟'' ویرا نے تجویز پیش کی۔

اس کا مشورہ بہت صائب تھا۔ سیاہ اکارڈ کی واپسی کے مرحلے پر سوبھراج کی بدنیتی کھل کر میرے سامنے آ چکی تھی۔ وہ منہ پر میری دوستی کا دم بھر رہا تھا لیکن میری طرف سے اپنے دل میں کینہ لیے بیٹھا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح میرا کام تمام کر کے اپنے امریکی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کر لے تاکہ اسے سکون سے اپنی بقیہ زندگی گزارنے کا حق مل سکے۔

یہ اور بات تھی کہ اس نے فون پر بھرپور منافقت کا مظاہرہ کر کے ایک مرتبہ پھر میری خیر خواہی کے دعوے کیے تھے۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ میں اس سے بذات خود ملا تھا۔ وہ مجھے، میرا بھیجا ہوا کوئی حریص آدمی تصور کر رہا تھا۔

پاکستان کے قانون سے اسے اسی وقت تک خطرہ لاحق تھا جب تک وہ پاکستان میں رہ رہا تھا۔ پاکستان سے کسی اور ملک میں جانے کے بعد اسے اس خطرے سے نجات مل سکتی تھی لیکن امریکی سی آئی اے والوں سے اسے دنیا کے کسی گوشے میں امان نہیں مل سکتی تھی۔

شاید وہ پاکستان چھوڑنے سے پہلے مجھے ختم کر کے اپنے امریکی دشمنوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک ادھوری اور ناکام کوشش کے بعد اگر اس نے کسی کو جہانگیر کے پیچھے لگا دیا تھا تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔

''کچھ نہ کرنے سے بہتر ہے کہ سوبھراج کو دیکھ لیا جائے'' میری سوالیہ نظریں اپنے چہرے پر مرکوز پا کر اول خان نے ویرا کی تائید کی۔

میں نے وقفے وقفے سے تین مرتبہ سوبھراج کا سیٹلائٹ فون نمبر ملایا اور تینوں مرتبہ لائن انگیج ملی۔ میری دانست میں یہ امکان نہیں تھا کہ وہ کسی سے اتنی طویل گفتگو کر رہا ہو۔ مجھے سیٹلائٹ فون کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن میرا اندازہ تھا کہ سوبھراج نے اس وقت کسی مصروفیت کی بنا پر اپنا فون بند کیا ہوا تھا۔

''ایسا تو نہیں کہ وہ پاکستان سے فرار کے سفر پر نکل کھڑا

Downloaded from https://paksociety.com

ہوا ہو'' سلطان شاہ نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔

''اگر وہ جہانگیر کے اغوا میں ملوث ہے تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہے'' میں نے وثوق سے کہا ''وہ یہاں رک کر پورے قصے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا، اس کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے گا۔''

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت جہانگیر سے باز پرس میں مصروف ہو'' ویرا نے تشویش آمیز لہجے میں خدشہ ظاہر کیا۔

اس کے جواب میں کوئی کچھ نہ بولا۔ جہانگیر سے پرتشدد باز پرس کا تصور اس قدر اندوہناک تھا کہ ہم میں سے کوئی اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''یہ مسئلہ اچانک سامنے آجانے سے الفا کا معاملہ پس پشت چلا گیا ہے'' کچھ دیر کی بوجھل خاموشی کے بعد اول خان نے جھجکتے ہوئے زبان کھولی ''پولیس کی تحویل میں آنے والی، امریکی ساخت کی طاقتور رائفل کا ذکر سن کر تم چونک گئے تھے۔''

''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے دشمنوں کا دائرہ بار بار پھیلتا اور سکڑتا جا رہا ہے'' میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

''تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟'' ویرا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

''بہت سیدھی سی بات ہے، کبھی وہ ایک دوسرے سے الگ نظر آتے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں وار کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں، کبھی یکجا ہو جاتے ہیں۔''

''تم نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کرلیا؟'' اول خان نے پوچھا

''میں نے تم سے امریکی رائفل کے بارے میں ایک چھوٹا سا سوال پوچھا تھا۔''

''امریکی رائفل کے ذکر پر میرے ذہن میں ایک مفروضے نے سر ابھارا تھا'' میں نے نپی تلی آواز میں جواب دیا ''الفا بے یار و مددگار تھا۔ اس کا اکلوتا ساتھی پراسرار طور پر غائب ہو چکا ہے۔ سوبھراج نے اس کی مدد کرنے سے پہلو تہی اختیار کی ہوئی ہے۔ اسے ہر قیمت پر اپنا مشن مکمل کرنا تھا۔ اس کے سامنے ایک ہی راستہ باقی رہ گیا تھا جو اس نے اختیار کرلیا۔''

''امریکی رائفل اور ایک ہی راستہ!'' ویرا کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری پھر اس نے بے ساختہ کہا ''کہیں تم یہ تو نہیں کہنا چاہ رہے کہ الفا نے آخری دم قسمت آزمائی کے ارادے سے کسی امریکی سے رجوع کیا اور وہ لوگ اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوگئے؟''

''میں بالکل یہی کہنا چاہ رہا ہوں'' میں نے اس کی تائید کی۔

''الفا سے اندازے کی ذرا سی غلطی ہوگئی'' سلطان شاہ بولا ''چارلی کے پکڑے جانے تک حالات کچھ اور تھے۔ اب سوبھراج کے دل میں بے ایمانی آگئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اب وہ الفا کی مدد کرنے پر آسانی سے آمادہ ہو جاتا۔''

''وہ ہرگز آمادہ نہ ہوتا۔ سوبھراج اس وقت دہری چال چل رہا ہے۔ وہ ایک طرف میری دوستی کا دم بھر رہا ہے اور دوسری طرف میرا کام تمام کرنے کی فکر میں ہے۔ اس مشن کے پیش نظر وہ کوئی اور ذمے داری قبول نہیں کرے گا'' میں نے جواب دیا۔

''تم نے سوبھراج کا ذکر کہاں نکال لیا'' ویرا نے چڑ کر سلطان شاہ سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوگئی ''ہاں، تو الفا کے بارے میں تمہاری تھیوری کیا کہتی ہے؟''

''اسے نہ صرف ہتھیار فراہم کیے گئے بلکہ یہ بھی بتا دیا گیا کہ آج اسلام آباد سے کچھ اہم سرکاری شخصیات کراچی آرہی ہیں۔''

''اس معاملے میں رازداری سے کام لیا جا رہا تھا'' سلطان شاہ نے میری بات کاٹ کر اعتراض کیا۔ ''انہیں ہماری اہم شخصیات کی نقل و حرکت کی اطلاع کیسے مل گئی؟''

''سفارتی حلقوں کے اپنے ذرائع ہوتے ہیں۔ امریکی ان ذرائع سے تجاوز کر کے جاسوسی کے فراق میں بھی رہتے ہیں۔ پروگرام پہلے سے طے تھا۔ جلال کی کوششوں کے نتیجے میں ان کی آمد کے اوقات میں خاموشی سے تبدیلی کی گئی تھی۔ الفا کے لیے انتظار کرنا مشکل نہیں تھا۔''

''الفا کا نشانہ خطا ہوگیا لیکن اس کا ناکام قاتلانہ حملہ ہم سب کے لیے ایک کھلا چیلنج ہے'' سلطان شاہ بولا ''شہر کی سڑکوں پر جب حکمراں محفوظ نہیں ہیں تو عام آدمی کس گنتی میں ہیں۔ الفا جیسے دہشت گرد جب چاہیں، شہر کے حالات بگاڑ سکتے ہیں۔''

''تم نے صحیح رائے قائم کی ہے۔ الفا کو اپنا مشن پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت تھی'' ویرا نے کہا ''امریکیوں کے پاس سارے وسائل موجود ہیں، افرادی قوت کا قحط ہے۔ دونوں نے مل کر آج کے لیے ایک خونین ڈرامے کی تیاری کی تھی۔ یہ آنے والے وی آئی پی کے مقدر کی خوبی تھی کہ الفا کا نشانہ خطا ہوگیا۔''

''صرف امریکیوں کا ذکر کرنے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ الفا نے کس سے رابطہ کیا

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگا؟'' سلطان شاہ بولا۔

''تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟'' میں نے رسانیت سے سوال کیا۔

''نک ہاروے اپنے فلیٹ میں مارا گیا۔ گیری ہارٹ زخمی حالت میں سمندر میں غرق ہوگیا۔ اب لے دے کر ٹام ہی رہ گیا ہے۔ الفانے اس سے کیسے رابطہ کیا ہوگا؟''

سلطان شاہ کا وہ سوال سطحی تھا۔ ضروری نہیں کہ الفانے براہ راست ٹام ہی سے رابطہ کیا ہو۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ معلومات کی روشنی میں کسی بھی امریکی اہل کار سے رابطہ کرتا، وہ تخریبی مقاصد کے حصول کے لیے اسے ٹام تک پہنچا دیتا۔

ٹام پاکستان میں سی آئی اے کا نمائندہ تھا اور یقینی طور پر ایف بی آئی والوں کے ساتھ قریبی روابط رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دفاتر الگ الگ ہونے کے باوجود وہ ایف بی آئی کے نک ہاروے کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں رہتا تھا۔

نک ہاروے شیر دل کے بھیجے ہوئے ایک قاتل کے ہاتھوں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا تو اس واقعے میں ٹام بھی زخمی ہوا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے نک کا تابوت اپنے وطن روانہ کیا تھا۔ نک کا جانشین گیری ہارٹ تھا جسے ٹام نے زخمی حالت میں اسٹریچر پر اومان کے امریکی اسپتال کے لیے رخصت کیا تھا۔ یہ گیری کی بدنصیبی تھی جو پورے جہاز اور اس کے مسافروں کو بحیرۂ عرب میں لے ڈوبی تھی۔

مقامی قیادت کی ان تبدیلیوں کی وجہ سے ایف بی آئی والوں کو ٹام کی اعانت کی سخت ضرورت تھی۔ حالات کی بنا پر اس کی پوزیشن خود بخود مضبوط ہوتی چلی گئی تھی۔ گیری کے بعد عملی طور پر وہ ایف بی آئی کے معاملات کا بھی نگراں بن گیا تھا۔ یوں پاکستان کے خلاف پروان چڑھنے والی ہر امریکی سازش کا روحِ رواں تھا۔ بات کہیں سے بھی چلتی، فیصلہ کن شخصیت کے طور پر آخری ذمے داری اسی کے سر آتی اس لیے اس بات پر سر کھپانا بے سود تھا کہ الفانے ٹام سے رابطہ کیسے کیا ہوگا۔

پاکستان کے مفادات کے خلاف سی آئی اے، ایف بی آئی، را اور سوبھراج کا گٹھ جوڑ بہت خطرناک تھا۔ سازشی افراد کا وہ ٹولا بہت دیدہ دلیری کے ساتھ پیش رفت کر رہا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ ہم نے اپنی کوششوں سے اس اتحاد میں دراڑیں ڈال دی تھیں اور نک یکا یک سوبھراج کے خون کا پیاسا ہوگیا تھا۔

میں ان خیالات کی رو میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' رابطہ ہوتے ہی کسی تمہید کے بغیر میرے کانوں میں ٹام کی سرد آواز آئی۔

''تم کون بول رہے ہو؟'' میں نے اسے اس کی اوقات یاد دلانے کے لیے سپاٹ بلکہ چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

''کرنل! میرا خیال ہے کہ اسپیشل ٹاسک فورس کے افسران زیادہ غیر ملکیوں سے میل جول نہیں رکھتے!'' اس کی طنزیہ آواز ابھری۔

''اوہ..... تو یہ تم ہو!'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''بعض سرکاری شعبوں میں امریکی اور غیر ملکی مشیر آجانے سے ہمارے رابطے بڑھ گئے ہیں۔ اس وقت میں تمہاری آواز نہیں پہچان سکا تھا۔ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟''

''یہ بہت ضروری ہے کرنل۔'' اس نے زور دے کر کہا ''ہوسکے تو اسی وقت میرے دفتر آجاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''ٹام! تم میرے تحفظات سے خوب واقف ہو۔ میں تم سے تمہارے دفتر میں نہیں مل سکتا۔ ایڈی ہاک اور گیری سے میری ملاقاتیں کھلے مقامات پر ہوئی تھیں جہاں کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ دوسری اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ میری اپنی بھی ذمے داریاں ہیں فی الحال میں مصروف ہوں، وقت نہیں نکال سکتا۔''

''اس وقت مصروف ہو تو کل صبح مل لو مگر میرے دفتر میں نہ آنے والی بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔'' وہ بولا۔

''یہ پرانی بات ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں تلوار کی دھار پر چل رہا ہوں۔ میرے بڑے یہ بات پسند نہیں کریں گے کہ میں غیر ملکی ایجنسیوں کے ملازمین سے اپنا میل جول رکھوں۔ مجھے اپنی حفاظت کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے۔''

''پتا نہیں یہ خوف تمہارے دل سے کیوں نہیں نکلتا۔ ہم لوگ تمہیں کھا نہیں جائیں گے۔'' اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔

''کوئی کسی کو نہیں کھاتا۔ زد پر آجائے تو بس ذرا سا مروا دیتا ہے۔ نک اور گیری دونوں مر چکے ہیں لیکن وہ کبھی یہ بات واضح نہیں کر سکے کہ وہ مجھ سے دوستی رکھنا چاہتے ہیں یا مجھے بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''میری کوشش ہوگی کہ میں ایسی غلط فہمیوں کو دور کر سکوں۔ تم سے کئی بار میرا آمنا سامنا ہوا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ میں دوسروں کے معاملات میں اپنی ٹانگ نہیں اڑاتا۔ سر جھکا کر اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔''

''سچی بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے بارے میں کبھی

Downloaded from https://paksociety.com

سوچنے کی کوشش نہیں کی۔ جن لوگوں کے بارے میں غور کیا' انہیں اپنی میزان پر پورا نہیں پایا۔'' میں نے اس بار بھی اس کی اہمیت گھٹانے کے موقع سے فائدہ اٹھالیا۔

''ملتے رہو گے تو میری طرف سے تمہارا ذہن صاف ہوجائے گا۔ میں دوست بناتا ہوں یا دشمن۔ بیچ کا راستہ مجھے پسند نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ کل کس وقت اور کہاں مل رہے ہو؟'' اس نے میری بات کا برا منائے بغیر سوال کیا۔

''دوستی اور دشمنی کا اصول تمہارے پیشے سے میل نہیں کھاتا۔ اس میں منافقت اور دھوکے بازی سے بڑی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں!''

''تم بھی کسی حد تک میرے ہم پیشہ ہو۔ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ یہ بہت دور نکل جائیں گی۔ مجھے ملاقات کے بارے میں بتاؤ۔'' وہ میری بات ٹال کر اپنے سوال پر اڑا رہا۔

''تم شہر میں رونما ہونے والے بدترین واقعے سے بے خبر تو نہیں ہوگے!'' میں نے پوچھا۔

''اہم واقعات سے باخبر رہنا میرے فرائض میں داخل ہے۔ تم کس واقعے کا ذکر کررہے ہو۔ آج شہر میں دو اہم واقعات نے جنم لیا ہے۔ ایک ناکام قاتلانہ حملہ اور دوسرا ایک ڈاکٹر کا قتل۔ تمہاری سرکار کو ڈاکٹر کے قاتل کا پتا ہے اور نہ قاتلانہ حملہ کرنے والے کا!''

''ڈاکٹر صادق کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟'' میں نے اچانک پوچھ لیا۔

''فی الحال وہی جانتا ہوں جو اخباروں میں چھپا ہے۔'' اس نے جواب دیا ''میں کہہ رہا ہوں کہ فون پر یہ سب باتیں نہیں ہوسکتیں۔ ملاقات کا وقت طے کرلو۔ ہم دونوں کو اپنے بہت سے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔''

''ابھی تم نے حکومت کی بے خبری کے بارے میں بہت عامیانہ سا طنز کیا تھا۔'' میں نے اپنی خلش دور کرنے کے لیے کہا ''تم ایک ذمے دار افسر ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ عام طور پر حکومتیں اتنی بے خبر نہیں ہوتیں جتنی اخباری اطلاعات میں نظر آتی ہیں۔''

''اوہ..... تمہیں میری بات بری لگ گئی' میں تم کو حکومت کا کوئی کل پرزہ نہیں سمجھتا۔ تمہاری فورس ایک انوکھی فورس ہے جو بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ بھی نہیں ہے۔''

''گیری کے سینے میں میری فورس کے بارے میں معلومات کا ایک خزانہ دفن تھا جسے وہ خاص موقع پر استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس بے چارے کی بدنصیبی دیکھو کہ اپنی ساری معلومات سمیت سمندر کی تہ میں ڈوب کر مرگیا یہ فورس جو کچھ بھی ہے اس کے بارے میں تم لوگوں کی معلومات قابلِ رشک ہیں۔''

''پاکستان کے تجربے کی بنا پر دوا ور ملکوں میں ایسی فورس قائم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ آج کی دنیا میں ہر راز کھلا راز ہوتا ہے جس کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے۔ صرف وہ باتیں خفیہ رہ سکتی ہیں جو افراد کے درمیان طے ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس وقت دنیا کے کئی ملکوں میں تمہاری ایس ٹی ایف تحقیق کا موضوع بنی ہوئی ہوگی۔ یہ بتاؤ کہ اپنی حکومت کی بے خبری اور باخبری کے بارے میں تم کیا کہہ رہے تھے۔''

''آج کا ناکام قاتلانہ حملہ امریکی ساخت کی ایک جدید رائفل سے کیا گیا ہے۔''

''ہتھیار سازی اور اس کی فروخت میں امریکا کا نام سرفہرست ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں قانونی اور غیر قانونی طور پر امریکی ہتھیار پائے جاتے ہیں۔'' اس کی آواز میں ہلکا سا غرور ابھر آیا۔ وہ کہہ رہا تھا ''امریکی رائفل سے کچھ بھی پتا نہیں چل سکے گا۔''

''اسے چلانے والا راکا ایک ایجنٹ تھا!'' میں نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

''یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟'' اس نے بے ساختہ سوال کیا۔

''کہنے والے کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کسی نہ کسی شہادت کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہوگا۔ میں نے اڑتی اڑتی خبر سنی ہے۔''

''سب بکواس کررہے ہیں۔'' وہ جھنجلا گیا' فائرنگ کرنے والا فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اب اس کے بارے میں اندازے لگائے جاسکتے ہیں۔ وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔''

''میں دوست سمجھ کر تمہیں بتا رہا ہوں کہ اسے پہچان لیا گیا ہے۔'' میں نے یوں کہا جیسے میں اپنی خفیہ معلومات کو ظاہر کرکے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ ''وہ ذکی کے فرضی نام سے کراچی میں ٹھہرا ہوا ہے اور الفا اس کا خفیہ پاس ورڈ ہے۔''

''یہ ناممکن ہے کہ اتنی جلدی یہ سب معلوم کرلیا گیا ہو۔'' اس کی اضطراری آواز ابھری ''ہو نہ ہو، یہ باتیں اس کے ساتھی سے اگلوائی گئی ہوں گی جنہیں آج کے واقعے سے جوڑ کر ایک کہانی بنالی گئی۔''

اس کی بدحواسی پر میں دل ہی دل میں ہنس پڑا پھر میں نے معصومیت سے پوچھا ''تم کس کے ساتھی کی بات کررہے

Downloaded from https://paksociety.com

ہو؟''

''میں کسی کی بات نہیں کررہا۔'' اس نے جھلائی ہوئی آواز میں جواب دیا ''ان باتوں پر لعنت بھیجو اور یہ بتاؤ کہ تم کل کس وقت مجھ سے مل رہے ہو۔''

زبان سے بے ساختہ نکل جانے والے کلمات کی ادائیگی کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ کلفٹن کے علاقے سے را کے ایک ایجنٹ کی گرفتاری کا واقعہ پریس میں رپورٹ نہیں ہوا تھا۔ وہ خبر آئی بی اور مقامی آرمی گیریژن کے گنے چنے افراد تک محدود رہی تھی یا پھر ہمارے علم میں آئی تھی۔

اس نے ایک ایسی بات پر تبصرہ کرنے کی غیر ارادی غلطی کی تھی جس کا سرے سے کہیں ذکر نہیں آیا تھا۔ میری باتوں پر اشتعال میں آکر وہ اضطراری طور پر چند فقرے کہہ گیا تھا کہ مگر فوراً ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور اس نے بگڑی ہوئی بات سنبھالنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔

مجھے اس کے اعتراف یا انکار سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ ہمارے ملک میں دنیا کی اکلوتی سپر پاور کے ایک انتہائی طاقت ور شعبے کی نمائندگی کررہا تھا۔ ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کے پرانے تجربات میرے سامنے تھے۔ وہ دوسرے ملکوں کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی ثبوت کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ اپنے مفادات کے نام پر ہر جائز اور ناجائز کارروائی کو اپنا حق تصور کرتے تھے۔ ان حالات میں ٹام کے کسی اقرار سے کوئی بڑا فرق نہیں پڑسکتا تھا۔

میرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ میں نے اس کی زبان سے نکلے ہوئے چند اضطراری فقروں سے اندر کی یہ بات جان لی تھی کہ الفا عرف ذکی اس سے مل چکا تھا اور ٹام اس کی پوری کہانی سے باخبر تھا۔

ان دونوں کے درمیان رابطے کے بعد وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ الفا نے بہت سرعت سے کام کرکے دہشت گردی کی ایک بڑی واردات کر ڈالی تھی۔ اگر وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہوجاتا تو ملک میں افراتفری اور ابتری کا ایک دور شروع ہوسکتا تھا۔

''کل کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے قدرے توقف کے بعد ٹام کو جواب دیا ''وقت ملا تو میں فون کرکے تم سے پروگرام طے کرلوں گا۔''

''ٹھیک ہے میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔'' اپنی بات کا حتمی جواب ملتے ہی اس نے فون بند کردیا۔ اسے اندیشہ رہا ہوگا کہ گفتگو نے غیر ضروری طول پکڑا تو بے دھیانی میں اس کی زبان سے مزید کوئی غیر محتاط بات نکل سکتی ہے۔

''یہ قصہ بھی صاف ہوگیا۔'' میری اور ٹام کی گفتگو سن لینے کے بعد ویرا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''انہیں جو کچھ کرنا ہے وہ کررہے ہیں۔ بات کھل کر تمہارے سامنے آچکی ہے۔ اب تم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہو؟''

''بے بسی کا یہ احساس عارضی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آگے چل کر ہمیں کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔'' اول خان نے پرامید لہجے میں کہا۔

''دراصل وہ اپنی پوزیشن سے بہت بے رحمی سے فائدہ اٹھانے پر تل گئے ہیں۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا ''اپنی تمام تر بدمعاشیوں کے باوجود انہوں نے دھونس اور دھمکیوں سے کام لے کر ہمیں ایسی پوزیشن میں دھکیل دیا ہے کہ آج ہم اپنی سرزمین پر امریکیوں کا خون بہانے سے خوف زدہ ہیں۔ وہ تو غنیمت ہے کہ گیری کا جہاز پاکستان کی بحری سرحد سے بہت دور سمندر میں گر کر تباہ ہوا۔ یہ حادثہ آس پاس رونما ہوا ہوتا تو اس کی ذمے داری بھی ہمارے سر ڈال دی جاتی۔''

''اندازہ یہ تھا کہ نک کے قتل کے بعد ان کی رفتار سست پڑ جائے گی۔'' اول خان بولا ''گیری نے اس کی جگہ لی تو واقعات کا رخ تیزی سے بدل گیا اور ایس ٹی ایف کی سرگرمیاں موقوف کرنی پڑگئیں۔ وہ مرا ہے تو اب ٹام نئے تیور دکھا رہا ہے۔ الفا کا ساتھ دے کر اس نے اپنی طرف سے اعلان جنگ کردیا ہے۔''

''یہ ریاستی مفادات کی جنگ ہے جس میں ہم لوگ بہت سی مصلحتوں کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔'' میں نے کہا ''ہمارا کردار صرف اتنا رہ گیا ہے کہ ہم ان لوگوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے رہیں۔ یہ کام ہم پوری سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں۔''

''جلال را کے ایجنٹوں کے بارے میں بہت پرجوش تھا۔'' ویرا بولی ''اس کے لیے یہ اطلاع ایک جھٹکے سے کم نہیں ہوگی کہ ٹام نے الفا کی مدد کی ہے۔''

''یہ معاملہ اب اسی کے دائرہ کار میں آگیا ہے۔ ہم اپنے طور پر ٹام سے کوئی تصادم مول نہیں لے سکتے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ اس وقت صوبھراج بھی ان لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد کررہا ہے۔ وہ ان کے خلاف میدان میں ڈٹا رہتا تو ہم اس کی آڑ لے کر ٹام کو کوئی سبق سکھانے کی کوشش کرسکتے تھے۔'' اول خان نے قدرے حسرت سے کہا۔

''تم کیا کرسکتے تھے؟'' سلطان شاہ نے سوال کیا ''تمہارے تو ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تمہاری فورس کو ابھی تک میدان میں اترنے کی اجازت نہیں ملی۔''

''وہ برا وقت تھا جو گزر گیا۔ اب ہمارے لیے حالات

Downloaded from https://paksociety.com

نارمل ہو چکے ہیں، ہمیں ملکی دھارے میں اپنا کردار ادا کرنے کی چھوٹ مل گئی ہے۔''

اول خان کی زبان سے وہ انکشاف سن کر میں بھی چونک پڑا ''یہ بہت بڑی خبر ہے، یہ واقعہ کب رونما ہوا؟''

''آج صبح جنرل کا فون آیا تھا۔ اس کی طرف سے اجازت نہ ملی ہوتی تو میری فورس آج کے حفاظتی انتظامات میں شامل نہیں ہو سکتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ بات تم لوگوں پر واضح ہو چکی ہوگی اسی لیے میں نے خاص طور پر اس کا ذکر نہیں کیا۔''

''تمہاری زبانی سب کچھ سن لینے کے باوجود میرا ذہن اس نکتے کی طرف مبذول نہیں ہو سکا تھا کہ پابندی کے ہوتے ہوئے تمہاری فورس کو نقل و حرکت کی اجازت کیسے مل گئی'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''یہ آج کی پہلی اچھی خبر ہے۔ یوں سمجھو کہ میرے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ ایس ٹی ایف پر پابندی لگنے کے بعد میں نفسیاتی دباؤ میں آ گیا تھا۔''

''خس کم جہاں پاک!'' وہ اترا کر بولی ''میری سمندر میں غرق ہوا اور اس کا جگایا ہوا فتنہ بھی اسی کے ساتھ دم توڑ گیا۔''

''میں جہانگیر کی طرف سے فکرمند ہوں۔ پتا نہیں اس بے چارے پر کیا گزر رہی ہوگی۔ اب اس کے بارے میں کوئی اچھی خبر آنی چاہئے۔'' اول خان نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا ''اگر ہم پر پابندی برقرار رہتی تو میں آج اپنے آدمیوں کو پولیس والوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ہدایت نہیں دے سکتا تھا۔ ہم دور کے تماشائی بنے رہتے۔''

کچھ دیر بعد غزالہ واپس آئی تو اس کے چہرے پر حزن و ملال کے سائے لرزاں تھے۔

میں جہانگیر کے اغوا کے واقعے کو منطقی نکتہ نظر سے دیکھ رہا تھا۔ میری دانست میں اس کی زندگی کو فوری طور پر کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا لیکن سلمٰی اپنے شوہر کے بارے میں شدید جذباتی صدمے سے دوچار تھی۔ غزالہ بہت مشکل سے اسے سنبھالنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اسے ایک مسکن دوا دے کر وہ اس وقت تک کمرے میں بیٹھی رہی جب تک سلمٰی کو نیند نہ آ گئی۔

ہم پانچوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ہر ایک کے ذہن پر جہانگیر کی فکر سوار تھی لیکن کوئی بھی اس تکلیف دہ موضوع پر بات نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت تک ہمیں اس کی بازیابی کی کوئی راہ نظر نہیں آئی تھی۔ ہمارے ساری امیدیں پولیس سے وابستہ تھیں۔

مجھے توقع تھی کہ ایس ٹی ایف کے اہل کاروں کی گہری دلچسپی کی وجہ سے پولیس والے اپنے ریکارڈ کی چھان بین میں غیر معمولی سرگرمی سے کام لیں گے اور ہمیں جلد ہی کوئی اچھی خبر سننے کو مل جائے گی۔ اس بارے میں ان پر مزید کوئی دباؤ ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔

بارہ بجے تک ہم اداسی کے عالم میں انتظار کی گھڑیاں گنتے رہے لیکن کہیں سے کوئی خبر نہیں آئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ تشویش اور مایوسی کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ آخر کار اول خان نے اپنے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ان دونوں کے لیے کلفٹن کی رہائشی عمارت کی اہمیت ختم ہو چکی تھی، جہانگیر کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ سلمٰی ہمارے ساتھ آ گئی تھی۔ وہ دونوں پولیس پارٹیوں کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

اس واقعے کی تفتیش میں پولیس کے شامل ہونے سے یہ فائدہ ہوا تھا کہ قلیل سی مدت میں اس واردات کے خدوخال خاصی حد تک واضح ہو گئے تھے۔

باوردی پولیس کی موجودگی کی وجہ سے وہ خبر قرب و جوار میں بھی پھیل گئی تھی جس کے نتیجے میں دو اہم گواہ سامنے آئے تھے۔

انہوں نے عمارت کے احاطے کی عقبی دیوار کے قریب لگے ہوئے ٹیلی فون کے کھمبے پر دو آدمیوں کو کام کرتے دیکھا تھا۔

دن کا وقت ہوتا تو شاید کوئی ان دونوں پر دھیان نہ دیتا کیونکہ دن کے اجالے میں ہر سرکاری اہل کار کچھ نہ کچھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد ان کی تعداد میں تیزی سے کمی آنے لگتی ہے اور آؤٹ ڈور میں کام کرنے والے بقیہ کاموں کو اگلے دن کے لیے ٹال دیتے ہیں۔

دیکھنے والوں کے لیے ان دونوں کی فرض شناسی حیرت ناک تھی کہ وہ اپنے اوقات کار ختم ہو جانے کے بعد رات کے اندھیرے میں بھی بہت انہماک سے اپنی ذمے داریاں سرانجام دے رہے تھے۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ ٹیلی فون کے عملے کے وہ لوگ کسی وی آئی پی کی شکایت پر وقت کی پروا کیے بغیر وہاں آ گئے تھے اور اس کی فون لائن کی دیکھ بھال میں مصروف تھے۔

ان میں سے ایک نیچے کھڑا رہا۔ دوسرا کسی بندر کی طرح کھمبے پر چڑھ کر کچھ دیر تک مصروف نظر آتا رہا۔ پھر کھمبے سے احاطے کی دیوار پر پہنچ کر اندر کود گیا۔ دوسرے نے اس کی تقلید کی اور وہ بھی تیزی سے کھمبے پر چڑھ کر احاطے کی دیوار کے پیچھے غائب ہو گیا۔

دیکھنے والوں کو ان پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔ دونوں کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کھمبے کے تاروں پر اپنا کام ختم کر کے مزید دیکھ بھال لیے شارٹ کٹ سے عمارت میں گئے ہوں

Downloaded from https://paksociety.com

گے۔

پولیس والوں نے رائے قائم کی تھی کہ وہ دونوں جہانگیر کے اغوا کے ذمے دار تھے۔ رات ہوچکی تھی اور ٹیلی فون کے محکمے کے اعلیٰ افسران اپنے گھروں کو جاچکے تھے لیکن شفٹ ڈیوٹی پر موجود عملے کے نگراں نے تصدیق کردی کہ ایکسچینج میں اس علاقے کی کوئی شکایت درج تھی اور نہ عملے کے کسی رکن کو ان اطراف میں بھیجا گیا تھا۔

گواہوں کے بیان اور محکمے کی تصدیق کے نتیجے میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اغوا کرنے والے چوروں کی طرح احاطے میں داخل ہوئے اور ایمرجنسی ڈور کا تالا توڑ کر عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

جہانگیر کے فلیٹ میں رونما ہونے والے واقعات کسی وضاحت کے محتاج نہیں تھے۔ اغوا کنندگان نے وہاں غلبہ پاتے ہی جہانگیر کو بے ہوش کرنے میں پھرتی دکھائی ہوگی۔ وہ ہوش وحواس میں رہتا تو کسی قیمت پر ان لوگوں کے ساتھ جانے پر رضامند نہ ہوتا۔

وہ دونوں اسے لاد کر گردشی زینے سے نیچے اترے اور ایمرجنسی ڈور سے باہر نکل گئے۔

اپنے قیدی کے ساتھ عمارت سے نکلنے کے لیے انہوں نے نیم تاریکی میں کھڑی ہوئی ایک گاڑی چوری کی تھی جس کا پتا چلانے میں خاصی دیر لگ گئی۔

یہ تھانے دار کی ذہنی اپج تھی کہ ہر ایک سے پوچھ گچھ کے بعد اس نے احاطے میں پارک کی ہوئی گاڑیاں چیک کرنے کی ہدایت کی۔ عمارت کے محافظوں نے انٹرکام پر ہر فلیٹ کے مکین کو اپنی گاڑی دیکھنے کے لیے کہا تو پتا چلا کہ ایک گاڑی غائب تھی۔

وہ کڑیاں مل جانے کے بعد عمارت بلکہ احاطے سے نکاسی کے راستے پر مامور محافظوں کی باری آئی اور ایک گاڑی غائب ہونے کی خبر سن کر ان کے ہوش اڑ گئے۔

انہوں نے بتایا کہ وہ باہر سے آنے والی گاڑیوں کو دیکھ بھال کر احاطے میں آنے کی اجازت دیتے تھے۔ کیونکہ عمارت میں رہنے والوں کے سوا کسی کو اپنی گاڑی اندر لانے کی اجازت نہیں تھی البتہ احاطے سے باہر نکلنے والی گاڑیوں پر زیادہ دھیان نہیں دیا جاتا تھا۔ یک طرفہ دیکھ بھال کے نتیجے میں یہ امکان نہیں تھا کہ باہر جانے والی گاڑی کسی مجرمانہ مقصد کے لیے استعمال کی جارہی ہو۔

عمارت کے نگراں گاڑیوں کو ان کی ونڈ شیلڈ پر لگے ہوئے اسٹکر سے پہچانتے تھے اور ویسے بھی ہر گاڑی ان کی نظروں میں تھی۔ انہوں نے کبھی اس نکتے پر دھیان نہیں دیا تھا کہ آنے جانے والی گاڑیاں کو کون چلا رہا تھا۔

بعض گاڑیاں گھر کے ایک سے زیادہ افراد چلاتے تھے۔ کبھی کبھار مہمان اپنے میزبان کی گاڑی لے کر نکل جاتے تھے۔ ایک دو مرتبہ اجنبی مہمانوں کو گیٹ پر کار سمیت روکا گیا تو وہاں ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ اس روک ٹوک کو بیشتر مکینوں نے اپنی توہین تصور کیا تھا۔ ان واقعات کے بعد یہ اصول طے پا گیا تھا کہ عمارت کے چوکیدار گاڑیوں کی شناخت کریں گے۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ گاڑی کون چلا رہا ہے۔

ان اطلاعات سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ جہانگیر کو اغوا کرنے سے پہلے مجرموں نے مکمل معلومات حاصل کرکے واردات کی بے داغ منصوبہ بندی کی تھی۔

پولیس والوں کو یقین تھا کہ مسروقہ کار جلد ہی کہیں نہ کہیں لاوارث حالت میں کھڑی ہوئی مل جائے گی۔ چالاک مجرم اسے ضرورت سے زیادہ دیر تک اپنے گلے کا ہار نہیں بنائیں گے۔

''مجھے امید ہے کہ اب تمہیں اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا ہوگا۔'' اول خان کی گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے ویرا سے مخاطب ہوکر کہا۔

''ابھی صرف ایک رخ واضح ہوا ہے۔'' ویرا نے اطمینان سے جواب دیا ''مجرموں نے کسی کی غفلت سے زیادہ اپنی چالاکی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ پتا نہیں چل سکا کہ اسے کن لوگوں نے اٹھایا ہے۔''

''وہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔'' اول خان نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے جواب دیا ''توقع ہے کہ جلد ہی یہ بات بھی سامنے آجائے گی۔''

''تم سے ایک چوک ہوگئی۔'' ویرا نے مجھ سے کہا ''تم نے ٹام سے جہاں بہت سی باتیں کہیں وہاں اس سے جہانگیر کے بارے میں بھی بات کرلیتے۔ شاید کوئی.....''

''اس تذکرے کی کوئی تک نہیں تھی۔ اس کے لیے میں کرنل داور ہوں۔ میرا ڈینی کے کسی دوست سے کیا واسطہ ہوسکتا ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کرنل داور اور ڈینی میں ٹھنی ہوئی ہے۔'' اول خان نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''کرنل کو ڈینی کے دوستوں سے ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ اس وقت وہ ذکر نکالا جاتا تو ٹام کے کان کھڑے ہوسکتے تھے۔ وہ عقل سے کورا نہیں ہے۔''

''میں ان باریکیوں میں نہیں پڑتی۔'' ویرا نے بے پروائی سے جواب دیا ''میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ہمیں جلد از جلد

Downloaded from https://paksociety.com

جہانگیر کے دشمنوں کے گریبان پر ہاتھ ڈال دینا چاہیے۔''

''فکر نہ کرو۔ وہ وقت بھی آجائے گا۔'' اول خان نے اسے تسلی دی اور نکاس کے راستے کی طرف ہولیا۔

رات گہری ہوچکی تھی۔ ہم میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

☆☆☆

اگلی صبح کا آغاز بوجھل انداز میں ہوا۔

سلمٰی مسکن دوا کے زیر اثر گہری نیند لے کر سب سے پہلے بیدار ہوچکی تھی۔ میں اپنے کمرے سے تیار ہوکر ڈرائنگ روم میں پہنچا تو وہ اداسی کے عالم میں بیٹھی ہوئی دیوار کو تک رہی تھی۔ تازہ اخبار اس کے سامنے میز پر بکھرے ہوئے تھے۔

''ان کے بارے میں اخبار میں کوئی خبر نہیں ہے۔'' میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس معاملے کو ایس ٹی ایف والے بھی دیکھ رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس واقعے کی باقاعدہ ایف آئی آر نہ کاٹی گئی ہو۔ پولیس والے عام طور پر ایسی رپورٹ کی خبر آگے نہیں بڑھاتے۔ تم اخباری خبر کو اتنی اہمیت کیوں دے رہی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سوچ رہی تھی کہ خبر آئی ہوتی تو اس سے کچھ پتا چل جاتا کہ ان کی تلاش کے لیے کیا ہو رہا ہے۔''

''ایسے کام اعلان کر کے نہیں کیے جاتے۔ سب لوگ خاموشی مگر تن دہی سے سراغ لگانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔''

''کیا کامیابی کی کوئی امید نظر آرہی ہے؟'' اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔

''کافی پیش رفت ہوئی ہے۔'' میں نے اسے تسلی دی اور پھر وہ تفصیلات دہرانی شروع کردیں جو اول خان کو پچھلی رات اپنے آدمی سے ملی تھیں۔

''ابھی تک یہ پتا نہیں چلا کہ انہیں کن لوگوں نے اغوا کیا ہے!'' میرے خاموش ہوجانے پر اس نے بجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''یہ معلوم ہوجائے تو ذرا سی دیر میں انہیں گھیر لیا جائے گا۔''

''میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہی۔'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا ''یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ تمہارے دشمن ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ تم اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہو۔ ان کو کیوں نہیں پکڑتے؟''

وہ بہت ٹیڑھا مسئلہ تھا جسے سلمٰی نے بہت آسانی سے بیان کردیا تھا۔ میں نے ایک گہرا سانس لے کر جواب دیا ''میں اپنے دشمنوں سے واقف ہوں لیکن وہ تیزی سے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں۔ روپوش مجرموں کا سراغ لگانا آسان نہیں ہوتا۔ ہماری طرف سے کوئی اندھا دھند کارروائی کی گئی تو وہ بھڑک کر جہانگیر کو کوئی ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس وقت ہم مجبور ہیں ان پر کوئی اوچھا وار نہیں کرسکتے۔''

اس نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ اس وقت وہ پرانی سلمٰی سے بالکل مختلف نظر آرہی تھی۔ تنہائی میسر ہونے کے باوجود اس نے مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ہم دونوں ناشتے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اول خان آگیا۔ اسی کے ساتھ ویرا اور غزالہ بھی اپنے اپنے کمروں سے برآمد ہوگئیں۔

''تین تصویریں ملی ہیں۔'' اول خان نے ایک خاکی لفافہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''میری دلی دعا ہے کہ ہمارا مطلوب آدمی ان میں شامل ہو۔''

میں نے تیزی کے ساتھ لفافے میں سے وہ تینوں تصویریں نکال لیں۔

وہ تینوں اپنے بشروں سے چھٹے ہوئے بدمعاش نظر آرہے تھے اور تینوں کے داہنے رخسار پرانے زخموں کے نشانات سے داغ دار تھے۔

میں پوری طرح ان تصاویر کا جائزہ نہیں لے پایا تھا کہ سلمٰی اپنی جگہ چھوڑ کر تیزی سے میرے پیچھے آئی اور پھر اس نے تینوں میں سے ایک تصویر پر بے ساختہ انگلی رکھ دی ''یہی ہے وہ مردود جس نے مجھے ریوالور کی نوک پر بے بس کیا تھا۔'' وہ رندھی ہوئی جذباتی آواز میں بولی ''خدا کا شکر ہے کہ تم نے اسے تلاش کرلیا۔''

میں اسے یہ بتانے کی ہمت نہیں کرسکا کہ اس وقت اسے صرف پہچانا گیا تھا۔ اس کی تلاش کا مرحلہ باقی تھا۔

اس زمانے میں ہر طرف کمپیوٹر اور اس کے بے اندازہ کمالات کا خوب چرچا تھا لیکن سرکاری محکموں اور خاص طور پر پولیس ڈپارٹمنٹ میں اسے رائج نہیں کیا گیا تھا۔ عادی مجرموں کا ریکارڈ، تصاویر، فائلوں اور رپورٹوں کی صورت میں کئی جگہ بکھرا ہوا ہوتا تھا۔

خاصی تلاش کے بعد وہ تینوں تصاویر پولیس ہیڈ آفس کے ریکارڈ سے حاصل کی گئی تھیں۔ ان کی پشت پر مجرموں کے مختصر کوائف درج تھے جن سے پتا چلا کہ ہمارے مطلوب آدمی کا نام

Downloaded from https://paksociety.com

مدہوشوں کی کہانی ہوشمندوں کی عبرت کیلئے

موت کے سوداگر

موت کے سوداگر کا
حصہ نمبر 13، 14
30 اکتوبر 2004
کو شائع ہو رہا ہے

مصنف: اقلیم علیم

انسانیت کے ان دشمنوں کی داستان عبرت
جو اپنے مفادات کیلئے پوری نسل کو موت کے
گھاٹ اتار رہے تھے

ایک سکے جوان کی خود نوشت اس نے منشیات
کے عالمی اسمگلروں کے خلاف ذاتی طور پر محاذ
کھولا اور وطن عزیز سے ان ملک دشمنوں کا صفایا
کرنا اپنا ایمان بنالیا۔ شہر، شہر، ملک، ملک،
اور براعظم، براعظم اپنے مشن کی تکمیل کیلئے
خاک اڑاتا اس نوجوان کا شغل ہو گیا مگر موت
کے سوداگر بھی تو اس کی جان کے دشمن بن گئے۔
انہوں نے بھی اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں
چھوڑی۔ ایک جنگ جو ابھی جاری ہے

12 حصے کتابی شکل
میں دستیاب ہیں

قیمت فی حصہ: 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ: 23 روپے

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ، منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5895313-5802552 فیکس: 5802551

Kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

Downloaded from https://paksociety.com

رشید عرف شیدا تھا اور وہ کیاڑی کے علاقے کا ایک عادی بدمعاش تھا جو مختلف افراد کو زخمی کرنے کے جرم میں دوبار جیل کی ہوا کھا چکا تھا۔ اس کے خلاف عدالتوں میں کئی بڑے مقدمات التوا میں پڑے ہوئے تھے کیونکہ وہ دوسری بار جیل سے رہا ہونے کے بعد روپوش ہوگیا تھا۔

''اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟'' وہ مرحلہ طے ہوجانے کے بعد اول خان نے مجھ سے پوچھا۔

''رشید کی تلاش کے سوا اور کیا مشورہ ہوسکتا ہے؟'' میرے بجائے ویرا بول پڑی۔

''میں یہی جاننا چاہ رہا ہوں کہ اس کی تلاش کے لیے کیا طریقہ اپنانا چاہیے۔'' اول خان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اپنے مجرم کی تصویر دیکھ لینے کے بعد سلمٰی کے چہرے پر ہلکی سی رونق آگئی تھی اور وہ پرامید نظروں سے باری باری ہمارے چہروں کا جائزہ لے رہی تھی۔

''پولیس کے محکمے میں کالی بھیڑیں گھسی ہوئی ہیں۔'' میں نے سگریٹ کا ایک ہلکا سا کش لے کر کہا ''ان کی وجہ سے بہت سی اہم باتیں قبل از وقت باہر نکل جاتی ہیں۔ اگر رشید کو یہ بھنک مل گئی کہ اسے پہچان لیا گیا ہے تو ہم اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''تم جیسے ملکوں میں یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ کرپشن ناسور کی طرح ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔'' ویرا نے ناگواری سے دخل اندازی کی ''اول تو بہت کم لوگ کام کرنے کے موڈ میں نظر آتے ہیں۔ وہ کام کرنا چاہیں تو کالی بھیڑیں ان کی راہ روک دیتی ہیں۔''

''یہ خرابیاں تمہارے وطن میں بھی پائی جاتی ہیں۔'' سلطان شاہ نے اپنے کمرے سے برآمد ہونے کے بعد پہلی مرتبہ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''وہاں جنم لینے والے اسکینڈل آئے دن اخباروں کی زینت بنتے رہتے ہیں۔''

''میں نے کبھی امریکا کی بے جا حمایت نہیں کی۔'' ویرا نے کھلے دل کے ساتھ کہا ''کرپشن وہاں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کا رواج کم ہے کیونکہ میڈیا والے ہر وقت اپنے کیمرے اور مائکروفون سنبھالے 'بدعنوانیوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں جو بھی ان کی گرفت میں آجائے اسے اس بری طرح رگڑتے ہیں کہ وہ زندگی بھر سوسائٹی میں اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ ہمیشہ کے لیے عوامی اداروں سے دور ہوجاتا ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ ان باتوں سے سلمٰی مضطرب ہورہی تھی۔ اس کی فطری خواہش تھی کہ جب تک جہانگیر بازیاب نہ ہوجائے۔ ہم سب کو اس کی تلاش کے امکانات پر مسلسل غور کرتے رہنا چاہیے۔

''میری رائے میں پولیس کا کام پورا ہوگیا۔'' میں نے اپنا سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا ''ایک سرا ہمارے ہاتھ میں آگیا ہے۔ ہمیں کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم نے اپنے مطلوب مجرم کو پہچان لیا ہے۔ اس کی تلاش کی مہم تمہارے آدمی سر کرسکتے ہیں۔''

''یہ کام رازداری سے ہونا چاہیے۔'' سلمٰی سے خاموش نہیں رہا گیا ''رشید ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو ہم اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے۔''

''تم بےفکر رہو۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ ہم کسے ڈھونڈ رہے ہیں۔'' اول خان نے اپنی چائے کی پیالی خالی کی اور اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے کے لیے میز سے اٹھ کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔

''ایس ٹی ایف والوں پر سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے۔'' ویرا نے دبی زبان سے کہا ''کل انہیں اپنے ہاتھ پیر چلانے کی آزادی ملی ہے اور کل ہی سے یہ مصروف ہوگئے ہیں۔''

''یہ لوگ کام میں مصروف رہ کر شاید زیادہ خوش رہتے ہیں بےکاری انہیں کھل رہی ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔

اول خان تینوں تصاویر کی شناخت کے لیے ہماری طرف آیا تھا۔ رشید کی نشان دہی ہوجانے کے بعد ہمارے لیے سرکاری ریکارڈ سے حاصل کی ہوئی تینوں تصاویر کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔ اول خان کچھ دیر بعد ان تصاویر کے ساتھ واپس چلا گیا۔

میں نے سلمٰی کے بارے میں رات کو غزالہ کو ہدایات دے دی تھیں۔ سلمٰی اور ویرا کے مزاج میں بہت فرق تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکیں گے اور ان میں جھڑپ ہوجائے گی۔

سلمٰی اس وقت پریشان اور دل گرفتہ تھی۔ میری دلی خواہش تھی کہ جب تک وہ ہماری چھت کے نیچے رہے۔ اس کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ ہو جو اس کی دل آزادی کا سبب بنے۔ اس کی دیکھ بھال کی ذمے داری میں نے غزالہ کو سونپ دی تھی۔

اول خان کے چلے جانے کے بعد غزالہ ناشتے سے فارغ ہوئی تو ویرا نے سلمٰی کے ساتھ اپنی چھیڑ چھاڑ کا آغاز کردیا تھا۔ وہ ہنس بول کر وقت گزارنا اور شاید سلمٰی کا دل بہلانا چاہ رہی تھی لیکن اس کی باتیں سلمٰی پر گراں گزر رہی تھیں۔ میری نگاہوں کا

Downloaded from https://paksociety.com

اشارہ پا کر غزالہ نے سلمٰی کو اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

سلطان شاہ کو کپڑے لانڈری میں ڈالنے تھے۔ اس کام کے لیے وہ ایس ٹی ایف کے آدمیوں کو استعمال کرنے سے گریز کرتا تھا۔ کپڑے سمیٹ کر خود ہی گھر سے روانہ ہو گیا۔

''میں تم سے ایک ذاتی سوال کرنا چاہتی ہوں۔ اجازت ہو تو پوچھ لوں!'' ویرا نے ڈرائنگ روم میں میرے قریب نشست سنبھال کر پوچھا۔

''آج تمہاری طبیعت کچھ خراب لگ رہی ہے۔'' میں نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں..... کیا میرے چہرے سے کچھ ظاہر ہو رہا ہے؟'' اس نے قدرے بوکھلا کر پوچھا۔

''چہرے سے نہیں باتوں سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے۔'' میں نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

''تو کیا اب تمہیں میری باتوں میں بھی کیڑے نظر آنے لگے ہیں۔'' اس نے اپنی غیر ارادی بوکھلاہٹ کی خفت کو لہجے کی ترشی میں چھپانے کی کوشش کی۔

''آج سے پہلے تم میری اجازت کے بغیر بہت کچھ پوچھتی رہی ہو۔ حیرت ہے کہ آج تم مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس کر رہی ہو۔''

''اوہ!'' اس کے خدوخال کی ترشی یک لخت ہلکی سی مسکراہٹ میں تحلیل ہو گئی ''آج تمہاری پرانی سہیلی آئی ہوئی ہے اس لیے میں محتاط رہنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''میں تمہاری احتیاط کا اندازہ لگا چکا ہوں۔ وہ خود اندر سے بجھی ہوئی ہے ذرا بھی چوکتی تو تم نیچے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتیں۔''

''رات سے وہ تم سے کچھ روٹھی ہوئی نظر آ رہی ہے!''

''بولتی ہو تو کم از کم ڈھنگ کے الفاظ چن لیا کرو۔ روٹھنے اور ناراض ہونے میں بہت فرق ہے۔ وہ اس بات سے ناراض ہو سکتی ہے کہ میری وجہ سے اس کا شوہر مصیبت میں گرفتار ہوا ہے.....''

''مجھے الفاظ کی پار یکیاں نہ سمجھاؤ۔'' اس نے میری بات کاٹ کر کہا ''اب میں تم سے زیادہ اردو داں ہو چکی ہوں۔''

''تمہیں اللہ ہی سمجھا سکتا ہے۔ یہ کام انسانی بساط سے باہر ہے۔''

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔'' اس کی آنکھوں میں شوخی ناچ رہی تھی ''وہ تمہیں تیکھی نظروں سے دیکھ رہی ہے نہ تم سے میٹھے بول بول رہی ہے۔''

''بہتر ہو گا کہ یہ سوال اسی سے پوچھ لو۔ وہ تمہیں تھپڑ کی صورت میں جواب دے گی۔''

''چوری پکڑی جائے تو ہر عورت اسی طرح برہمی کا مظاہرہ کرے گی۔ شرافت سے کوئی ایسی باتوں کا اعتراف نہیں کرتا۔''

''ہر عورت کو اپنے جیسا نہ سمجھا کرو۔ وہ ایک شریف اور خانہ دار عورت ہے۔ اپنے شوہر سے میرے دیرینہ مراسم کی وجہ سے کبھی ہنس بول لیتی ہے تو اس سے غلط مفہوم اخذ مت کرو۔ ایسی باتیں بہتان طرازی کے زمرے میں آتی ہیں۔''

''تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ بتاؤ کہ اسے کب تک ہمارے سروں پر مسلط رکھو گے۔ اس کے آنے سے فضا بوجھل اور اداس ہو گئی ہے۔''

''اس کو تنہا وہاں نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ جہانگیر کے ملتے ہی وہ اپنے گھر لوٹ جائے گی۔''

''وہ نہ ملا تو سلمٰی یہیں رہتی رہے گی۔'' اس نے بھویں اُچکا کر پوچھا۔

''کیوں ایسے منحوس کلمات منہ سے نکالتی ہو۔ رشید کی نشان دہی ہو جانے کے بعد ہمیں کسی بھی وقت کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔''

''اس دوران میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسے لے جانے والے بہت بے رحمی سے اس کو تشدد کو نشانہ بنا رہے ہوں گے۔'' اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''کھل کر کہو کیا کہنا چاہ رہی ہو؟'' میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

''وہ ایک مدت سے دل کھول کر شراب پی رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ زیادہ دیر تک سختیاں نہیں جھیل سکے گا۔ اگر اس نے مجبور ہو کر اپنی زبان کھول دی تو پھر ہم سب کہاں ہوں گے!''

ویرا کے سوال پر میرے بدن میں سنسنی کی ایک تیز لہر سرایت کر گئی، وہ کوئی نرالی بات نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ خطرہ شروع سے موجود تھا لیکن میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔

میری دانست میں جہانگیر ایک جہاں دیدہ آدمی تھا اور فولادی اعصاب کا مالک تھا۔ اسے یہ اندازہ ہو جانا چاہئے تھا کہ ہماری اور اس کی سلامتی اس کی خاموشی سے وابستہ تھی۔ وہ لوگ اس کی زبان کھلوانے کے لیے اسے زندہ رکھنے پر مجبور تھے۔ جوں ہی وہ ان کے سامنے ہتھیار ڈالتا' وہ ہماری طرف چڑھ دوڑتے۔ ہمارا انجام جو بھی ہوتا اس مہم کی تکمیل کے بعد وہ جہانگیر کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے۔

Downloaded from https://paksociety.com

''ایسی حوصلہ شکن باتیں مت کرو۔'' میں نے نرمی سے اسے سمجھایا ''جہانگیرشی کا پرانا آدمی ہے اس سے کسی حماقت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔''

''توقعات میری بھی یہی ہیں لیکن ہمیں شتر مرغ کی طرح ریت میں گردن دے کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ تشدد کی ایک رات بہت لمبی ہوتی ہے ہمیں ابرار اور دین محمد کو ہوشیار کر دینا چاہئے، گھر داری میں پڑ کر وہ اپنے اصل کام سے خاصے بے پروا ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کر دشمن ہمارے سروں پر آپہنچے اور وہ ہماری خوشنودی کے لیے ہانڈی چولہے میں الجھے رہ جائیں۔ انہیں ہر وقت چھت پر موجود رہنا چاہئے۔''

ویرا کی باتیں ناخوشگوار ہونے کے باوجود حقیقت سے بہت قریب تھیں۔ کچھ ہونا یا نہ ہونا بعد کی بات تھی۔ عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ان احتیاطی تدابیر پر فوری عمل کیا جائے۔

میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ابرار کو آواز دی۔ وہ لپک کر آیا میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ دین محمد بھی کچن سمیٹنے میں اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔

''کچن چھوڑ دو۔ اگلی ہدایات تک تم دونوں کو ہر وقت چھت پر موجود رہ کر اپنے اصل کام پر دھیان دینا ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

''سر! ہم سے گھر کے کام میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے یا کوئی نیا خطرہ سر اٹھا رہا ہے؟'' اس نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

''تم دونوں سے گھر کے کاموں میں بہت مدد مل رہی ہے۔'' میں نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا ''لیکن رات سے حالات نے نئی کروٹ لی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے گھر کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں تم دونوں کا چوکنا رہنا ضروری ہے۔''

میری وضاحت سن کر اس کے سہمے ہوئے چہرے پر رونق لوٹ آئی میری ابتدائی ہدایت سے اسے شبہ ہوا تھا کہ شاید میں اسے کسی کوتاہی کی بنا پر کچن سے ہٹانے کا فرمان سنا رہا ہوں۔

''ہم دونوں کچن سمیٹ کر ابھی اوپر جاتے ہیں!'' اس نے سر جھکا کر کہا اور تیزی کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

''مجھے حیرت ہے کہ آج تم نے بے چون و چرا میرا مشورہ مان لیا'' ابرار کے جانے کے بعد ویرا نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

''میں ہر معقول بات کو اسی آسانی کے ساتھ مان لیتا ہوں۔''

''لیکن پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا!'' اس نے روانی میں کہا۔

''پہلے تم نے کوئی معقول مشورہ دیا ہوتا تو ایسا ضرور ہوتا۔''

''تم نے بارہا میرے مشوروں پر عمل کر کے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔'' وہ تنک کر بولی۔

''تم میں ایک بڑی خرابی یہ آگئی ہے کہ تم اچھے مشورے دینے کے بجائے ہر وقت تنقید کی تاک میں لگی رہتی ہو بال کی کھال نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ بیچ میں کوئی کام کی بات زبان سے نکل جائے تو اس میں تمہارے ارادے کا قصور نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہاری کس بات نے دوسروں کو متاثر کیا ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہو۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا ''میں آئندہ محتاط رہنے کی کوشش کروں گی۔'' دراصل ہمارے درمیان اس قسم کی ذاتی گفتگو ہونے کی نوبت نہیں آتی.....''

''کیسے آئے گی۔'' میں نے اس کی بات درمیان سے اچک لی ''غزالہ اور سلطان شاہ کے سامنے اس قسم کی کوئی بات کہی جائے تو تم اسے ذاتی تنقید سمجھ کر چڑنے لگتی ہو۔ کبھی کبھار تخلیے کی گنجائش نکلتی ہے تو تمہارا دماغ آسمانوں میں پرواز کر رہا ہوتا ہے۔''

''وہ بے ساختہ مسکرا دی'' کبھی کبھی مجھے وہ دن بہت شدت سے یاد آتے ہیں جب میں بلیک کوئین ہوا کرتی تھی اور تم مجھ سے ملنے کے بہانوں کی تلاش میں رہتے تھے۔''

''تم نے پھر بہکنا شروع کر دیا۔ یہ تمہاری سب سے بڑی خرابی ہے۔ ماضی تم سے بھلائے نہیں بھولتا۔ وہ باتیں تمہارے ذہن سے چپک کر رہ گئی ہیں۔ ماضی میں رہنا چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ آج کے حالات کے کیا تقاضے ہیں۔''

''یاد ماضی عذاب ہے یارب.....چھین لے مجھ سے حافظہ میرا'' ویرا نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ وہ شعر دہرایا پھر بولی ''ماضی کو بھلانا شاید دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔''

''اور حافظہ چھن جانے کے بعد انسان اپنی شناخت کھو دیتا ہے۔ ماضی اس کے لیے ایک بھولا ہوا خواب بن جاتا ہے جس کے دھندلائے ہوئے پنے اسے ہر آن بے کل اور پریشان رکھتے ہیں۔ اس کے لیے بس وہ لمحہ اپنا ہوتا ہے جس میں وہ سانس لے رہا ہوتا ہے۔ گزرا ہوا ہر پل اس کے لیے خواب بن جاتا ہے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''نہ یاد ماضی عذاب ہے اور نہ حافظے کا چھن جانا اچھا ہوتا ہے، میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ اپنے رویوں میں اعتدال اور توازن رکھا جائے۔''

''کہہ دینا بہت آسان ہے لیکن یہ باتیں انسان کے بس

Downloaded from https://paksociety.com

سے باہر ہوتی ہیں۔ بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی تک انسان کی ایک سرشت بنتی چلی جاتی ہے جسے بدلنا اس کے اختیار سے باہر ہوتا ہے۔ میں دانستہ اپنے ماضی کو نہیں کریدتی۔ میرے خیالات کی رو خود بہ خود ادھر بہک جاتی ہے۔ میں بے بس ہو جاتی ہوں۔''

میں نے خاموشی اختیار کر لی کیونکہ ویرا کی باتیں بے بنیاد نہیں تھیں۔ اس کا ماضی شان و شوکت کا نقیب رہا تھا۔ اس کے اشاروں کو حکم کا درجہ حاصل تھا۔ اس نے جمی لائیڈ سے تصادم مول لینے سے پہلے بہت پرشکوہ زندگی گزاری تھی۔ ایسے شاندار ماضی سے رشتہ توڑنا آسان کام نہیں تھا۔

ویرا کے ماضی کے حوالے سے میرا ذہن بھٹک کر اچانک سوبھراج کی طرف چلا گیا۔ اس نے بے سروسامانی کے عالم میں اپنی زندگی کی ابتدا کی تھی اور قلیل سی مدت میں اپنے جوڑ توڑ کے نتیجے میں ایسے مقام پر جا پہنچا تھا۔ جہاں دولت اس کی باندی تھی اور مقتدر حلقوں میں اس کی آواز بہت دھیان سے سنی جاتی تھی۔ اپنی ایک لغزش کے نتیجے میں وہ اپنا سب کچھ کھو کر سڑک پر آ چکا تھا۔ اسے کہیں امان نہیں تھی۔ اس کے خون کے پیاسے ہر طرف اس کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ اس کی گہری رفاقتیں خون آشام دشمنیوں میں بدل چکی تھیں۔

پچھلی رات میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کئی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہا تھا۔ جہانگیر کے قصے کی وجہ سے میرا ذہن اس قدر الجھ گیا تھا کہ مجھے دوبارہ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کا خیال نہیں آ سکا تھا۔ کسی اور نے بھی اس بارے میں مجھے یاد دہانی کرانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ٹام کے لیے میں کرنل داور بنا ہوا تھا۔ اس حیثیت میں، میں اس سے ڈینی کے کسی دوست کے بارے میں براہِ راست بات نہیں کر سکتا تھا لیکن سوبھراج کے ساتھ میں نے اصل روپ میں رابطہ برقرار رکھا ہوا تھا۔ مجھ سے مصالحت کرنے سے پہلے وہ جہانگیر کے چکر میں اپنے آدمی کھو چکا تھا۔ اپنے آدمیوں کی پے در پے موت سے گھبرا کر اس نے مجھے صلح کی پیش کش کی تھی۔ اس جنگ بندی کا ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ اس کا کوئی آدمی جہانگیر کو پریشان نہیں کرے گا۔

اس پس منظر کی وجہ سے میں اس سے بہت سی باتیں کر سکتا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ جہانگیر پر ہاتھ ڈالنے کے بعد میرے ساتھ اس کا رویہ بدل جائے گا۔ اپنے اس اندازے کی تائید یا تردید کے لیے اس سے رابطہ کرنا ضروری تھا۔

''اب کسے فون کر رہے ہو؟'' مجھے فون کی طرف متوجہ دیکھتے ہی ویرا نے سوال داغ دیا ''میں تمہارے ساتھ سکون کے کچھ لمحے گزارنا چاہتی ہوں۔ اس وقت کوئی نہیں ہے۔ غزالہ، سلمٰی کو لیے بیٹھی ہے۔ ایسا پرسکون ماحول آسانی سے میسر نہیں آتا۔ تم بعد میں بھی فون کر سکتے ہو۔''

''ہم رشید کی تلاش پر انحصار کر کے نہیں بیٹھ سکتے۔'' میں نے اسے سمجھایا ''اس وقت میں سوبھراج کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہ بہت ضروری ہے۔'' وہ اپنی نشست میں پہلو بدل کر پرزور لہجے میں بولی ''مجھے یقین ہے ٹام کی طرح تم اس سے بھی کچھ نہ کچھ اگلوانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ جہانگیر کے اغوا کے بعد اس سے رابطہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔''

''سوبھراج نے مجھے الجھا دیا ہے۔ اس سے آخری بار بات ہوئی تو وہ کراچی سے کسی دور افتادہ علاقے میں جانے کا ذکر کر رہا تھا۔ اب جہانگیر کا قصہ درپیش ہے۔ اگر اس کے اغوا میں سوبھراج کا ہاتھ ہے تو وہ کراچی ہی میں جما ہوا ہے۔''

ویرا سے وہ فقرے کہنے کے ساتھ ہی میں نے سوبھراج کا نمبر بھی ملا لیا۔ چند ثانیوں کے بعد دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو یک بیک میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

میرے چہرے کے تاثرات سے ویرا نے اندازہ لگا لیا کہ میری کال مل گئی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہمہ تن گوش ہو کر سیدھی بیٹھ گئی۔

دوسری گھنٹی پر فون وصول کر لیا گیا۔ میرے کان میں سوبھراج کی جانی پہچانی، ہیلو کی آواز گونجی جس میں معمول کے مطابق تحکم رچا ہوا تھا۔

مجھے یاد تھا کہ آخری بار ہونے والی گفتگو میں سوبھراج کا انداز مدافعانہ تھا۔ جب کہ میں اس کی باتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی برہمی کا اظہار کرتا رہا تھا۔ ہماری گفتگو کا اختتام سوبھراج کے اس فقرے پر ہوا تھا کہ میرا غصہ اتر جائے تو میں اسے فون کر لوں ورنہ وہ خود مجھ سے دوبارہ بات کرے گا۔

میں نے اسی حوالے سے کہا ''تم کہاں غائب ہو..... میں تمہارے فون کا منتظر تھا۔''

''اوہ! معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا غصہ اتر گیا۔'' اس کی آواز میں ایسا عجیب سا اعتماد رچا ہوا تھا کہ میں بے اختیار پھریری لے کر رہ گیا۔

''کیا تم میرا غصہ اترنے کا انتظار کر رہے تھے؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا ''تم نے کہا تھا کہ میں نے فون نہ کیا تو تم خود مجھ سے بات کرو گے۔'' میں نے دانستہ یہ ذکر گول کر دیا کہ میں نے پچھلی رات کو بھی اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

''میں اچانک مصروف ہو گیا تھا ورنہ تم سے ضرور بات

Downloaded from https://paksociety.com

کرتا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اس وقت مجھے کیسے یاد کیا ہے۔ میرے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ تم اب بھی میرے رابطے میں ہو۔ مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر کی موت کے بارے میں تم نے حقائق کو تسلیم کرلیا ہوگا۔''

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کچھ دیر کے لیے جہانگیر کے ذکر کو التوا میں رکھ کر اسے دوسری باتوں میں الجھانے کی کوشش کروں لیکن میں نے وہ خیال اسی لمحے مسترد کردیا۔

اگر وہ جہانگیر کے اغوا میں ملوث تھا اور مجھے قوی اندیشہ تھا کہ ایسا ہی تھا تو اس بارے میں میری خاموشی اسے ہوشیار کرسکتی تھی۔ اسے میرے اور جہانگیر کے انتہائی قریبی مراسم کا اچھی طرح اندازہ تھا۔ میں اس ذکر کو گول کرکے دوسری باتیں شروع کرتا تو سوبھراج بھانپ لیتا کہ مجھے اس پر شبہ ہوچکا ہے اور میں اسے گھیرنے کی کوشش کررہا ہوں۔

اپنے ایک خیال کو مسترد کرنے کے بعد میرے لیے ایک ہی متبادل راہ رہ گئی تھی۔ میں نے گمبھیر لہجے میں کہا ''آج میں نے تمہیں ایک ضرورت کے تحت فون کیا ہے۔''

''کہو..... میں اپنی مجبوریوں کے باوجود تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھ پر تمہارے کئی احسانات ہیں جبکہ میرا خانہ خالی ہے۔'' اس کی آواز پرتجسس تھی۔

''تم سے میرا معاہدہ ہوا تھا کہ جہانگیر کو نہیں چھیڑا جائے گا لیکن کل رات کو اسے اس کے گھر سے اغوا کرلیا گیا۔'' میں نے فوری فیصلے کے تحت ذمے داری اس کے سر ڈالنے کا فیصلہ کرلیا جو اس واقعے پر میرا فطری اور منطقی ردِعمل ہونا چاہیے تھا۔''

''وہ اغوا ہوگیا!'' سوبھراج نے حیرت ظاہر کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز کا کھلاپن مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا ''یہ بہت برا ہوا۔ تم یقین کرو کہ اس واقعے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ میں خود کسی محفوظ ٹھکانے کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میں کسی قیدی کو اپنے گلے کا ہار بنا کر کہاں لیے پھروں گا۔ مجھے اس کو ستانے یا اٹھوانے کی کیا ضرورت تھی۔ میرا اصل جھگڑا تم سے تھا۔ وہ بے چارہ بلاوجہ میری نظروں میں آگیا تھا۔ تم سے معاملات درست ہونے کی بعد میں اسے بھول گیا۔ اس بارے میں مجھ پر شبہ مت کرو۔''

''میں کسی پر شبہ نہیں کررہا۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا ''جب سے مجھے اس کے اغوا کی خبر ملی ہے، میرا دماغ گھوما ہوا ہے۔ میں رات سے ایک ایک کرکے ان سب لوگوں کو چیک کررہا ہوں جن سے جہانگیر کی ذرا سی بھی دشمنی تھی۔ اب تک میں چھ آدمیوں سے مل چکا ہوں۔ ان میں سے دو کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے مگر اس معاملے سے ان کا کوئی تعلق سامنے نہیں آسکا۔ تم ساتویں آدمی ہو اور ایک بار اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرچکے ہو.....''

''وہ قصہ پارینہ ہے۔ اسے بھول جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے ہاتھ صاف ہیں۔ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تمہارا احسان مند ہوں۔ مجھے اب بھی تمہاری ضرورت ہے۔ میں اسے چھیڑ کر تمہاری مخاصمت مول نہیں لے سکتا۔''

''تم کہتے ہو تو میں مان لیتا ہوں لیکن تمہارا ریکارڈ اتنا صاف نہیں ہے۔ جو شخص سرد مہری سے اپنے ایک محسن کو مار سکتا ہے وہ ماضی کے ایک حریف پر بھی پلٹ کر حملہ کرسکتا ہے.....''

''تم پھر ڈاکٹر صادق کا قصہ لے بیٹھے!'' اس نے میری بات کاٹ کر شکوہ کیا ''اس کا جہانگیر سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر کو مارنے کا ایک مقصد تھا۔ میں اسے بے آبرو ئی اور اذیت کی زندگی سے بچانا چاہتا تھا۔ تمہارا نظریہ ہے کہ میں نے اسے جان بچانے کے لیے مارا۔ ہر حال میں اس کے قتل کا ایک سبب تھا۔ بلاوجہ کسی کو اٹھوا کر میں کیا حاصل کرتا؟ تم مجھ سے رابطے میں ہو، مجھ سے ملتے رہتے ہو، میں تمہارے لیے بے چین ہو۔ میری نیت میں کوئی کھوٹ ہوتا تو میں تم کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا۔ مجھے اس کے پیچھے جانے کی کیا ضرورت تھی!''

ہم دونوں کے درمیان رابطہ ضرور تھا لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کی پہنچ سے دور تھے اور در پردہ ایک دوسرے کی گھات میں لگے ہوئے تھے۔ میرے سامنے کوئی ایسا مہرہ نہیں تھا جسے استعمال کرکے میں سوبھراج کے ٹھکانے تک پہنچتا۔ سوبھراج کے سامنے جہانگیر کا نام تھا۔ اس نے ایک فیصلہ کن نتیجے پر پہنچنے کے بعد جہانگیر پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ میں گھما پھرا کر اپنی بات واضح کرچکا تھا لیکن نتائج کے ڈر سے اس پر کھل کر الزام نہیں لگا پا رہا تھا۔

''میں تم سے ملنے کے لیے اب بھی بے چین ہوں۔ کیا تم آج کوئی وقت نکال سکتے ہو؟''

''ڈینی! مجھے خوف زدہ مت کرو۔ شاید اس وقت تم پر دیوانگی طاری ہے۔ تم چھ آدمیوں کی کہانی سنا چکے ہو جن میں سے دو کے ہاتھ پیر توڑے گئے ہیں۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ مجھ سے سامنا ہونے پر تم مشتعل ہوکر تصادم پر تل جاؤ اور ہم دونوں میں سے کسی ایک کی دو چار ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔''

''سوبھراج! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر سرد لہجے میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اپنے لہجے پر غور کرو ڈینی..... تمہاری آواز تمہارے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہی۔ اپنے دوست کے صدمے سے تمہارے سر پر خون سوار ہو چکا ہے۔ میں اس وقت کوئی خطرہ مول نہیں لوں گا۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ کسی بھلے وقت میں ہماری ملاقات ہوگی۔''

''تم میرے احسان مند ہو، میری دوستی کے گن گا رہے ہو لیکن مجھ سے ملنے سے کترا رہے ہو۔ کہیں تمہیں یہ خوف تو نہیں ہے کہ میں دو لاکھ روپے کے انعام کے لالچ میں تمہیں پکڑوا دوں گا۔ مجھے دیکھو کہ میرے اوپر لاکھوں ڈالر کا انعام مقرر ہے پھر بھی میں بے خوف ہوں، مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم مجھے امریکیوں کے حوالے کر کے انعام کے ساتھ ان کی خوشنودی بھی حاصل کرلو گے۔''

''وہ باسٹرڈ ہیں۔'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس کا نفرت آمیز جواب آیا ''میرے اور ان کے راستے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے ہیں۔ اب میرا اور ان کا ساتھ نہیں ہو سکتا۔''

اس مرتبہ وہ بے ساختہ نہیں بولا تھا۔ بگڑا ہوا سیاست داں تھا اس لیے میرے الفاظ کی اونچ نیچ پر لمحہ بھر کے لیے غور کر کے گویا ہوا تھا۔ میں اس کی ان ہی حرکتوں پر غور کرنے کے لیے جان بوجھ کر نپی تلی باتیں کر رہا تھا۔

''میں ان کا سب سے زیادہ مطلوب شخص ہوں۔ میرے بدلے میں ان سے اپنی معافی کا سودا کرلو۔ وہ سر کے بل تم سے سودا کریں گے۔ میں مکھن میں سے بال کی طرح ان کی گرفت سے نکل آؤں گا۔ تمہاری راہ سیدھی ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔

''یہ ناممکن ہے..... بالکل ناممکن!'' میری تجویز پر وہ بوکھلا کر رہ گیا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی گلوخلاصی کے لیے تمہیں مصیبت میں ڈال دوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم طنز کر رہے ہو، سنجیدگی سے مشورہ دے رہے ہو یا میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''یہ ایک دانا دوست کا بہترین مشورہ ہے۔ فرصت میں اس پر غور کر لینا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ میرے لیے تم نادان دوست ثابت ہو رہے ہو جس سے کوئی فیض حاصل نہیں ہوتا۔''

''مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ تم اپنی زہریلی باتوں سے مفاہمانہ فضا کو بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے؟'' پہلی بار اس کے لہجے میں ہلکی سی ترشی آ گئی۔ میری زبان سے اپنے دل کی باتیں سنتے سنتے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

''سب سے پہلا اور بڑا نقصان پرسوں ہوا۔ تم نے میرے ایک کارآمد کارکن کو ورغلا کر مجھ سے باغی کر دیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے آدمی مشکل سے ملتے ہیں۔''

''کیا وہ ابھی تک واپس نہیں آیا؟'' اس نے اپنی ہلکی سی تلخ نوائی پر قابو پا کر حیرت کا اظہار کیا۔

''وہ کس منہ سے آئے گا۔ تمہارے بھاگ نکلنے سے اس کی بازی بھی بگڑ گئی۔ اسے ڈر ہوگا کہ اس کی باغیانہ باتیں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ اس کنگلے کی جیب میں ساٹھ ہزار کی رقم آ چکی ہے۔ اب تک وہ کراچی سے بہت دور نکل چکا ہوگا۔''

''میں مانتا ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ میں نے اسے اتنی بڑی رقم دے دی۔ میں تمہارے اس نقصان کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہوں کہ وہ کہیں نظر آ جائے تو خاموشی سے اسے وہیں پہنچا دوں جہاں ڈاکٹر صادق جا چکا ہے۔''

''تم نے پھر اس کا نام لیا۔'' میں نے اسے ٹوکا ''تمہیں معلوم ہے کہ وہ میرے لیے اجنبی تھا۔ اس کے باوجود مجھے اس کے قتل کی خبر سن کر دکھ ہوا تھا۔ اس کا ذکر کر کے تم میرے دکھ کو تازہ کر رہے ہو۔ میرے غدار سے اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔''

''اب اس کا ذکر نہیں آئے گا۔'' اس نے یقین دہانی کرائی اور پھر پوچھا ''تم نے میرے کام کے بارے میں اب تک کیا کیا ہے؟''

''کس کام کی بات کر رہے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ الفا کو ٹھکانے لگا دو۔ تم راوالوں کے دشمن ہو۔ اس کے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی خبر نہیں ملی۔''

''وہ غائب ہے۔ تم سے اس کا آخری رابطہ کب ہوا تھا؟'' میں نے اس سے یوں سوال کیا جیسے وہ اس معاملے میں میرا رفیق کار رہا ہو۔

''میرے اوپر الزام تراشی کے بعد سے وہ غائب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائے۔ میں دو ٹکے کے آدمی کی بدتمیزی اور الزام تراشی برداشت نہیں کر سکتا۔''

''میں اس کی تلاش میں ہوں۔ تم سے زیادہ وہ میرا مجرم ہے۔ مل گیا تو عبرت ناک انجام سے دوچار ہوگا۔ اس کی بگڑی ہوئی لاش کی تصویریں اخباروں کی زینت بنیں گی۔''

''مجھے افسوس ہے کہ تمہارا دوست غائب ہے اور میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''وہ بہت دلیر اور بے خوف آدمی ہے۔ اس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں اس کو اغوا کرنے والے کو اس کے پورے گھرانے سمیت خون میں نہلا دوں گا۔'' جہانگیر کا ذکر آتے ہی میرا پارا چڑھ گیا اُس کے خاندان کا نام ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔''

''میرے لیے تمہارا یہ غصہ قابلِ فہم ہے۔ میری دعا ہے کہ اسے کچھ نہ ہو اور وہ خیریت سے اپنے گھر لوٹ آئے۔'' سوبھراج کی منافقانہ آواز ابھری۔

''تم یہاں بیٹھے ہمدردی کا اظہار کرتے رہو۔ میں جلد ہی اسے ڈھونڈ لوں گا۔'' میں نے جل کر کہا۔

سوبھراج کی باتوں اور ردِعمل سے مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ جہانگیر کے اغوا میں اسی مردود کا ہاتھ تھا مگر میں اپنی سر توڑ کوششوں کے باوجود اس سے واضح طور پر کوئی بات اگلوانے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

میرا ذہن الجھا ہوا تھا کہ جب جہانگیر اس کے قبضے میں چلا گیا تھا تو وہ کھل کر مجھے بلیک میل کرنے کے بجائے مسلسل دوستی اور مفاہمت کی باتیں کیوں کیے جا رہا تھا۔ اس مرحلے پر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ذہن میں سوچ کے نئے دریچے کھل گئے ہوں۔

وہ بہت گھاگ اور مکار تھا۔ حالات کے گرداب میں پھنس کر وسائل کی قلت کا شکار ہو چکا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ مجھے اپنی کامیابی کی ہوا نہ لگنے دے تاکہ میں اس کی طرف سے غافل ہو جاؤں۔ وہ جہانگیر سے میرا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اچانک وار کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ وہ بے خبری میں مجھے آسانی سے مار لے گا۔ میرے بعد وہ جہانگیر کو بھی ٹھکانے لگا دیتا۔ اپنے اس کارنامے کے صلے میں وہ وہی کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا جس کی تجویز میں دے چکا تھا۔

''تم بلاوجہ میری باتوں سے چڑ رہے ہو؟'' سوبھراج فون پر کہہ رہا تھا ''میں پہلے بھی تم کو بتا رہا ہوں کہ گیری کس طرح پھنسے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تنگ آ کر میں نے اس سے بات نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کی آواز سنتے ہی فون بند کر دیتا تھا۔ اس کے جہنم واصل ہونے کے بعد ٹام میرے پیچھے لگ گیا ہے۔ مجھے ان درندوں کا خوف نہ ہوتا تو زبانی ہمدردی جتانے کے بجائے تمہارا ہاتھ بٹا سکتا تھا۔ زبانی ہمدردی کو میری مجبوری سمجھ کر قبول کر لو۔''

''تم کراچی سے نکلنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ابھی تک یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ کیا تم نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے؟'' بات ہو رہی تھی تو میں نے لگے ہاتھوں وہ سوال بھی پوچھ لیا۔

''یہ تم سے کس نے کہہ دیا!'' اس بار اس نے برجستہ کہا ''میں کراچی سے سیکڑوں میل دور بیٹھا ہوا ہوں۔ سیٹ لائٹ فون میں یہ کمال ہے کہ دنیا میں کہیں بھی چلا جاؤں، تم مجھ سے اسی آسانی کے ساتھ رابطہ کر سکو گے۔''

وہ ایک مرتبہ پھر سفید جھوٹ بول رہا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ چند لمحے پہلے وہ میرا ہاتھ بٹانے کی بات کر رہا تھا۔ گیری اور ٹام کے خوف کا اظہار کرنے کے ساتھ اسے یہ بھی کہہ دینا چاہیے تھا کہ شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ آخری جواب سے پہلے اس نے کسی بھی مرحلے پر بیرونی شہر ہونے کا تاثر نہیں دیا تھا۔ میرے سوالوں کے جواب میں پے در پے جھوٹ بولے جا رہا تھا جس کا واحد مقصد یہ نظر آ رہا تھا کہ میں اس کی بدنیتی اور مکروہ عزائم کا اندازہ نہ لگا سکوں اور اسے شہر سے باہر تصور کر کے بھولا رہوں۔

''ایسی ایجادات کا دہرا فائدہ ہوتا ہے۔ موبائل اور سیٹ لائٹ فون میں جہاں ہر وقت رابطے کی سہولت ہے، وہاں یہ آزادی بھی ہے کہ تم جہاں موجود نہ ہونا چاہو، وہاں موجود نہیں ہوتے۔ کیماڑی میں بیٹھ کر تم جھوٹ بول سکتے ہو کہ اس وقت نیو کراچی میں ہو۔ سننے والا یہ بات ماننے پر مجبور ہوگا۔''

میں نے رشید کے حوالے سے جان بوجھ کر کیماڑی کا ذکر کیا تھا لیکن سوبھراج نے اس پر کسی ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ہنس کر بولا ''سہولتوں کے ساتھ آزادیاں میسر نہ ہوں تو وہ بے سود ہو جاتی ہیں۔ یقین کرو کہ میں کراچی میں نہیں ہوں۔''

''میں تمہاری ہر بات پر یقین کرتا چلا آ رہا ہوں۔ میں نے تم پر طنز نہیں کیا، ایک عمومی بات کہی تھی جس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا ''شہر سے نکلنے کے بعد تمہیں فرصت اور سکون کے لمحات میسر آ گئے ہوں گے۔ اگر تم چاہو تو میں تم سے ملاقات کرنے کے لیے لمبا سفر طے کر کے تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔''

''فکر نہ کرو۔ میں ایسے موقع کی تلاش میں ہوں۔ بہت جلد تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ آپس میں اعتماد کا رشتہ مضبوط کرنے کے لیے میں خود بھی تم سے ملنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔'' مجھے اس کا جواب ذو معنی محسوس ہوا۔

''میں تمہارے پیغام کا منتظر رہوں گا۔'' میں نے گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا۔

''تم ہوشیار ہو تو وہ بھی بہت شاطر ہے!'' سوبھراج سے ہونے والی گفتگو پر تبادلہ خیال کے دوران میں دیرانے کہا ''تم اس کی طرف سے اپنے ذہن میں کچھ مفروضے لیے بیٹھے ہو۔ اس لیے تم نے اس کی باتوں سے کئی نتائج اخذ کر لیے لیکن وہ

Downloaded from https://paksociety.com

اب بھی تمہارے جال میں نہیں آسکا۔''

''وہ کھل کر مقابلے پر آنے سے گریز کررہا ہے۔اس سے کہیں اچانک سامنا ہوگا۔''

''تمہارے ارادے اس سے مختلف نہیں ہیں۔تم پہلی فرصت میں اسے جہنم واصل کرنے کا فیصلہ کیے بیٹھے ہو لیکن فون پر اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہو۔دونوں طرف ایک جیسا حال ہے۔دونوں کی بغلوں میں چھریاں ہیں اور منہ سے رام کی مالا جپ رہے ہو۔''

''سوبھراج میری توقع سے بڑھ کر سخت جان ثابت ہوا ہے۔وہ عیش وعشرت اور سہاروں کا عادی تھا۔اسے اب تک بکھر کر رہ جانا چاہیے تھا لیکن وہ بہت دل جمعی سے حالات کا مقابلہ کررہا ہے۔سیل کے پکڑے جانے سے بھی اس کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔''

''بعض لوگ اس سے زیادہ سخت جان ہوتے ہیں۔'' ویرا بولی ''ان کے سامنے ایک مقصد ہوتا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے حالات کو اپنا تابع نہ بنایا تو وہ خود واقعات کی چکی میں پس کر فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔''

اسی وقت بیرونی دروازے پر کھٹکا ہوا۔ایس ٹی ایف کے دونوں آدمیوں کو گھر کی حفاظت کی ڈیوٹی پر اوپر بھیج دیا گیا تھا لیکن وہ آنے جانے والوں کے لیے گیٹ اور دروازے کا خیال رکھ رہے تھے۔ہم میں سے کسی کو اٹھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔میرا خیال تھا کہ سلطان شاہ لانڈری میں کپڑے ڈال کر لوٹا ہوگا۔

فرش پر قالین کی وجہ سے اندازہ نہیں ہوسکا کہ گھر میں آنے والوں کی تعداد ایک سے زائد تھی۔میں نے سلطان شاہ کے پیچھے جلال کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا تو حیرت سے غیر ارادی طور پر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تت.....تم کراچی کب آئے؟'' ویرا بھی اچانک اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔

''صبح کی پہلی پرواز سے آیا تھا۔'' اس نے مجھ سے بغل گیر ہوکر مسکراتے ہوئے جواب دیا ''صدف مینشن میں چارلی سے تفصیلی ملاقات کرکے سیدھا ادھر آرہا ہوں۔''

''اس سے ملاقات کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''جو بولے وہ دروازہ کھولے۔'' اس نے جگہ سنبھالتے ہوئے خوش دلی سے جواب دیا ''کراچی میں کسی وی آئی پی پر قاتلانہ حملے کی سازش کی اطلاع میں نے اسلام آباد پہنچائی تھی اس لیے اس واقعے کی تفتیش میں میری شمولیت ضروری سمجھی گئی ہے۔''

اسے جہانگیر کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کا علم نہیں تھا اس لیے وہ اپنے فطری انداز میں باتیں کررہا تھا۔اس کی آواز سن کر غزالہ اپنے کمرے سے باہر آئی تو سلمٰی بھی اس کے ساتھ تھی۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی جلال اپنی نشست سے احتراماً کھڑا ہوگیا۔سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی نظریں سلمٰی کے سوگوار چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

''یہ میرے دوست جہانگیر کی بیوی سلمٰی ہے۔'' اس کے کسی سوال سے پہلے میں نے بتایا ''کل رات اسے گھر سے اغوا کرلیا گیا۔ہم سلمٰی کو عارضی طور پر یہاں لے آئے ہیں۔''

''اس پر پہلے بھی ہاتھ ڈالنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔یہ میرے لیے بہت اندوہناک خبر ہے۔'' جلال نے گہرے افسوس کے ساتھ کہا ''اس کی بازیابی کے لیے کیا کررہے ہو؟''

''غزالہ کو اپنی ذمے داری کا احساس تھا۔وہ زیادہ دیر تک وہاں نہیں رکی۔سلمٰی کے ساتھ دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی تاکہ ہم آزادی کے ساتھ گفتگو کرسکیں۔

جلال کی آمد کا قصہ ادھورا رہ گیا۔وہ جہانگیر کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لیے بے چین ہوگیا تھا۔اسے شکوہ تھا کہ میں نے اسے اس واقعے کی اطلاع نہیں دی تھی۔

وہ جہانگیر سے ذاتی طور پر متعارف نہیں تھا۔میری زبان سے اس کے تذکرے سنتا رہا تھا۔میں نے اسے ابتدا سے لے کر سوبھراج سے ہونے والی گفتگو کی ساری جزئیات ایک ہی سانس میں بتا ڈالیں۔اسے یہ جان کر تسلی ہوئی کہ اغوا کرنے والوں میں سے ایک کا سراغ مل چکا تھا اور اس کی تلاش کی مہم جاری تھی۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برا وقت آتا ہے تو ہر طرف سے ایک جیسی خبریں آنے لگتی ہیں۔گیری کے سمندر میں ڈوبنے کے بعد سے کان کسی اچھی خبر کے لیے ترس گئے ہیں۔سوبھراج کی آنکھ مچولی پہلے کی طرح جاری ہے۔وہ ڈاکٹر صادق کو ہلاک کرکے ایک اہم گواہ سے چھٹکارا حاصل کرچکا ہے۔الفا غائب ہے۔ایک وی آئی پی پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوچکا ہے۔جہانگیر کو اغوا کرلیا گیا ہے اور ہم ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکے۔''

''جب شیطانی قوتیں کسی کے خلاف ایکا کرلیتی ہیں تو ایسے مشکل مرحلے آجاتے ہیں۔حالات بتارہے ہیں کہ ہمارے دشمنوں کو ایک مرتبہ پھر یکجا ہونے کا موقع مل گیا ہے۔'' میں نے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''جلال کی آنکھوں میں چمک سی عود کر آئی۔ ''تم کن حالات کی بات کر رہے ہو؟''

''سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ ٹام اور سوبھراج سے فون پر میری بات ہو چکی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ رشید کو سوبھراج نے استعمال کیا ہے اور ٹام نے کھلے دل سے الفا کی مدد کی ہے۔ اس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے۔''

''سوبھراج کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ٹام کے بارے میں تمہاری رائے بالکل درست ہے۔'' اس نے پرزور انداز میں کہا ''میں نے چارلی پر ایک گھنٹے تک بہت محنت کی ہے۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہا ہے۔ بھارت سے روانہ ہونے سے پہلے اسے مشن کا جو ماسٹر پلان دیا گیا تھا اس میں یہ نکتہ بدِنظر رکھا گیا تھا کہ اپنی مشکلات کی وجہ سے سوبھراج ان دونوں کی خاطر خواہ مدد نہ کر سکے تو انہیں کیا کرنا ہوگا۔''

ہم تینوں پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھے۔ وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''اس پلان کے مطابق سی آئی اے کا کراچی آفس میں متبادل امدادی سہولیات فراہم کر سکتا تھا۔''

''انہیں نیو خان ہوٹل والے تجربے کے بعد سی آئی اے سے رجوع کر لینا چاہیے تھا۔ انہوں نے سوبھراج کے مشورے پر مزار کا رخ کرنے کی غلطی کیوں کی؟'' ویرا کے پاس سوال تیار تھا جو اس نے کسی پس وپیش کے بغیر داغ دیا۔

''سوبھراج ان کے ماسٹر پلان سے واقف نہیں تھا۔ وہ انہیں ٹال رہا تھا۔ دونوں کو توقع تھی کہ سوبھراج ان کی مدد کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال لے گا۔ وہ راداولوں کا پرانا مددگار تھا۔ جب مزار کے نواح میں چارلی پراسرار حالات کا شکار ہو کر غائب ہوا تو الفا کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی۔ یہ بات تم بتا چکے ہو کہ چارلی کے پکڑے جانے کے بعد الفا نے فون پر سوبھراج کو کھری کھری سنا ڈالی تھیں۔ اس نے سوبھراج پر لعنت بھیج کر ٹام کا رخ کیا ہوگا۔ وہاں اسے بھرپور پذیرائی ملی اور یوں وہ سانحہ رونما ہو گیا جسے روکنے کے لیے میں نے اسلام آباد کی دوڑ لگائی تھی۔ وہ واقعہ ٹام اور الفا کی سازش کا نتیجہ تھا۔''

''یہ پیش رفت بہت اہم ہے۔ ان لوگوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ اب اسلام آباد والوں کا کیا ردِعمل ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''ردِعمل کچھ بھی ہو۔ ان کو لگام دینا بہت مشکل ہے'' ویرا اپنے ہم وطنوں کو بہت اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ''کل کا واقعہ ان کے لیے بہت معمولی تھا۔ وہ پس پردہ تھے۔ کام کرنے والا را کا آدمی تھا۔ ان کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے جن میں سی آئی اے نے حکومتوں اور حکمرانوں کے خلاف براہِ راست سازشیں تیار کیں اور ان کا تختہ الٹ دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ خفیہ کہانیاں منظرِعام پر آ چکی ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ سی آئی اے امریکا سے باہر آج بھی وہی سب کر رہی ہے جو ماضی میں کرتی تھی۔ فرق یہ پڑا ہے کہ آج انہوں نے جدید ترین ٹیکنالوجی کا سہارا لیا ہوا ہے۔''

''ویرا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تفصیلات وقت گزر جانے کے بعد منظرِعام پر آتی ہیں۔ اس وقت الزامات کو ثابت کرنا دشوار ہوگا۔ عدالت کے کٹہرے میں پہنچتے ہی سیکرٹ ایجنٹ اپنے اقبالی بیان سے پھر جاتے ہیں۔ اپنی لڑائی ہمیں خود لڑنا ہوگی۔''

''کیا ہمیں ٹام کو ٹھکانے لگانے کی اجازت ہوگی؟'' ویرا نے پوچھا۔

''خون سے ہاتھ رنگنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا'' جلال نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ مدافعانہ لہجے میں کہا ''ایک ایک کر کے ان کے کئی اہم آدمی موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔ ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ٹام مارا گیا تو کوئی اور آ جائے گا۔ انہیں روکنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔''

''لیکن الفا پر تم اس اصول کا اطلاق نہیں کر سکتے'' میں نے کہا۔

''الفا اور ٹام میں بہت فرق ہے۔ وہ غیر قانونی طور پر مسلّمہ دہشت گردی کے عزائم لے کر یہاں آیا ہے۔ ٹام کی حیثیت سرکاری اور قانونی ہے۔''

اس نے کھل کر بات نہیں کی تھی لیکن اس کے فقروں میں پنہاں اشارہ بہت واضح تھا۔ راداولوں کو اس نے کبھی نہیں بخشا تھا بلکہ ان میں سے ایک کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

''میں نے کچھ ایسے اداروں کے نام حاصل کیے ہیں جو دوسروں کے نام پر غیر قانونی دھندے کر رہے ہیں لیکن خفیہ اطلاعات کے مطابق ان میں ساری سرمایہ کاری سوبھراج کی ہے۔ ان سے حاصل ہونے والی خطیر آمدنی اس کی جیب میں جاتی ہے۔''

''ان اداروں سے اسے افرادی قوت بھی دستیاب ہو سکتی ہے'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''فی الحال اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

جلال نے جواب دیا ''ہوسکتا ہے کہ وہاں کام کرنے والے عام شہری ہوں اور جرائم سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہو مگر ان سب کو ضرور دیکھا جائے گا۔ یہ بات بہرحال یقینی ہے کہ وہ اپنے اداروں کے غیر قانونی کاموں سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ جرم میں دانستہ اعانت جرم سے کم نہیں ہوتی۔''

''ان کاروباری اداروں کی ظاہری مصروفیات کیا ہیں؟'' ویرا نے پوچھا۔

''ایک ریکروٹنگ ایجنسی ہے جو جعلی کاغذات پر انسانوں کی اسمگلنگ میں ملوث ہے۔ دوسری ایک فشری ہے۔ شبہ ہے کہ سمندری غذا کے ساتھ وہ منشیات کی برآمد میں مصروف ہے۔ تیسرا ایک کلیرنگ فارورڈنگ کا ادارہ ہے۔''

''اس نے چھانٹ کر تینوں شعبوں کا انتخاب کیا ہے'' میں نے بے ساختہ کہا ''ہوسکتا ہے کہ یہ تینوں دفاتر ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے رہے ہوں۔''

''اچانک کارروائی کر کے ریکارڈ قبضے میں لیا جائے گا تو سب کچھ سامنے آجائے گا۔ یہ کام اگلے اڑتالیس گھنٹوں میں کسی بھی وقت پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا جائے گا۔''

سوبھراج کے کاروباری اداروں کے بارے میں چند روز پہلے میری اور جلال کی گفتگو ہو چکی تھی۔ اس نے اس سمت میں فوری طور پر کام شروع کرنے کا عندیہ دیا تو مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ سوبھراج بے اندازہ دولت کا مالک ہوتے ہوئے بھی ملک میں غیر قانونی دھندے چلا رہا ہوگا۔

یہ اس کی عیاری تھی کہ اس نے اپنا کالا دھن ٹھکانے لگانے کے لیے دوسروں کو اپنا آلۂ کار بنایا ہوا تھا۔ خود پس پردہ رہ کر ان کی ڈوریاں ہلاتا رہتا تھا۔ ظاہری طور پر دوسرے ان دھندوں کے مالک بنے ہوئے تھے۔

سوبھراج ابتدا سے مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا۔ اسے سیدھے سادے کاموں سے ہونے والی محدود آمدنی سے کوئی سروکار نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے اعتماد میں لیا ہوگا جو ہیر پھیر میں ماہر ہوں۔ ایک امکان یہ بھی تھا کہ خطیر آمدنی کے لالچ میں اس نے اپنے کچھ شناساؤں کی تجاویز قبول کر کے وہ راہ اختیار کی ہو۔

اپنا دامن بے داغ رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ سوبھراج ان اداروں میں کام کرنے والوں سے دور رہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ شیر دل اور اس جیسے لوگوں کو بھاری معاوضے دے کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا رہا تھا۔

اپنی بقا کی لڑائی لڑتے ہوئے رفتہ رفتہ وہ تنہا ہوتا چلا گیا تھا۔ اس کے لیے معاوضے پر کام کرنے والے مارے یا پکڑے گئے تھے۔ سنیل جیسا وفادار غلام صدف مینشن میں پڑا سڑ رہا تھا۔ یہ امکان قوی نظر آتا تھا کہ اس برے وقت میں سوبھراج نے اپنے کسی کاروباری حلیف کے ذریعے ان بدمعاشوں کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہو جنہیں بدعنوانیوں کی پردہ پوشی کے لیے ان اداروں میں پروان چڑھایا جا رہا تھا۔

جلال نے دھیرے دھیرے مجھے ان اداروں کے کوائف سے آگاہ کر دیا جن کے بارے میں وہ اپنے ذرائع سے تصدیق کر چکا تھا کہ وہ سوبھراج کے سرمائے سے چل رہے تھے۔

جلال کی کراچی آمد کا اصل مقصد ناکام قاتلانہ حملے کی تفتیش میں مقامی حکام کی مدد کرنا تھا۔ اس بارے میں اسے کئی میٹنگز میں شرکت کرنی تھی۔ اس نے چارلی سے اپنی تازہ ترین بازپرس کے نتیجے میں ٹام کی نگرانی بھی شروع کرا دی تھی۔

ٹام ایک امریکی خفیہ ایجنسی کا عہدے دار تھا۔ اسے پاکستان میں کئی سفارتی مراعات بھی حاصل تھیں اس لیے اس کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانا مصلحت کے تقاضوں کے منافی تھا۔ اس پر نظر رکھ کر وہ الفا پر ہاتھ ڈالنے کے چکر میں تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ ٹام نے اسے ہتھیاروں کے ساتھ کوئی محفوظ ٹھکانا بھی فراہم کیا ہوگا۔

وہ دونوں ایک سازش میں شریک تھا۔ اپنے سارے معاملات ریموٹ کنٹرول کے ذریعے نہیں چلا سکتے تھے۔ مشاورت اور افہام و تفہیم کے لیے ان کی ملاقاتیں ناگزیر تھیں۔ الفا اس کے پاس آتا یا ٹام اس سے ملنے کے لیے جاتا، دونوں صورتوں میں آئی بی کے نگراں الفا تک پہنچ سکتے تھے۔ ایک بار وہ ان کی نظروں میں آجاتا تو اس کا بچنا ممکن نہیں تھا۔

جلال وقت نکال کر ہم سے ملنے کے لیے چلا آیا تھا۔ وہ زیادہ دیر تک ہمارے پاس نہیں رک سکتا تھا۔ معلومات کا دوطرفہ تبادلہ ہو چکا تھا۔ وہ جہانگیر کے بارے میں بہت زیادہ فکرمند تھا۔ وہ متذبذب تھا کہ اپنی کارروائیوں کو جہانگیر کی بازیابی تک موخر کر دے یا ان پر فوری طور پر عمل کر گزرے۔

اسے اندیشہ تھا کہ سوبھراج کے مفادات پر کاری ضرب پڑنے کے بعد وہ جھنجلا کر جہانگیر کے خلاف کوئی انتہائی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اس کا وہ خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔ وہ نکتہ اس نے اٹھایا تھا۔ جانے سے پہلے اس نے فیصلہ کیا کہ عمل کا مرحلہ آنے پر وہ مجھ سے آخری بار مشورہ ضرور کرے گا اور رشید کی تلاش میں ہونے والی پیش رفت کی روشنی میں طے کرے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

☆☆☆

شام تک اول خان کی طرف سے کوئی خبر نہیں مل سکی۔

Downloaded from https://paksociety.com

رشید کی شناخت کا مرحلہ جتنی سرعت کے ساتھ طے کیا گیا تھا۔ اس کی تلاش میں اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔

گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ایک طرف میرے اعصابی تناؤ میں اضافہ ہو رہا تھا تو دوسری طرف سلمٰی کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ اس پر بار بار رقت آمیز دورے پڑ رہے تھے جن کی وجہ سے گھر کی فضا بہت بوجھل اور سوگوار ہو گئی تھی۔

ویرا زندہ دلی کے ساتھ ہنس بول کر وقت گزارنے کی عادی تھی۔ اس ماحول سے وہ سخت گھٹن میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کے بشرے سے ظاہر ہونے لگا تھا کہ اسے ذرا بھی چھیڑا گیا تو وہ ایک دم پھٹ پڑے گی۔

میں خود بھی اس فضا سے دل برداشتہ تھا۔ سلمٰی کی موجودگی میں ہنسنا تو درکنار، مجھے مسکرانا بھی جرم محسوس ہو رہا تھا۔ ہم سب کے اداس اور لٹکے ہوئے چہرے جہانگیر کی بازیابی میں کوئی کردار ادا نہیں کر رہے تھے بلکہ ہر ایک کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ماؤف سی ہو رہی تھیں۔

چار بجے میں نے اپنے وقت کو بہتر انداز میں استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ویسے سارے معاملات ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے تھے لیکن جب تک سوبھراج اور ٹام کے درمیان صلح نہیں ہو جاتی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر تھے۔

جہانگیر کا قصہ سوبھراج کی ذات سے وابستہ تھا۔ اس سے میں بہت زیادہ باتیں کر چکا تھا اور شاید اسے یہ پیغام دینے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ جہانگیر کی زندگی میرے لیے بہت اہم تھی۔ اسے کچھ ہوتا تو سوبھراج کے ساتھ اس کا پورا خاندان میرے انتقام کا نشانہ بن سکتا تھا۔

اس کے برعکس ٹام سے میری زیادہ گفتگو نہیں ہو سکی۔ اسے چھیڑ چھیڑ کر میں نے اندازہ لگایا تھا کہ را کا اکلوتا ایجنٹ اس کی مدد حاصل کر چکا ہے۔ جلال نے چارلی سے معلوم ہونے والے ماسٹر پلان کی مدد سے میرے شبہے کی تصدیق کر دی تھی۔

ٹام جس شدت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کا خواہاں تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی نئی بات جنم لے چکی تھی۔

چار بجے میں نے ٹام کو فون کیا۔ اس وقت اندھیرا پھیلنے میں کافی وقت باقی تھا۔ جب میں نے اسے یہ بتایا کہ پانچ بجے اسٹیڈیم کے سامنے اس سے ملنے کو تیار تھا۔ تو اسے کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی۔

وہ ملاقات کے لیے شہر کے کسی مرکزی علاقے میں ملاقات کا خواہاں تھا۔ اس کی دانست میں میری مجوزہ جگہ اس کے لیے دور اور غیر محفوظ تھی۔

کرنل داور کے روپ میں، میں ایک سے زائد مرتبہ اس سے مل چکا تھا۔ وہ تند خُو اور بد دماغ تھا اس لیے مجھے کبھی بھی متاثر نہیں کر سکا تھا۔ میں نے اس سے ملاقات کے لیے جان بوجھ کر اسٹیڈیم کا علاقہ منتخب کیا تھا۔ وہ میرے گھر سے قریب ہونے کے ساتھ اس اعتبار سے محفوظ تھا کہ وہاں میں دور تک نگاہ رکھ سکتا تھا۔

اس نے مقام کی تبدیلی کے لیے اصرار کیا تو میں نے اسے دوٹوک الفاظ میں بتا دیا کہ اس شام میں صرف اسٹیڈیم تک آ سکتا تھا۔ وہ مقام میں تبدیلی چاہتا تھا تو اسے ملاقات کا پروگرام ملتوی کر دینا چاہیے۔ میں اگلے ایک دو روز میں دوبارہ وقت نکالنے کی کوشش کروں گا۔

وہ حربہ کارگر رہا اور ٹام نیشنل اسٹیڈیم آنے پر تیار ہو گیا۔

میں نے بہت خاموشی کے ساتھ ٹام کو فون کیا تھا۔ ویرا اکتائے ہوئے انداز میں گھر بھر میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ اس نے مجھے فون پر انگریزی میں بات کرتے سنا تو سیدھی وہیں آ گئی۔ اسے ابتدائی مذاکرات کا علم نہیں ہو سکا لیکن گفتگو کا اختتام اس کے لیے واضح تھا۔

''بیٹھے بٹھائے تم کو کیا سوجھی ہے کہ کسی سے مشورہ کیے بغیر اس سے ملنے جا رہے ہو؟'' اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

''طبیعت اکتا رہی تھی۔ پتا چل جائے گا کہ وہ کیوں ملنا چاہ رہا ہے۔''

''اس کیفیت میں تم حاضر دماغی سے کام نہیں لے سکو گے۔ تمہارے چہرے سے بیزاری جھلک رہی ہے۔ میں اس حالت میں تمہیں اس سے ملنے کا مشورہ نہیں دوں گی۔''

''فکر نہ کرو۔ گھر سے نکلتے ہی میرا موڈ بحال ہو جائے گا۔''

''میرا بھی دم گھٹ رہا ہے'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا ''سلمٰی کی وجہ سے گھر کا ماحول یکا یک بوجھل ہو گیا ہے۔''

''مجبوری ہے۔ اسے برداشت کرو'' میں نے کسی برہمی کا مظاہرہ کیے بغیر کہا۔

''کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں؟'' اس نے میری نرمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جھٹ فرمائش کر دی ''ذرا ماحول بدل جائے گا۔''

''تمہارا دماغ خراب ہے۔ کیا میری ساری محنت پر پانی پھیرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔ وہ ایک نظر میں تمہیں پہچان لے گا

Downloaded From https://pakSociety.com

پھر اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ میں کرنل داور بن کر ایک مدت سے ان لوگوں کو فریب دیتا چلا آ رہا ہوں۔''

''مجھے اس سے ملنے کا شوق نہیں ہے۔ راستے میں مجھے کہیں بھی اتار دینا، واپسی میں ساتھ لیتے آنا۔ کھلی ہوا میں نکل کر میرا دماغ تازہ ہو جائے گا۔''

''اس مقصد کے لیے میرا ساتھ ضروری نہیں ہے۔ چاہو تو دھندلکا پھیلنے کے بعد سلطان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر نکل جانا۔ اس وقت تک میں بھی لوٹ آؤں گا۔''

''تمہارے پاس ہر وقت بہانے تیار رہتے ہیں'' وہ چڑ کر بولی ''صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے۔''

وہ زیرلب کچھ بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

میں گاڑی کا جائزہ لینے کے لیے پورچ کی طرف ہولیا۔

اپنی حساس مصروفیات کی وجہ سے میرے لیے اپنی گاڑی کے نمبروں کو چھپائے رکھنا ضروری تھا۔ نمبر پلیٹوں کو بار بار تبدیل کرنا دشوار تھا اس لیے میں نے سلطان شاہ کی ذمے داری لگائی ہوئی تھی کہ نئی کرولا کی دونوں نمبر پلیٹیں ہر وقت اس طرح مٹی سے لتھڑی رہیں کہ انہیں صاف کیے بغیر کار کا رجسٹریشن نمبر پڑھنے میں نہ آ سکے۔ پورچ میں یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ میری ہدایت پر پابندی سے عمل ہو رہا تھا۔ ٹام کی طرف جانے کے لیے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں کرنا تھا۔

میں واپس آیا تو غزالہ میری منتظر تھی۔ ویرا نے میری نئی مصروفیت کے بارے میں اس کے کان بھر دیے تھے۔

غزالہ نے مجھ سے سوال ضرور کیا لیکن الجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ویرا کی کوششوں کے باوجود وہ میرے ساتھ الجھنے سے گریز کرتی تھی۔ میں نے اسے اپنے پروگرام کی نوعیت سے آگاہ کیا اور وہ سرہلا کر یوں مطمئن ہو گئی جیسے کوئی بات نہ ہو۔

''سلمیٰ کہاں ہے؟'' میں نے وہ بات ختم کر کے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''اپنے کمرے میں سو رہی ہے'' غزالہ نے تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا ''مجھے پہلی بار اندازہ ہوا ہے کہ کسی غم زدہ فرد کا ساتھ دینا کتنا مشکل کام ہے۔ میں نے آرام کرنے کے لیے اسے خواب آور دوا دے دی ہے۔ اسے سکون ملے گا اور میں بھی تھوڑی سی بے فکر ہو جاؤں گی۔''

گھر سے نیشنل اسٹیڈیم کا فاصلہ چند منٹ کا تھا۔ میں نے فرصت سے ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنی ضروریات پر غور کیا۔ ٹام کوئی غنڈا نہیں تھا، جس سے مار دھاڑ ہونے کا خطرہ ہو۔ حفظِ ماتقدم کے لیے میرے پاس بیم گن اور دو انگوٹھیوں کا ہونا کافی تھا۔ ان کی مدد سے میں ہر قسم کی صورت حال پر قابو پا سکتا تھا۔

ٹام نے مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس بارے میں اس سے فون پر دو مرتبہ میری بات ہوئی اور کچھ دیر بعد میں اس سے ملنے کے لیے جا رہا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ میں ملاقات کے مدعا سے بالکل ناواقف تھا۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ ٹام مجھ سے ملنے کے لیے کیوں بے چین تھا۔

پونے پانچ بجے میں گھر سے نکل کھڑا ہوا اور مقررہ وقت سے کئی منٹ پہلے نیشنل اسٹیڈیم کے سامنے کے حصے میں داخل ہوا تو وہاں بنی ہوئی پختہ پارکنگ میں پہلے سے کچھ گاڑیاں موجود تھیں۔ میں اپنی گاڑی کی رفتار دھیمی کر کے داہنی طرف کی پارکنگ میں مڑنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر ٹام پر پڑی۔ وہ بائیں طرف اپنی گاڑی سے اتر رہا تھا۔

میں اپنی گاڑی اسی طرف لیتا چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ بائیں طرف کے حصے میں ہماری دو گاڑیوں کے سوا کسی تیسری گاڑی کا وجود نہیں تھا۔ ٹام نے شاید اسی لیے اس حصے کا انتخاب کیا تھا۔

ٹام بہت ہوشیار اور چوکنا نظر آ رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے مجھے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ لیا تھا۔ میں نے کار روکی تو ٹام لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

''ویری گڈ!'' اس نے خشک لہجے میں کہا ''ہم دونوں وقت سے چند منٹ پہلے آ گئے۔ میں اس طرف پہلی بار آیا ہوں۔ بس آغا خان اسپتال میرا دیکھا ہوا تھا۔ اسی کے سہارے میں بھٹکے بغیر یہاں تک پہنچ گیا۔''

اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے میں پہل نہیں کی تھی۔ میں نے گاڑی سے اتر کر بے نیازی سے اپنے دونوں ہاتھ جیبوں میں اڑس لیے۔

''کیا تمہاری گاڑی میں بیٹھ کر بات کرنا مناسب نہیں رہے گا؟'' اس نے پوچھا۔

''میرے پچھلے تجربات تلخ ہیں'' میں نے طنز سے کہا ''ایسا نہ ہو کہ تمہاری جیب سے کوئی قیمتی چیز میری گاڑی میں گر جائے اور تمہارے آدمیوں کو میرا گھر ڈھونڈنا پڑ جائے۔ بیٹھنا ضروری ہے تو میں کچھ دیر کے لیے تمہاری گاڑی میں بیٹھ سکتا ہوں۔''

''تم بہت منہ زور ہو..... آؤ!'' وہ اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔

''میں صاف بات کرنے کا قائل ہوں۔ اپنے دل میں گرہ ڈال کر نہیں بیٹھتا۔ یہی وجہ ہے کہ نک اور گیری کے بعد آج

Downloaded from https://paksociety.com

تم سے میری ملاقات ہورہی ہے۔''

وہ دروازہ کھول کر اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا، میں نے دوسری طرف جا کر اس کے برابر والی نشست سنبھال لی۔

''صاف گوئی میں اعتدال ضروری ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم اپنے مخاطب کی دل آزاری کے اندیشے کی وجہ سے اپنی زبان پر نہیں لاتے۔''

''یہ یورپ کا رواج ہوسکتا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ امریکی منہ پھٹ ہوتے ہیں۔ کسی کی پروا نہیں کرتے۔ جو کہنا ہوتا ہے، کہہ ڈالتے ہیں۔''

''اس اعتبار سے تمہارا مزاج امریکیوں سے قریب تر ہے۔''

''شاید اسی لیے میں اس وقت ایک امریکی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں'' میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس کے روکھے سوکھے چہرے کو دیکھ کر میں نے سردمہری اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

''ڈینی آج کل کہاں ہے؟'' اس نے اپنی نشست میں ترچھا ہوکر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نرم آواز میں سوال کیا۔

''وہ زیادہ تر اسی شہر میں ہوتا ہے مگر ٹھکانے بدلتا رہتا ہے۔ میں اس کے موجودہ ٹھکانے سے بے خبر ہوں'' میں نے پلکیں جھپکائے بغیر جواب دیا۔

''وہ کب تک پکڑا جائے گا؟'' ٹام نے اگلا سوال کیا۔

''ایک دن..... ایک ماہ یا شاید ایک سال میں..... میں اس بارے میں کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہا۔ کیا تم نے اتنی سی بات پوچھنے کے لیے مجھے بلایا تھا؟''

''یہ باتیں فون پر بھی ہوسکتی تھیں'' وہ بولا ''تم کو یہاں بلانے کا مقصد کچھ اور تھا۔ تم کو شاید یہ جان کر حیرت ہو کہ وہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔''

اس کا جواب سن کر مجھے ذہنی جھٹکا لگا اور میری چھٹی حس نے اچانک خطرے کا اعلان کردیا مگر میں نے کسی اضطراب کا مظاہرہ کیے بغیر بہت سکون سے کہا ''اگر تمہارا مقصد پورا ہو چکا ہے تو مجھے چلا جانا چاہیے۔''

''ضرور چلے جانا۔ آئے ہو تو کچھ اور باتیں بھی ہوجائیں۔ تم بے فکر رہو کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ہمیں تمہارے تعاون کی شدید ضرورت ہے۔''

اس کی مبہم باتوں سے مجھے بے چینی ہونے لگی تھی۔ میں نے کہا ''ان باتوں سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ مجھے بلانے سے تمہارا کیا مقصد تھا جو میری بے خبری میں پورا ہو چکا ہے۔''

''کل تم نے فون پر بہت زہریلی باتیں کی تھیں'' ٹام کا لہجہ درشت ہوگیا ''تمہاری باتوں سے ظاہر ہورہا تھا کہ تم کل کے قاتلانہ حملے کا ذمے دار ہمیں سمجھتے ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے یہ سب کس بنیاد پر کہا تھا۔''

''اگر تم مجھے دھمکی دے رہے ہو تو اس بارے میں میری زبان سے ایک لفظ بھی نہیں سن سکو گے۔'' میں نے سختی سے جواب دیا۔

''دیکھو کرنل! ہم نے تمہارے بہت نخرے برداشت کرلیے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ کوئی بہت لمبا کھیل، کھیل رہے ہو۔ اصولی طور پر ہم کسی ایسے آدمی کا وجود برداشت نہیں کرسکتے جو امریکا اور پاکستان کے دوستانہ مراسم میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کررہا ہو۔''

''یہ تمہاری الزام تراشی ہے'' میں نے برہمی سے کہا ''اب یہ بھی سن لو کہ تمہاری ایجنسیوں کی تمام غیر قانونی سرگرمیاں میرے سامنے ہیں۔ تم ہر قیمت پر یہاں اپنی من مانی کرنا چاہتے ہو۔ ڈینی کی بات اور تھی۔ اس سے بہت سے لوگ نالاں ہیں۔ اس سے آگے میری زبان نہ کھلواؤ ورنہ بات بگڑ جائے گی اور تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوسکے گا۔ کرنل داور دھمکیوں سے خوف زدہ ہونے والا آدمی نہیں ہے۔ وہ سر اٹھا کر زندہ رہنا جانتا ہے۔''

وہ کسی سانپ کی طرح چند ثانیوں تک مجھے گھورتا رہا پھر بولا ''نک اور گیری بے وقوف تھے۔ میں تمہارے کھیل کو بڑی حد تک سمجھ گیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم قیامت تک ڈینی یا ویرا کو ہمارے حوالے کرنے کے قابل نہیں ہوسکو گے۔ تم ان کے ناموں کی آڑ لے کر ہمارے پیٹ میں گھسے ہوئے تھے مگر اب تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ میں تمہارے کسی چکمے میں نہیں آؤں گا۔''

وہ بہت کھل کر بول رہا تھا۔ یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکی تھی کہ میری اور ٹام کی وہ ون ٹو ون ملاقات اس قدر اہم ثابت ہوگی۔ میں نے پُراعتماد انداز میں کہا ''میں اپنی دنیا میں مگن ہوں۔ مجھے کسی کو چکمہ دینے کی ضرورت نہیں۔ نک نے مجھے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ تمہارے پیش رو ایف بی آئی میں ملازمت کی پیشکش کے ساتھ میرا پیچھا کرتے رہے ہیں۔ یہ سب ریکارڈ کی باتیں ہیں۔''

''مجھے ماضی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ انہوں نے غلطیاں

Downloaded from https://paksociety.com

کیں تو اس کا نتیجہ بھی بھگت لیا۔ مجھے شبہ ہے کہ اب سوبھراج بھی تمہارے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ ہر وہ بات جو اس کے علم میں آتی ہے، الٹی پڑ جاتی ہے۔ گیری اس سے ملنے کے لیے فرنچ بیچ گیا اور واپسی میں لہولہان ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ را والے اس پر بھروسا کر کے مار کھا رہے ہیں..... آخر یہ سب کیا ہے؟''

''یہ سب تمہارے اندر جنم لینے والے خوف کا نتیجہ ہے۔ تم را کے کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو۔ آدمی اندر سے خوف زدہ ہو تو اسے چھوٹی چھوٹی باتیں بہت بڑی نظر آنے لگتی ہیں۔ تم.....''

''مجھے یہ فلسفے پڑھانے کی کوشش نہ کرو'' اس نے سختی سے میری بات کاٹ دی ''مجھے دوسروں سے کوئی غرض نہیں ہے، میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے کل والے حملے کا الزام میرے سر کیوں ڈالا۔ تمہارے پاس اپنے بذیان کا کیا ثبوت ہے؟''

اس کی آنکھوں سے درندگی جھانکنے لگی تھی اور وہ واضح طور پر محاذ آرائی پر تل گیا تھا۔ بات اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس کے سنبھلنے کا ہر امکان ختم ہو گیا تھا۔ اس کے تیوروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ضرورت پڑنے پر وہ ہاتھا پائی سے گریز نہیں کرے گا اور شاید ہتھیار بھی نکال لے۔

میں نے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں پڑی ہوئی زہر آلود انگوٹھیوں کے نگینے دھیرے دھیرے ہتھیلی کے رخ پر گھمانے شروع کر دیے اور فیصلہ کن لہجے میں کہا ''کل مجھے صرف شبہ تھا اور اس کی بنیاد وہ امریکی رائفل تھی جو ریلوے اسٹیشن کی چھت سے ملی تھی۔ آج بات کھل چکی ہے۔ تم راوالوں کے ساتھ مل کر یہاں دہشت پھیلانا چاہ رہے ہو، ابھی تم نے را والوں سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس پر بھروسا کر رہے تھے لیکن تمہارے ساتھ ان کا گٹھ جوڑ ہے۔''

''کرنل!'' اس کے پتلے پتلے گلابی ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ تیر گئی ''شروع سے میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ تم خطرناک آدمی ہو۔ آج تمہاری شناخت ہو گئی ہے۔ ادھر جھاڑیوں میں ایک گن مین چھپا بیٹھا ہے۔ تمہارے اترتے ہی اس نے اشارہ دے دیا ہے۔ تم نے اسے صدر کے ایک ہوٹل میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ آج وہ میرے ساتھ ہے۔''

''مجھے کل ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ الفا تم سے مل گیا ہے۔ یہ بھولو کہ اس کا ساتھی غائب ہے۔ اس نے سب کچھ اگل دیا ہے۔ یہاں تک بتا دیا ہے کہ سوبھراج کے بعد تم ان کے وارث تھے۔''

''چارولی کہاں ہے؟'' میں نے محسوس کیا کہ میرے انکشاف سے اسے ذہنی جھٹکا لگا تھا۔

''جہاں ہے، بہت برے حال میں ہے اور کھایا پیا نکل اگلنے کے لیے تیار ہے۔''

''اب تک کوئی فورس یا ایجنسی ہمارے سامنے نہیں آئی۔ ہر طرف تمہارے سائے منڈلاتے ہوئے نظر آتے رہے ہیں۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم یہاں آئے ہو۔ یہ ملاقاتیں خفیہ ہوتی ہیں اس لیے کسی کو بتا کر نہیں آئے ہو گے۔ کرنل! ڈرنے اور پہلو بدلنے کی ضرورت نہیں، میں امن پرور آدمی ہوں۔ ہتھیاروں کے استعمال سے ڈرتا ہوں، تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ اب میری گاڑی سے اتر او اپنی راہ لو۔ میں تمہیں اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔''

اس نے اچانک بات ختم کر دی۔ میرے وجود میں سنسنی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ چند ثانیے قبل اس نے جھاڑیوں میں چھپے ہوئے گن مین کا ذکر کیا تھا۔ وہ الفا کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ را کا خونی درندہ اپنی کمین گاہ میں تیار بیٹھا ہوا تھا۔

وہ کسی بھی لمحے میرے اوپر گولی چلا سکتا تھا۔ ٹام واپسی میں اسے اپنے ساتھ لے کر تیزی سے نکل جاتا۔

حالات بگڑنے کی صورت میں ٹام اسے اس کے حال پر چھوڑ کر فرار ہو سکتا تھا۔ الفا اپنے انجام کا خود ذمے دار ہوتا۔

بہتر ماحول میں شروع ہونے والی اس ملاقات کا انجام میرے لیے بہت غیر متوقع اور خون آشام نظر آ رہا تھا۔ مجھے اپنی زندگی میں کبھی موت سے خوف محسوس نہیں ہوا تھا۔ میں نے بدترین حالات میں موت کے جبڑوں میں ہاتھ ڈال کر زندگی کی نوید حاصل کی تھی لیکن اس وقت ٹام نے نہایت مکاری سے مجھے عجیب صورت حال میں ڈال دیا تھا۔

را کا ایک مسلح کارندہ ڈھلتی شام کے سایوں میں کہیں چھپا ہوا تھا۔ وہ میری گھات میں تھا مگر میں اس کی پوزیشن سے بے خبر تھا۔ میرے پاس بیم گن اور انگوٹھیوں کے سوا کوئی تیسرا ہتھیار نہیں تھا جو زیادہ دور تک مار کر سکتا۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ ٹام کی گاڑی سے اتر کر اپنی گاڑی تک جانے کے دوران میں کب اور کہاں سے مجھ پر فائر کرنا ہو گا۔ وہ مقابلہ نہیں، گھات لگا کر مجھے ہلاک کرنے کی گہری سازش تھی جس کا بظاہر کوئی توڑ نہیں تھا۔

اس وقت صرف ٹام میرے قریب موجود تھا۔ وہ مجھے ہاتھ نہ لگانے کا اعلان کر چکا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ وہیل پر جمے ہوئے تھے۔ وہ تحقیر آمیز نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے میرے اترنے کا منتظر ہو۔

Downloaded Free https://paksociety.com

میرے لیے ایک ہی راہ باقی رہ گئی تھی۔ میں پھرتی کے ساتھ اپنی جیب سے بیم گن نکال کر ٹام کو یرغمال بناتا اور اس کی آڑ میں وہاں سے بچ کر نکل جاتا۔

اس دباؤ کے عالم میں میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے سویں حصے کے لیے اپنی گلوخلاصی کی اس تدبیر کے بارے میں سوچا اور اسے مسترد کر دیا۔ ٹام جیسے مکار اور سازشی کی آڑ لے کر اس محاذ سے بھاگنا، ذلت آمیز تھا۔ اگر میرا وقت پورا ہو چکا تھا تو ٹام کی آڑ کیا، دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت کے چنگل سے نہیں بچا سکتی تھی۔

میں نے اللہ پر توکل کر کے دروازہ کھولا اور ٹام کی گاڑی سے اتر گیا۔

وہ انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ میرے اترتے ہی گاڑی بہت تیزی سے آگے نکال لے گیا۔ میں اپنے چھپے ہوئے دشمن کے کھلے نشانے پر آسمان تلے کھڑا رہ گیا۔

میں نے اپنی کار کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ فضا فائر کی ایک ہولناک آواز سے لرز اٹھی۔ شاید میرے دشمن نے گولی چلا دی تھی۔ میں بے اختیار تارکول سے بنی ہوئی پارکنگ لاٹ پر گر گیا۔ اسی لمحے فضا میں ایک بھیانک انسانی چیخ گونجی اور میں چکرا کر رہ گیا۔

وہ سب تواتر کے ساتھ ایک ہی وقت میں یوں رونما ہوا تھا کہ میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔ میں سڑک پر سینے کے بل سرکتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھا' دروازہ کھول کر جھکے جھکے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور پھر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ٹام کی کار کا دور دور تک کوئی پتا نہیں تھا۔ میرے سامنے بھی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں نے اپنی کار کی رفتار بڑھا دی۔

نیشنل اسٹیڈیم سے مین روڈ پر نکلتے ہوئے میں نے داہنی طرف سے جھاڑیوں میں کچھ ہلچل سی دیکھی لیکن میں نے وہاں رکنے کی حماقت نہیں کی۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ میں الفا کا نشانہ بننے سے بال بال بچ گیا تھا اور میری واپسی کی راہ مسدود نہیں تھی۔

انسانی چیخ کس کی تھی..... جھاڑیوں میں کیا ہو رہا تھا، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ دھماکے اور چیخ کی آوازیں سن کر وہاں آنے ہونے والے خود ہی ان سب باتوں کا سراغ لگا لیتے۔

نیشنل اسٹیڈیم سے میں چند منٹ میں واپس گھر پہنچ گیا۔ وہاں تینوں سکون سے ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھے میری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ سلمٰی بدستور اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

''ٹام سے ملاقات کیسی رہی..... تمہارا چہرہ تمتمایا ہوا کیوں ہے؟'' ویرا نے میری طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔

''ملاقات زور دار رہی۔ ٹام دوسروں سے زیادہ چالاک ثابت ہوا۔ آج اس نے کرنل داور کا قصہ ختم کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔'' میں نے اختصار سے کہا۔

''کیا اس نے تمہیں پہچان لیا؟'' ویرا میرے ذومعنی الفاظ کا مفہوم نہیں سمجھ سکی۔

''پہچاننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ کرنل داور انہیں چکر دے رہا ہے۔ وہ الفا کو مسلح کر کے اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کے ہاتھوں مجھے مروانا چاہتا تھا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہاں کیا ہوا۔ گولی چلی' کوئی بے ساختہ چیخا اور میں وہاں سے نکل آیا۔''

میری زبان سے سپاٹ انداز میں وہ تفصیل سن کر تینوں کی آنکھیں حیرت سے پیشانیوں پر جا چڑھیں۔ غزالہ اٹھ کر میرے قریب آئی اور دوسروں کی موجودگی کی پروا کیے بغیر والہانہ انداز میں میرے بدن کو ٹٹولتے ہوئے بولی ''ایسا بھیانک واقعہ ہو گیا اور آپ اس طرح بتا رہے ہیں جیسے آپ ٹام کے ساتھ پنگ پانگ کھیل کر آئے ہوں۔''

''ٹام نے مجھے حیران کر دیا۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی تیزی سے نتائج اخذ کر لے گا۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ اس نے الفا کی کہانی سننے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ کرنل داور سے اپنی جان چھڑا لے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''کل فون پر بات کرتے ہوئے اس کا ذہن بہت صاف تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھ سے ملنا چاہتا تھا اس لیے اس نے میری وہ باتیں بھی خندہ پیشانی سے سن لیں جو اسے اشتعال دلانے کے لیے کافی تھیں۔''

''الفا سے تمہارا یعنی کرنل داور کا کیا واسطہ!'' ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ ماننا پڑے گا کہ ٹام بہت ذہین ہے۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ میں ڈینی کے روپ میں سوبھراج سے مل بیٹھا ہوں۔ اس کے باوجود اسے میری اور سوبھراج کی سازباز کا شبہ ہو گیا تھا۔ رہی سہی کسر الفا کی شناخت نے پوری کر دی۔''

وہ بہت الجھی ہوئی باتیں تھیں جنہیں سمجھنا آسان نہیں تھا۔ میں بہت تحمل کے ساتھ انہیں ٹام کے بھڑکنے کے اسباب سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔

واقعہ رونما ہو چکا تھا' میں بچ کر گھر لوٹ آیا تھا لیکن وہ تینوں رہ رہ کر یوں قلق کا اظہار کر رہے تھے جیسے وہ میرے ساتھ گئے ہوتے تو صورت بدل گئی ہوتی۔ وہ میرے ہم دم اور ہم نوا تھے میں خاموشی سے ان کے پُرخلوص تبصرے سنتا رہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''خدا کا شکر ہے کہ تم صحیح وسلامت لوٹ آئے لیکن فائر اور چیخ کا معما حل نہیں ہوسکا۔'' ان باتوں سے نمٹنے ہی ویرا کو وہ موضوع یاد آگیا ''فائر تم پر کیا گیا تھا تو وہ چیخ کس کی تھی۔ اگر چیخنے والے پر گولی چلائی گئی تو عین وقت پر الفا کہاں غائب ہوگیا۔ تم ایک دو منٹ کے لیے وہاں رک جاتے تو یہ باتیں بھی صاف ہوجاتیں۔''

''وہاں رکنے میں میری کھوپڑی صاف ہونے کا خطرہ تھا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر یہ رائے دینا بہت آسان ہے موت پیچھا کررہی ہو تو انسان کو اور کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔'' میں نے قدرے تلخی سے جواب دیا اور ویرا سر ہلا کر رہ گئی۔

''اسٹیڈیم کتنی دور ہے۔ ہم وہاں کا ایک چکر لگا لیتے ہیں۔ اب تک ہر خطرہ ٹل چکا ہوگا اور واقعات سامنے آچکے ہوں گے۔'' سلطان شاہ نے ویرا سے کہا۔

''ہاں!'' ویرا اسی لمحے اٹھ کھڑی ہوئی ''تجسس میں سسکتے رہنے سے بہتر ہے کہ وہاں کا ایک چکر لگا ہی لیا جائے۔''

میں نے ان دونوں کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ سلطان شاہ نے کہنے کو بات کہہ دی تھی لیکن اپنی جگہ سے اٹھنے میں کسمسا رہا تھا۔ اسی لیت ولعل میں اچانک گھٹی گھٹی چیخ اٹھی۔ ایس ٹی ایف کے آدمیوں کے آجانے کے بعد سب کی عادتیں بگڑ گئی تھی۔ کسی نے دروازے کی طرف جانے کی زحمت نہیں کی سب استفہامیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں بعد جلال اندر آگیا۔ مجھے اول خان کی آمد کی توقع تھی۔ جلال کی بے وقت آمد نے مجھے چونکا دیا۔ شہر میں اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر اس کا ہماری طرف آنا معنی خیز تھا۔

''تھوڑی دیر پہلے تم ٹام سے ملنے کے لیے نیشنل اسٹیڈیم کی طرف گئے تھے؟'' اس نے بیٹھتے ہی مضطربانہ انداز میں مجھ سے سوال کیا۔

''تمہیں یہ خبر کہاں سے مل گئی؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تم کو اندازہ ہے کہ آج تم موت کے منہ میں جانے سے بال بال بچے ہو!'' اس نے ہلکی سی جھرجھری لے کر اگلا سوال کیا اور میں اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

''الفا جھاڑیوں میں پورے میگزین کے ساتھ اسی قسم کی رائفل لیے تیار بیٹھا ہوا تھا جو ناکام قاتلانہ حملے میں استعمال کی گئی تھی۔'' جلال کہہ رہا تھا ''اگر میرا آدمی اس پر فائر کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کرتا تو وہ پورا برسٹ چلا کر تمہارا بدن چھلنی کردیتا۔''

''اوہ!'' میں بے ساختہ کہہ اٹھا ''وہ چیخ الفا کی تھی!''

''تم یہ سب بتا کر حیران کیے دے رہے ہو۔'' ویرا جلال سے مخاطب ہوکر بولی ''یہ کیوں نہیں بتاتے کہ تمہارا آدمی اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ الفا کی تلاش کے لیے میں نے اپنے آدمیوں کو ٹام کی نگرانی میں مامور کردیا تھا۔'' جلال نے بتانا شروع کیا ''آج ٹام اپنے دفتر سے نکلا تو میرے آدمی اس کا پیچھا کررہے تھے۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ گاڑی میں الفا بھی اس کے ساتھ موجود ہے۔ شاید ٹام نے اسے اپنی دفتری عمارت میں پناہ دی ہوئی تھی.....''

''ذرا ایک منٹ!'' ویرا نے جلال کی بات میں دخل انداز ہوتے ہوئے کہا ''تمہارے آدمیوں کو کیسے پتا چلا کہ وہ الفا ہی ہے۔''

''ان دونوں کو الفا کا وہ حلیہ ذہن نشین کرادیا گیا تھا جو چارلی نے بتایا تھا'' جلال نے وضاحت کی ''وہ ساڑھے چار بجے نیشنل اسٹیڈیم پہنچ گئے تھے۔ ٹام نے ہلکی رفتار سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسٹیڈیم کے آس پاس کے علاقے میں کئی چکر لگائے اور پھر میدان صاف پاکر پھرتی سے الفا کو جھاڑیوں کے پاس اتار دیا۔ وہ ایک تھیلا لے کر جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ ٹام گاڑی کو پارکنگ کی طرف نکال لے گیا۔''

''حیرت ہے کہ تمہارے آدمی اتنے قریب رہ کر ان کا پیچھا کررہے تھے اور ٹام جیسے زیرک آدمی کو ان کی موجودگی کا اندازہ نہیں ہوسکا۔'' اسے خاموش پاکر ویرا بولی۔ ہم تینوں نے انہماک کے ساتھ مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔

''تم بھول رہی ہو۔ آئی بی میں ایسے تجربے کار آدمیوں کی کمی نہیں ہے جن کی عمریں ان ہی کاموں میں گزری ہیں۔ وہ گاڑیوں کے بجائے اسکوٹرز استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ دو کی نفری میں چلتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ٹام کو ان اطراف میں بار بار منڈلاتے دیکھ کر دونوں الگ ہوگئے ہوں اور ان میں سے ایک نے کسی اوٹ میں پناہ لے لی ہو۔ مجھے اپنے آدمیوں کے طریقہ کار سے زیادہ نتائج سے دلچسپی ہوتی ہے۔ مطلوب نتائج کے لیے انہیں اپنی مرضی کے طریقے اختیار کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔''

''بار بار دخل اندازی نہ کرو۔'' سلطان شاہ نے مربیانہ انداز میں ویرا کو فہمائش کی ''جو کہا جارہا ہے اسے غور سے سنو۔ سوال بعد میں کرلینا۔''

''ٹام کافی دیر تک اپنی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ اس دوران

Downloaded from https://paksociety.com

میں الفا نے جھاڑیوں میں رائفل کے حصے جوڑ کر اسے لوڈ کر لیا تھا۔ اسی اثنا میں تم وہاں پہنچ گئے۔ میرے دونوں آدمی تمہیں پہچانتے ہیں۔ ٹام کی دیکھ بھال کرنے والے کا ماتھا ٹھنک گیا۔ جب تم ٹام کی گاڑی سے اترے تو الفا نے تمہاری شست باندھ لی تھی۔ ٹام کی گاڑی روانہ ہوتے ہی وہ تمہارے نشانے پر برسٹ فائر کرنے والا تھا۔ میرے دوسرے آدمی نے پشت سے فائر کر کے اس کا بھیجا اڑا دیا، وہ ذرا بھی چوکتا تو وہاں الفا کے بجائے تم مارے گئے ہوتے۔''

''لرزہ خیز واقعہ ہے!'' غزالہ بے اختیار پھریری لے کر بولی۔

''مجھے یہی پریشانی تھی کہ مجھ پر فائر ہوا ہے تو وہ چیخ کس کی تھی۔'' میں نے کہا۔

''کیا تمہیں معلوم تھا کہ تم پر فائر ہونے والا ہے؟'' جلال نے حیرت سے پوچھا۔

''ٹام نے مجھے بتا دیا تھا کہ اور میں تن بہ تقدیر ہو کر اس کی گاڑی سے اتر گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا وقت پورا نہیں ہوا تو الفا مجھے نہیں مار سکے گا۔''

''وہی ہوا۔ اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔'' ویرا نے ٹکڑا لگایا ''یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کسی کو دوسرے کے پروگرام کا علم نہیں تھا۔ سب اپنی دھن میں مگن تھے لیکن کاتب تقدیر نے تینوں فریقوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔''

''مجھے جوں ہی اپنے آدمیوں سے اطلاع ملی۔ میں تمہاری طرف دوڑا چلا آیا۔ یہ میرے لیے دہری خوشی کا موقع ہے۔ تم بچ گئے اور ہم نے راک کے مطلوب دہشت گرد کو مار کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ ریلوے اسٹیشن کی چھت سے ملنے والی رائفل پر پائے جانے والے فنگر پرنٹس محفوظ کر لیے گئے تھے۔ ان سے تصدیق ہو جائے گی کہ وہی آئی پی موٹر کیڈ پر الفا نے حملہ کیا تھا۔''

''تم رائفلوں کی مشابہت کو بھول رہے ہو۔ الفا کے پاس آج بھی اس امریکی ساخت کی رائفل تھی جو پچھلے قاتلانہ حملے میں استعمال کی گئی تھی۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''وہ مر چکا ہے اگر، لیکن اب یہ رسمی باتیں ہیں۔ زندہ ہاتھ آتا تو اس کا جرم ثابت کرنے کے لیے ان سب چیزوں کی اہمیت ہوتی۔ یہ بتاؤ کہ اچانک ٹام سے ملنے کا پروگرام کیسے بن گیا؟'' جلال نے وہ سوال مجھ سے کیا تھا۔

''ملاقات طے نہ ہوتی تو آج اتنی بڑی کامیابی نصیب نہ ہوتی۔ الفا آزادی سے شہر میں دندناتا رہتا۔'' میرے بجائے ویرا نے جواب دیا ''یہ ڈینی کی ذہنی اپج تھی، جہانگیر کے اغوا کی کوفت دور کرنے کے لیے یہ کسی مشغلے کی تلاش میں تھا کہ اسے ٹام کا خیال آ گیا۔ ڈینی نے میرے سامنے فون کر کے اسے پانچ بجے کا وقت دیا اور وہ کچھ پس و پیش کے بعد ملنے پر رضا مند ہو گیا۔''

جلال بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے میرے دونوں بازو تھام کر مجھے صوفے سے اٹھایا اور والہانہ انداز میں اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

''آج مجھے یقین آ گیا کہ تم مقدر کے دھنی ہو۔'' وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ''اندھیرے میں تیر چلاتے ہو تو وہ بھی نشانے پر لگتا ہے شاید تمہارا وجدان تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔''

''مجھے ایک خلش ہے کہ ٹام صاف بچ کر نکل گیا۔ اس موقع پر اسے بھی رنگے ہاتھوں پکڑا جانا چاہیے تھا۔'' ویرا نے مجھے دل کی بات جلال سے کہہ دی۔

''وہ پکڑا جاتا تو اس کے لیے جواب دہی خاص مشکل ہو جاتی لیکن ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ مجھے زیادہ تفصیل کا علم نہیں ہے۔ وہاں جاؤں گا تو بات پتا چلے گی۔ میرا خیال ہے کہ اسے دو وجوہ کی بنا پر نہیں روکا گیا ہوگا۔ میری ہدایت ہے کہ جرم کے ارتکاب کے بغیر غیر ملکیوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ یہ ملک کی نیک نامی کے لیے ضروری ہے۔ ٹام نے اپنی روانگی تک کوئی جرم نہیں کیا تھا میرے آدمی نے اسے نہیں روکا۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کو ہر وقت ایک دوسرے سے رابطے کا موقع نہ ملا ہو۔ وہ کوئی پیغام دینے کی کوشش کرتے تو ان کی آوازیں سن کر دشمن چونک سکتے تھے۔''

''جب اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے تو اس کو روکنا بھی بے سود ہوتا۔'' ویرا نے مایوسی سے کہا ''بات تو جب بنتی کہ اس کی کچھ درگت بنائی جاتی۔''

''یہ کہہ سکتی ہو۔ تم کو اندازہ نہیں ہے کہ ایک بلائنڈ واردات کے ارتکاب کے چوبیس گھنٹوں میں الفا کو ٹھکانے لگا کر ہم نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ مجھے ٹام کے نکل جانے کا کوئی ملال نہیں ہے۔ تم یہ دیکھو کہ انسانوں کے سمندر میں گم ہو جانے والے راک کے دونوں ایجنٹ کتنی سرعت سے اپنے کیفر کردار کو پہنچے ہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ہم الفا کو اتنی تیزی اور آسانی سے ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

جلال پوری تفصیلات جان لینے کے بعد خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا اور کامیابی کا سارا کریڈٹ مجھے دے رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے اپنے آدمیوں کا ٹام کے پیچھے نہ لگایا ہوتا تو میری مہم جوئی کا نتیجہ بہت ہولناک ہو سکتا تھا۔ وہ کوئی باقاعدہ مہم تھی نہ الفا کو گھیرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ ایک قابلِ

Downloaded from https://paksociety.com

رشکِ اتفاق تھا کہ دشمن آئی بی کے آدمیوں کی نظروں میں آ گیا تھا۔ صحیح وقت پر طاقتور مہرے مناسب ترین مقامات پر موجود تھے۔ جلال وہ خبر سنتے ہی ہماری طرف دوڑا چلا آیا تھا۔ اس کے آدمی الفا کی لاش کے ساتھ نیشنل اسٹیڈیم کے قریب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ قریبی پولیس چوکی سے ایک پارٹی جائے واردات پر پہنچ چکی تھی۔ اگر جلال کو وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوتی تو رسمی کارروائیوں کے ضمن میں گڑبڑ ہونے کے امکانات تھے۔

وہ جہانگیر کی بازیابی کے لیے اپنی بہترین امیدوں کا اظہار کرتا ہوا اسٹیڈیم کی طرف روانہ ہو گیا۔

ویرا نے اس طرف کا ایک چکر لگانے کا خیال ظاہر کیا تو جلال نے اسے سختی سے منع کر دیا۔ اس کی رائے میں ہم میں سے کسی کا وہاں پایا جانا مناسب نہیں تھا۔

اسے یقین تھا کہ ٹام کو واپسی پر الفا کو اپنے ساتھ لے جانا تھا لیکن اس کی گاڑی حرکت میں آتے ہی امریکی رائفل کے برسٹ کے بجائے فضا میں اکلوتے فائر اور الفا کی ہولناک چیخ کی آوازیں گونجنے کے سبب اسے گڑبڑ کا احساس ہو گیا اور وہ رکے بغیر اس علاقے سے نکلتا چلا گیا۔ حالات و واقعات کے پیشِ نظر یہ خدشہ باقی تھا کہ کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ دوبارہ وہاں لوٹ کر اصل صورت احوال جاننے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ویرا کو وہاں منڈلاتا ہوا دیکھ لیتا تو اس کے لیے نئی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔

''خدا خدا کر کے ناکامیوں کا حصار ٹوٹا ہے۔'' جلال کے چلے جانے کے بعد غزالہ نے تشکر آمیز لہجے میں کہا ''اب جہانگیر کے بارے میں بھی کوئی اچھی خبر آ جائے تو اس خوشی کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ میں نے جلال کو پہلی بار اتنا خوش دیکھا ہے۔''

''اس قسم کے واقعات میں لمبی تحقیقات چلتی ہیں۔ بہت سے مشتبہ افراد پکڑے اور پھر چھوڑے جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد فائلیں سرد خانے کی زینت بن جاتی ہیں۔ اصل مجرم کبھی ہاتھ نہیں آتے۔'' میں نے کہا ''اس پس منظر میں آج کا واقعہ ناقابلِ فراموش ہے مجھے توقع نہیں تھی کہ الفا اتنی آسانی سے چوہے دان میں پھنس جائے گا۔''

''یہ برا ہوا کہ ٹام سے تمہارا رابطہ ختم ہو گیا'' ویرا سگریٹ سلگاتے ہوئے بولی ''اب ہمیں ان کے عزائم کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔''

''وہ کاٹھ کی ہانڈی تھی جو بہت دیر تک چڑھی رہی۔'' میں نے جواب دیا ''یہ قصہ بہت پہلے ختم ہو جانا چاہئے تھا لیکن بک اور گیری کی حماقتوں کی وجہ سے چلتا رہا۔''

''اب بھی ٹام کو یہ شبہ نہیں ہوا تھا کہ تم کرنل داور نہیں ہو!'' سلطان شاہ نے مجھ سے تصدیق چاہی۔

''وہ آخر تک اس فریب سے نہیں نکل سکا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''ان کے بارے میں بہت زیادہ جاننے کی کیا ضرورت ہے۔'' غزالہ ویرا سے مخاطب ہو کر بولی۔ ''یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ وہ تمہاری اور ان کی تلاش میں ہیں۔ اسی کے ساتھ یہاں افراتفری پھیلانے کے چکر میں لگے رہتے ہیں۔''

ان کی.... حرکتوں کو ان چند فقروں میں نہیں سمیٹا جا سکتا۔'' ویرا نے اعتراض کیا ''جوڑ توڑ ذہنی لڑائی اور سازشوں کا ایک باب بند ہو گیا۔ جب تک ان سے رابطہ برقرار تھا ہمیں کچھ نہ کچھ کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔''

''کامیابیاں مل رہی تھیں انہیں نقصان بھی پہنچ رہا تھا غور کرو تو وہ عارضی اور وقتی فائدے تھے۔ کرنل داور انہیں روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔'' میں نے کہا۔

''اب تم زیادہ انکسار سے کام نہ لو۔'' ویرا تیزی سے بولی ''آج کا واقعہ لے لو۔ ٹام سے تمہارا رابطہ نہ ہوتا تو تم اس سے ملاقات کا وقت طے نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ وہ تمہیں اسپیشل ٹاسک فورس کا ایک افسر سمجھنے کے باوجود تم پر بڑی حد تک اعتماد کرتے تھے۔ اعتماد کا وہ رشتہ اب ٹوٹ چکا ہے۔''

''رابطے کے لیے ڈینی کے پاس اب بھی ٹام کے نمبر موجود ہیں۔ ان پر اس سے ہر وقت رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔'' سلطان شاہ نے کہا۔

''تم نے میرے آخری جملے پر دھیان نہیں دیا۔'' ویرا ہلکے سے غصے سے بولی ''سب کچھ ہے مگر ان کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ اب شاید وہ کرنل داور سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔''

''بات ہو گی۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا ''لیکن وہ دل کی بات نہیں کرے گا۔''

''میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔ ابھی تو وہ اس چکر میں ہو گا کہ اسٹیڈیم میں اچانک کیا ہو گیا۔ یہ معاملہ آسانی سے اس کی سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔''

''ہو سکتا ہے کہ وہ تفصیل کریدنے کے لیے آپ کو فون کر لے۔'' غزالہ بولی۔

''یہ ناممکن ہے۔ اس کی آخری گفتگو نفرت اور غصے سے بھرپور تھی۔ وہ بھول کر بھی مجھ سے رابطہ کرنے میں پہل نہیں کرے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''سوبھراج کو برا کے روپ میں ان لوگوں کا بہت مددگار تھا۔'' ویرا کو یکا یک ایک نئی بات یاد آ گئی وہ کہہ رہی تھی ''انہیں سامنے آنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ زبان ہلاتے تھے اور وہ مقامی لوگوں کی مدد سے کام کروالیتا تھا۔ اب ان کے پاس فیلڈ فورس کا قحط تھا۔ یہ انتہا ہے کہ آج راکے ایک ایجنٹ کو وہ براہ راست میدان میں لے آئے اور اس سے ہاتھ دھو بیٹھے، نفری کا یہ بحران انہیں مفلوج کر کے رکھ لے گا۔''

''ان کے بارے میں سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو۔'' سلطان شاہ بولا ''اچھا ہوا کہ ڈینی کو ان کے چکروں سے نجات مل گئی۔ یہ سوچو کہ اب جہانگیر کے لیے کیا کرنا ہے۔''

''اس کا بھی کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔'' غزالہ نے پرامید لہجے میں کہا ''ہمیں صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے۔ اول خان کی طرف سے جلد ہی کوئی اچھی خبر آئے گی۔''

اسی وقت سلمٰی مضمحل انداز میں وہاں آ گئی۔ وہ اپنے کمرنے سے ہاتھ منہ دھو کر آئی تھی اور قدرے بشاش لگ رہی تھی۔ خواب آور دواؤں کے زیر اثر زیادہ سونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے پپوٹے کچھ سوجے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

''یہ گولیاں بہت تیز ہیں۔ اس وقت بھی میرا دماغ بوجھل ہو رہا ہے۔'' اس نے ہمارے درمیان بیٹھتے ہوئے غزالہ سے شکایت کی پھر میری طرف متوجہ ہو گئی۔ ''اس آدمی کا کچھ پتا چلا؟''

''وہ ایک روپوش ملزم ہے۔ اس کا سراغ آسانی سے نہیں مل سکے گا۔'' میں نے معذرت خواہانہ انداز میں بتایا ''اول خان نے اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش پر مامور کیا ہوا ہے۔''

''پولیس والے بھی اسے تلاش کر رہے ہوں گے!'' اس نے جاننا چاہا اس کی دھیمی آواز میں عجیب سا کرب پنہاں تھا۔

''انہیں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔'' میں نے سر جھکا کر جھوٹ بولا۔ میں سلمٰی کی اس امید کی تردید کرنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔

میرے جواب پر ویرا نے چونک کر میری طرف دیکھا مگر بات سمجھ کر نظریں جھکا لیں۔ پولیس والوں کے طریقہ کار اور اس کے بارے میں میرے تحفظات پر پہلے ہی تفصیلی بات ہو چکی تھی۔ سلمٰی کی پریشان خیالی کی وجہ سے وہ نکات اس کے ذہن سے نکل گئے تھے اس لیے میں نے نئے سرے سے پوری بات دہرانے کے بجائے اس کی ہاں میں ہاں ملانی ضروری سمجھی تھی۔

اس شکستہ دل عورت کے لیے اس کا شوہر ہی سب کچھ تھا۔ سسرال نام کو بھی موجود نہیں تھی۔ میکے والے لاہور میں تھے۔ جہانگیر کے اغوا کے بعد وہ بالکل تنہا ہو کر ہم لوگوں کے رحم و کرم پر رہ گئی تھی۔ میں اس کی موہوم سی امید پر بھی پانی نہیں پھیر سکتا تھا۔

''پتا نہیں وہ کس حال میں ہوں گے۔'' سلمٰی بھرائی ہوئی آواز میں بولی ''مجھے رہ رہ کر ان کا خیال آ رہا ہے۔ وہ میرے بغیر پانی کا ایک گلاس بھی نہیں پی سکتے تھے۔ اب ان ظالموں کے رحم و کرم پر بھوکے پیاسے پڑے ہوئے ہوں گے۔''

''اس کے بارے میں اتنا نہ سوچو۔'' میں نے غزالہ کو چائے لانے کی ہدایت دینے کے بعد کہا ''وہ بہت مضبوط اور بہادر آدمی ہے۔ میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ بہت تیزی کے ساتھ حالات سے سمجھوتا کرنا جانتا ہے۔ وہ یہ کٹھن وقت آسانی سے گزار لے گا۔''

سلمٰی کو دوسرے واقعات کا علم نہیں تھا۔ اسے ہماری سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں نے بھی اسے کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ویسے بھی اس کی آمد کے بعد جہانگیر کی ذات کے سوا ہمارے درمیان کوئی مشترک موضوع نہیں رہا تھا۔ اس بارے میں بات کرتے ہوئے سلمٰی کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ اس لیے سب نے خاموش رہنا بہتر سمجھا اور اسی خاموش فکرمندی کے عالم میں چائے کا دور شروع ہو گیا۔

ہر طرف سے فرصت اور فراغت میسر آنے کے بعد ذہن اول خان کی طرف مبذول ہو گیا۔ وہ پولیس ریکارڈ سے حاصل کی ہوئی تصویر کی شناخت کے بعد صبح سے ایسا گیا تھا کہ اس نے پلٹ کر اپنے بارے میں کوئی خبر نہیں دی تھی۔

مجھے احساس تھا کہ ایس ٹی ایف کے طویل تعطل کے بعد سرگرمیاں بحال ہونے سے اول خان کی مصروفیت میں اضافہ ہو گیا تھا لیکن وہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سب لوگ جہانگیر کے بارے میں فکرمند تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی سلامتی کے بارے میں میری تشویش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اگر اول خان کچھ وقت نکال کر صرف فون ہی کر لیتا تو میری اور سلمٰی کی پریشانی میں خاصی کمی آ سکتی تھی۔

چائے ختم کرنے کے بعد میں نے موبائل فون پر اس سے رابطہ کرنا چاہا تو اس کا فون بند تھا۔ اسٹیشن فور کا نمبر ملایا تو پتا چلا کہ وہ صبح سے وہاں نہیں پہنچا تھا۔ میری تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ اس کی کوئی اطلاع نہ ملنے پر دوسرے بھی فکرمند نظر آنے لگے تھے۔

میرے لیے زیادہ دیر تک سلمٰی کے ساتھ بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔ جب بھی اس سے نگاہیں چار ہو رہی تھیں میں اندر سے خود کو اس کا مجرم محسوس کر رہا تھا۔ اسے چپ لگی ہوئی تھی مگر اس کی نگاہوں میں ایک ہی سوال بسا ہوا تھا جس کا میرے پاس کوئی

Downloaded from https://paksociety.com

جواب نہیں تھا۔

میں خاموشی سے ڈرائنگ روم سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آخر رات کے آٹھ بجے اول خان کا فون گیا۔ اس نے سلام دعا کرتے ہی یہ خوش خبری سنائی کہ آخر کار رشید عرف شیدے کا سراغ مل گیا تھا۔

''کیا صبح سے تم اسی کی تلاش میں مصروف تھے!'' وہ اچھی خبر سن لینے کے بعد اس کی طویل غیر حاضری کے بارے میں سوال کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

''یہ کام میں نے اپنے آدمیوں کو سونپ دیا تھا۔ وہ بہت عرق ریزی کے بعد اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میں صبح سے میٹنگز میں الجھا ہوا تھا۔ وہ آئی پی قافلے پر ہونے والے حملے کے سلسلے میں ہر طرف سے سخت دباؤ آیا ہوا ہے۔''

''کیا جلال اسی واقعے کے بارے میں الگ رہ کر کام کر رہا ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا کیونکہ جلال نے اول خان سے اپنی کسی ملاقات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ جب کہ وہ بھی دن بھر اجلاسوں وغیرہ میں الجھا رہا تھا۔

''اس سے ایک جگہ ملاقات ہوئی تھی۔ اسی پر سب سے زیادہ دباؤ ہے۔ بے چارے کو اسلام آباد سے یہاں طلب کر لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اسی نے خطرے کی نشان دہی کی تھی اس لیے ہر شخص اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔''

''اب سے کچھ دیر پہلے اس کہانی کا اختتام ہو چکا ہے۔'' میں نے اسے اطلاع دی'' کچھ دیر پہلے آئی بی والوں نے الفا کو مار لیا ہے۔''

میں نے دانستہ وہ خبر اسے سنائی تھی تاکہ وہ یکسو ہو کر مجھ سے رشید کے معاملے پر بات کر سکے۔ اس کے لیے وہ خبر ناقابل یقین ثابت ہوئی تھی۔

وہ فون پر ہی سب کچھ جاننا چاہ رہا تھا مگر میں نے وہ بات وہیں ختم کرتے ہوئے اسے بتایا کہ وہ قصہ طویل تھا۔ وہ آئے گا تو اسے سب کچھ بتا دیا جائے گا۔

وہ عقل مند تھا۔ میرا اشارہ سمجھ گیا اور رشید کے بارے میں بتانے لگا'' وہ فش ہاربر کے علاقے میں ایک فشری میں کام کر رہا ہے اور دن رات وہیں رہتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ وہ قاسم فشریز والوں کی ناک کا بال بنا ہوا ہے۔''

فشریز کا ذکر آتے ہی میرا ذہن جلال کی کہانی کی طرف مبذول ہو گیا۔ اس کی اطلاعات کے مطابق سوبھراج کے تین دھندوں میں ایک فشری بھی شامل تھی۔

''تم نے قاسم فشریز کی نگرانی شروع کرا دی ہوگی۔'' میں نے دبے دبے جوش کے ساتھ پوچھا۔

''نگرانی ہو رہی ہے مگر اس میں کچھ مشکلات کا سامنا ہے۔ کچھ لوگ پہلے سے اس کارخانے کے گرد منڈلا رہے ہیں۔ میرے آدمیوں کو ان سے بچ کر اپنا کام کرنا پڑ رہا ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہی لوگوں کے کارندے ہوں اور باہر سے کارخانے کی حفاظت کر رہے ہوں۔'' میں نے خیال ظاہر کیا'' رشید کی موجودگی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہاں کوئی نہ کوئی غیر قانونی دھندا ابھی چل رہا ہے جس کے تحفظ کے لیے وہ کوئی بھی چکر چلا سکتے ہیں۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' اس نے پورے اعتماد سے میری تائید کی'' وہ لوگ مشتبہ ہیں۔ میرے آدمیوں کی طرح وہ بھی کارخانے والوں سے چھپ کر کام کر رہے ہیں۔''

''اب تمہاری کیا مصروفیت ہے..... تم کب تک فارغ ہو رہے ہو؟'' میں نے تیزی سے سوال کیا

''اگر الفا مارا جا چکا ہے تو یہ خبر پھیلتے ہی دباؤ ختم ہو جائے گا۔ میں تھوڑی دیر میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

''خبر مصدقہ ہے۔ میں خود اس واقعے کا ایک کردار تھا۔'' میں نے اسے یقین دلایا'' جلال اس وقت نیشنل اسٹیڈیم کی پارکنگ سے اس کی لاش اٹھوا رہا ہوگا۔ تم اپنے طور پر اس خبر کی تصدیق کرو اور جلد از جلد یہاں آ جاؤ۔''

میری ہیجانی آواز سے اس نے ایمرجنسی کا اندازہ لگا لیا۔ اس وقت فون پر مزید کسی سوال جواب کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے فون بند کر دیا۔

اگر قاسم فشریز کے گرد منڈلانے والے مشتبہ آدمی مجرموں کے ساتھی نہیں تھے تو پھر وہ آئی بی کے اہل کار ہی ہو سکتے تھے۔ جلال بتا چکا تھا کہ اس نے فوری طور پر سوبھراج کے تینوں کاروباری اداروں کے خلاف کریک ڈاؤن کا فیصلہ کر لیا تھا جن میں سے ایک مچھلیوں وغیرہ کی برآمد میں مصروف تھا لیکن مجھے اس ادارے کا نام معلوم نہیں تھا۔

اگر قاسم فشریز کا نام جلال کی فہرست میں شامل تھا تو اس سے میرا فوری رابطہ ناگزیر ہو گیا تھا۔ آئی بی والوں کو قاسم فشریز کے خلاف کارروائی سے روکنا ضروری تھا تاکہ میں اول خان کے تعاون سے محتاط اور بھرپور کارروائی کر کے جہانگیر کو ان کے چنگل سے نکال سکوں۔ آئی بی والے جہانگیر کے پورے قصے سے بے خبر تھے۔ ان کی ذرا سی بے احتیاطی کے نتیجے میں جہانگیر کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شمی کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو میرے روپ کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں جرس کا جہان پیدا کرکے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کردیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شمی کے سربراہ جمی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھ شمی سے بغاوت پر مجبور کردیا جس پر جمی لائیڈ میرے ہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔ میرا گلیا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کررہا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیل ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جمی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کے ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوٹائی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئرک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شمی کے بے اندازہ مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسانرز نامی میسونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئرک بیل اس ٹٹلے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی اہم شخصیات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسانرز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے گیپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے ریش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسگر عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈ نیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کررہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہبھراج تھا۔ ویرا نے کافی تیاریوں کے ساتھ سوہبھراج کا انٹرویو لینے اس کے گھر پہنچ گئی جہاں وہ اس کے لیے جال بچھائے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے طے شدہ وقت کے مطابق سوہبھراج کو نون کیا تو اس نے مخلتفات کے ساتھ مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے بتایا کہ ویرا اس کی قید میں تھی۔ اب ہمارے لیے ویرا کی رہائی سب سے اہم تھی۔ ویرا اور ہمارے ستاروں نے یاوری کی اور ویرا ہماری مدد کے باعث سوہبھراج کی قید سے آزاد ہوگئی۔ اس کے بعد سوہبھراج نے ملک سے راہ فرار اختیار کرلی۔ میں نے دہری چال چلنے کا فیصلہ کیا اور کرنل داور کے روپ میں تک ہارڈ سے بات کرکے اپنی قیمت سوہبھراج کی صورت میں طلب کرلی۔ میری اس خواہش پر تک ہارڈ کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ میں نے اسے اکسایا کہ ڈیل کی حاصل کرنے کے لیے وہ قیمت بہت کم تھی۔ اس نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اسی اثنا میں اول خان کو سوہبھراج سے دور رہنے کا حکم مل گیا کیونکہ اس سے ایس ٹی ایف کے خلاف باقاعدہ دشکایت ریکارڈ کروادی تھی۔ میں اس شکایت کے ازالے کے سلسلے میں راج محل پہنچ گیا۔ میری ملاقات سوہبھراج کے سیکریٹری سہیل سے ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہی اڑجن کا قاتل ہوسکتا تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کرلیا تھا۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ کام سہیل کے ذریعے سوہبھراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف میں امریکیوں کو مسلسل سوہبھراج کے خلاف اکساتا رہا۔ سوہبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل نہیں اور اس کا ہانکا شروع ہوگیا تھا۔ اسی وقت تک نے کرنل داور سے ملنے کی خواہش کی وہ میرے اس روپ میں مجھے اپنے ایک آفیسر سے ملوانا چاہتا تھا۔ میں مکمل تیاری کے ہمراہ ہوٹل بیسن پہنچ گیا۔ ہمارے درمیان قدرے خوشگوار فضا میں گفتگو جاری تھی کہ اچانک تک کے افسر نے اپنا ریوالور میری پشت سے لگا دیا۔ اس کی وہ حرکت قطعاً غیر متوقع تھی تاہم اسی وقت ایس ٹی ایف کے جوانوں نے اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اسے پسپائی پر مجبور کردیا۔ تک کے بقول اس کا افسر ڈیوٹی کے معاملے پر حتمی گفتگو کرنے آیا تھا۔ ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس بے معنی ملاقات کے پس پردہ یقیناً کچھ اور مقاصد پوشیدہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ میں نے اپنی جیب میں اس کی رکھی ہوئی چیپ برآمد کرلی اب اس ملاقات کا مقصد میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ دوسرے دن تک نے مجھے بلوا کر بل گن میرے سپرد کردی اس کا خیال تھا کہ پیڈی کو قابو میں کرنے کے لیے نہایت اہم تھی۔ اس دوران سوہبھراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر دوسرا حملہ ضرور کروائے گا۔ اسی دوران تک نے کرنل داور سے رابطہ کیا اور ڈیل کی خواہش کا مطالبہ کرنے لگا۔ سوہبھراج پر دوسرے قاتلانہ حملے کی ناکامی پر وہ جھنجلایا ہوا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کرنل داور اور ڈیوڈ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس کی یہ سوچ اضطراری تھی جس پر بعد میں اس نے خود معذرت کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک بار پھر سوہبھراج پر حملہ کرایا تھا مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ جلال کو سوہبھراج کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہوگیا تھا۔ میں نے سوہبھراج کے سیکریٹری سہیل کی خوبرو بیوی کے ساتھ ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوہبھراج کو سہیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کرچکا تھا مگر سوہبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کرلی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہوچکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے خلاف کارروائیوں کا مرکزی کردار تک کی ذات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شہر میں امن وامان کے مسائل بھی کھڑے کرنے چاہ رہا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اسی وقت امریکیوں نے سوہبھراج کی تلاش کے لیے معاونت کی پیش کش کی۔ جلال اس پیش کش سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں امریکیوں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کروں اور اس پیش کش کو مسترد کردوں۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے کسی زخمی شیر کی کچھار میں بھیجا جارہا ہو مگر میں اسے منع بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے جلال کے ہمراہ اس اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تک بھی موجود تھا۔ اسی نے انکشاف کیا کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سوہبھراج نے تک کو ٹھکانے لگوانے کے اپنے ارادے پر عمل شروع کردیا تھا۔ اجلاس حسب توقع ناکام ثابت ہوا۔ واپسی پر اول خان نے بتایا کہ ایس ٹی ایف کے جوانوں نے تک پر گولی چلانے والے کو گرفتار کرلیا تھا۔ یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس مجرم سے ملاقات کی اور تفتیش کے دوران اس نے انہائم شیرول بتایا اس کے مطابق وہ کسی کو نہیں جانتا تھا اسے ٹیلی فون پر ہدایات ملتی تھیں۔ میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے آزاد کروادیا جس پر اس نے فلیٹ میں مارا گیا جب کہ اس کا ساتھی شام زخمی ہوگیا۔ اسی دوران سوہبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہوئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوہبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سہیلی اور جہانگیر کی

Downloaded From https://paksociety.com

ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اب سوبھراج کے فمارے کی ہوا نکل چکی تھی دوسری طرف تک کی موت کو ڈبئی کے کھاتے میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ بات سوبھراج کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ وہ دشمن باہم برسرِ پیکار تھے اور ہم لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران امریکی قونصلیٹ کے گیری نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا اور اس کے بعد سلطان شاہ نے اطلاع دی کہ ایک مشتبہ کار میں دو امریکی ہمارے گھر کے اطراف میں منڈلا رہے ہیں۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ گیری نے مجھ سے ملاقات کے دوران میں کار میں کوئی چپ چھوڑ دیا ہوگا اور اب وہ کنٹرول کرتا ہوا کا پتا لگانا ڈھونڈتے ہوئے ان اطراف میں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے۔ میں کار سمیت گھر سے نکل گیا اور ذرا سی تلاش کے بعد ایک چپ مجھ مل گیا۔ سلطان شاہ کی تجویز کے مطابق مال گاڑی کے ڈبے میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے گیری سے دوٹوک بات کی اور وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ اسی دوران میں ویرا نے شیر دل کی پیوند سے ملاقات کی تھالی اور اس سے ملنے چل دی۔ سلطان شاہ نے اس علاقے سے اس کا پتا معلوم کیا اور ویرا اس کے گھر پہنچ گئی۔ یہ ملاقات خاصی سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ وہاں ایک ٹیلی فون ریسیور مل گیا جو ایک سرکاری افسر کا تھا۔ ہم اس سرکاری نمبر اور سوبھراج کے درمیان تعلق پر سوچ بچار میں مصروف تھے کہ مجھے سنیل کی خوبرو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ میں اسے آپریشن فورسز لے جانا چاہتا تھا مگر وہاں سے بتایا گیا کہ ایس پی ایف کی تمام ہر گر میاں معطل کر دی گئی ہیں۔ ناچار میں نے صدف مینشن کا رخ کیا جہاں آئی بی کے اہلکاروں کے ساتھ سنیل سے گفتگو کی گئی۔ اس سے سوبھراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مارا مگر سوبھراج اپنی ٹھاٹ کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس پی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران انٹیلی فورسز کی مدد میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوبھراج نے بتایا کہ را کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ چیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ ان کے علاوہ سوبھراج نے مجھے پیش کش کی کہ اگر میں گیری ہارٹ کو شکار کر سکوں تو وہ مجھے پانچ لاکھ روپے کا انعام دے گا۔ اس کے مطابق وہ فرنچ چیچ پاس سے ملنے آ رہا تھا مجھے محسوس ہوا کہ وہاں گیری ہارٹ کو سبق سکھایا جا سکتا ہے۔ اس مہم پر میں اور سلطان شاہ گئے اور جب وہ فرنچ چیچ سے واپس لوٹ رہا تھا ہم نے اس کی خاصی مرمت کر ڈالی۔ اس معرکے میں اس کا ڈرائیور کام آ گیا اور خود گیری ہارٹ شدید زخمی ہوا۔ اس کے بعد گیری ہارٹ کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ زخمی حالت میں عمان کی طرف عازم پرواز تھا کہ اس کا جہاز بحیرہ عرب میں گر کر تباہ ہو گیا۔ اب ہماری تمام تر توجہ بھارت سے آنے والے دونوں ایجنٹوں پر مرکوز تھی۔ سوبھراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی انٹیلی گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے میں پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جاں گسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوبھراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوبھراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ڈبئی کا ہرکارہ بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تاہم راستے میں شاید اسے کچھ عقل آ گئی اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران را کے دوسرے ایجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اکیلا ہونے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن رائفل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ را کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کر لی تھی۔ دوسری طرف چترا معلوم افراد جہانگیر کواس کے گھر سے اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سیدھا خیال تھا کہ یہ مذموم حرکت سوبھراج نے کرائی ہوگی۔ اسی دوران نام نے مجھ سے رابطہ کیا اور میں نے اسے امریکی رائفل کے حوالے سے کھری کھری سنا دیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے پر اسرار انداز میں بلایا اور دوران ملاقات مجھے بتایا کہ اس کے ایک ایجنٹ نے مجھے شناخت کر لیا تھا۔ وہ ایجنٹ الفانا جو مجھے مارنے کے لیے رائفل سے لیس اپنی کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا۔ میں تن بہ تقدیر اس کی گاڑی سے اتر آیا جب ہی ایک فائر ہوا اور الفا آئی بی والوں کا نشانہ بن گیا۔ اسی وقت اول خان نے بتایا کہ جہانگیر کے اغوا میں ملوث بدمعاش کا سراغ مل گیا تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں جلال کے آدمی بھی منڈلا رہے تھے یہ ایک خطرناک صورت حال تھی۔

اب آپ قسط نمبر 239 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

مسئلہ بہت سنگین اور فوری اہمیت کا حامل تھا۔ جلال مجھے پہلے ہی اپنے عزائم سے آگاہ کر چکا تھا۔ اگر نیشنل اسٹیڈیم کے فریب الفا کی ہلاکت کا سنسنی خیز واقعہ رونما نہ ہوا ہوتا تو شاید اس کی پوری توجہ ان مشکوک کاروباری اداروں پر مرکوز رہتی جو اس کی معلومات کے مطابق سوبھراج کے کالے دھن سے چل رہے تھے۔ ان اداروں کو چلانے والے دوسرے لوگ تھے لیکن ان کے پیچھے سوبھراج کا ذہن اور سرمایہ کام کر رہا تھا۔

جلال واقعی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس کی فہرست میں ایک ریکروٹنگ ایجنسی اور دوسری کلیئرنگ اینڈ فارورڈنگ فرم کے ساتھ ایک فشری کا نام بھی شامل تھا۔ مجھے اس فشری کا نام معلوم نہیں ہو سکا تھا لیکن اول خان سے بات ہونے کے بعد اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ قاسم فشریز ہی ہو سکتی تھی۔

جلال نے سوبھراج کی آمدنی کے وسائل پر کام کرتے ہوئے قاسم فشریز تک رسائی حاصل کی تھی۔ اول خان کے آدمی رشید عرف شیدے کا کھوج لگاتے ہوئے وہاں پہنچے تھے۔ آثار یہ بتا رہے تھے کہ وہ دونوں ٹیمیں پوری رازداری کے ساتھ اپنے اپنے طور پر قاسم فشریز پر دھاوا بولنے کی تیاری کر رہی تھیں۔ اگر فوری طور پر ان دونوں میں سے ایک فریق کو نہ روکا جاتا تو غالب امکان یہ نظر آ رہا تھا کہ دشمن پر چڑھائی کرتے ہوئے وہ دونوں حلیف پوری شدت سے آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔

آئی بی اور ایس ٹی ایف، دونوں بہت مضبوط ادارے تھے۔ ان کے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ملک بلکہ کراچی میں پیش آنے والے تازہ ترین واقعات کے پیشِ نظر وہ سب پورے جوش و خروش کے ساتھ پیش قدمی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اگر وہ قاسم فشریز پر شب خون مارنے کے چکر میں پوری قوت کے ساتھ آپس میں ٹکرا جاتے تو اس کا سارا فائدہ ہمارے دشمنوں کو حاصل ہوتا۔ اگر جہانگیر اس وقت تک

Downloaded from https://paksociety.com

رشید ہی کی تحویل میں تھا تو اسے نا قابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

رشید عرف شیدا ہمارے لیے ایک کلیدی کردار تھا۔ سلمٰی نے کسی شک وشبے کے بغیر اس کی تصویر شناخت کی تھی۔ وہ جہانگیر کو اغوا کرنے والی دو نفری جماعت میں پیش پیش تھا۔ کیاڑی کے علاقے کا وہ بدنام ہسٹری شیٹر دو مرتبہ کا سزا یافتہ اور مفرور تھا۔ قانون کے محافظ اسے اپنی گرفت میں لینے میں ناکام تھے لیکن ایس ٹی ایف والوں نے سراغ لگالیا تھا کہ وہ سفاک عنڈ اسوبھراج کی قاسم فشریز میں ملازمت کررہا تھا۔

اگر جہانگیر کو قاسم فشریز میں قید نہیں کیا گیا تھا تب بھی رشید پر ہاتھ ڈال کر اس سے یہ معلوم کیا جاسکتا تھا کہ اس نے جہانگیر کو اغوا کرنے کے بعد کس کے حوالے کیا تھا۔

اس وقت جلال نیشنل اسٹیڈیم کے علاقے میں الفا کے چکر میں الجھا ہوا تھا۔ وہ بہت بڑا واقعہ تھا۔ ملک کے کسی مقتدر شخص کے خلاف بدترین دہشت گردی کرنے والے کو بہت کم وقت میں کیفر کردار تک پہنچادیا گیا تھا۔ اس کا سہرا جلال اور اس کے محکمے کے سر تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اعلیٰ ترین ریاستی افسران اور میڈیا کے جونک جیسے کارکنوں کے ہجوم میں وہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہوگا۔ ایسی صورت میں اس سے فون پر کوئی تفصیلی بات نہیں کی جاسکتی تھی۔

بہتر یہی تھا کہ میں خود وہاں جاکر اس سے مل لیتا۔ گھر سے نیشنل اسٹیڈیم کا فاصلہ مختصر ہونے کی وجہ سے وہ مرحلہ دشوار نہیں تھا۔

اس وقت میں اپنے کمرے میں اکیلا تھا کیونکہ غزالہ مسلسل سلمٰی کی دیکھ بھال اور دل جوئی میں لگی ہوئی تھی۔ جب سے سلمٰی ہمارے گھر آئی تھی، غزالہ پر ذمے داری کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔ میری تادیب کے باوجود ویرا نے سلمٰی کو زیادہ گھاس نہیں ڈالی تھی۔ میں نے اسے سلمٰی کے رویوں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا لیکن ویرا کی نسوانی چھٹی حس سلمٰی سے مطمئن نہیں تھی۔ اس کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ میرے بارے میں سلمٰی کے عزائم نیک نہیں تھے۔ جہانگیر کے اغوا ہوجانے کی وجہ سے وہ عاطفی طور پر ذہنی اور جذباتی صدموں سے مغلوب ہوگئی تھی۔ وہ مسئلہ حل ہوتے ہی سلمٰی مجھے رجھانے کی کوششیں شروع کردے گی۔ وہ ہر لمحے سلمٰی کا ناقدانہ جائزہ لے رہی تھی۔ ایسی صورت میں اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ سلمٰی سے ہمدردی کے دو بول بھی بول سکے گی۔

میں روانگی کے ارادے سے اپنے کمرے سے باہر نکلا تو صوفہ ویرا ڈرائنگ روم میں بیٹھی، ٹیلی وژن دیکھ رہی تھی۔

''کہاں جارہے ہو، کدھر کا خیال ہے؟'' مجھے دیکھتے ہی ویرا نے ہانک لگائی ''ابھی کس کا فون آیا ہوا تھا؟''

''جلال سے ملنے جارہا ہوں۔'' میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''اسے بتادینا کہ اس کے آدمیوں کے کارنامے کی خبر ٹیلی وژن پر آگئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ وی آئی پی پر ناکام قاتلانہ حملے کا مجرم ایک ایجنسی سے مقابلے میں مارا گیا۔'' اس نے اپنی جگہ چھوڑے بغیر ہلکے سے طنزیہ لہجے میں بتایا ''تمہارے یہاں یہ عجیب بات ہے کہ خبر کو خبر نہیں رہنے دیا جاتا، انا کا مسئلہ بنالیا جاتا ہے۔ بری خبروں کو سرے سے دبادیا جاتا ہے یا پھر گھنٹوں بعد مبہم الفاظ میں تھوڑا بہت بتادیا جاتا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آج کی اچھی خبر بہت تیزی سے ٹیلی وژن اسکرین کی زینت بنی ہے۔''

''مرنے والے کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟'' میں نے رک کر سوال کیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اس نے وقت گزاری کے دوران کام کی وہ خبر سن لی تھی۔

''فی الحال اسے ایک غیر ملکی دہشت گرد کا نام دیا گیا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی ''را کے ایجنٹوں کا یوں بے نام ونشان مرجانا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی آئی بی کے نشانچی نے الفا کی کھوپڑی اڑادی تھی۔ بغیر چہرے والی لاش کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔''

ویرا کی بات بڑی حد تک درست تھی۔ ٹام نے مجھے بتایا تھا کہ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے مسلح شخص نے اشارے سے بتادیا تھا کہ میں نے ہی اسے نیو خان ہوٹل میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ یوں مجھے پتا چل گیا کہ ٹام کا ساتھی صرف اور صرف الفا تھا۔ دوسری طرف جلال کے آدمیوں نے اسے ٹام کی گاڑی میں دیکھ کر پہچانا تھا۔ انہوں نے چارلی کے بتائے ہوئے حلیے کی بنا پر الفا کو شناخت کیا تھا۔ ان دونوں باتوں کا اظہار قطعی ضروری نہیں تھا۔ مرنے والے کا بے نام ونشان رہنا ہی سب سے بہتر تھا۔ ہمارے سوا صرف ٹام اس کی اصلیت پر روشنی ڈال سکتا تھا۔

الفا کی لاش کے ساتھ برآمد ہونے والی امریکی، ساختہ رائفل اور الفا کے فنگر پرنٹس یہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھے کہ ڈرگ روڈ، ریلوے اسٹیشن کی چھت پر سے وی وی آئی پی موٹر کیڈ پر اسی نے حملہ کیا تھا۔ وہ سب سامنے کی باتیں تھیں۔ آنے والا وقت انہیں آسانی سے ثابت کردیتا لیکن میری دانست میں ٹیلی وژن پر وہ باتیں بتا کر عجلت کا مظاہرہ کیا گیا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔شاید اس طرح شہریوں کو یہ تسلی دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ شہری انتظامیہ حساس اداروں کے تعاون سے دہشت گردوں کی سرکوبی کے لیے ہمہ تن تیار تھی۔

''مجھے اس بات کا قلق رہے گا کہ الفا میرے ہاتھوں اپنے انجام کو نہیں پہنچا۔'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''یہ تمہاری نفسیاتی گرہ ہے۔تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اس اہم ترین کامیابی میں کلیدی کردار تمہارا ہی ہے.....'' وہ بے پروایانہ لہجے میں بولی۔

وہ خاموش ہوگئی لیکن اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ میں نے اپنی مستفسرانہ نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کردیں۔

''اگر تم ٹام کو پانچ بجے نیشنل اسٹیڈیم کے پاس ملنے کا وقت نہ دیتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔'' وہ دوبارہ بولنے لگی ''وہ تمہاری وجہ سے الفا کو اپنے ساتھ لے کر اپنی کچھار سے نکلنے پر مجبور ہوا اور پھر وہ ہوگیا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ میں اب تک یہ نہیں سمجھ سکی کہ وہ الفا کو اپنے ساتھ کیوں لے کر آیا تھا۔ اگر تم کو مارنا تھا تو اس کے لیے الفا کی موجودگی ضروری نہیں تھی۔ یہ کام وہ خود زیادہ آسانی سے کرسکتا تھا۔''

''تم نے ہر نکتے پر غور نہیں کیا۔'' میں نے کہا ''وہ میری یعنی کرنل داور کی طرف سے شبہات میں مبتلا ہو چکا تھا اور اپنے اس تذبذب کو دور کرنا چاہتا تھا۔ جب الفا نے جھاڑیوں میں سے اشارہ کرکے اسے یہ بتایا کہ میں نے ہی اسے نیو خان ہوٹل میں ہراساں کیا تھا تو ٹام کا ذہن صاف ہوگیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ سوبھراج نے کرنل داور سے راکے دو ایجنٹوں کی مخبری کی ہوگی ورنہ شہر میں کوئی اور ان دونوں کی نقل وحرکت سے باخبر نہیں تھا۔ مجھے سوبھراج کا ساتھی تصور کرتے ہوئے اس نے اپنا آخری فیصلہ کرلیا۔''

''اب بات واضح ہوگئی۔تم اس کے نزدیک دہرے مجرم تھے۔ ایک طرف سوبھراج سے مل کر را والوں کی راہ میں روڑے اٹکا رہے تھے اور دوسری طرف ایف بی آئی والوں سے ملے ہوئے تھے اور ان کو ڈبل کراس کررہے تھے۔''

''بس یہی اس معرکہ آرائی کا نچوڑ تھا۔ٹام کو یہ جان کر بدترین جھٹکا لگا ہوگا کہ اس کا مشن ناکام ہوگیا۔ میں زندہ ہوں، الفا جہنم واصل ہو چکا ہے۔''

''ہاں! اس نے تو اپنی طرف سے تمہاری زندگی کا باب ہمیشہ کے لیے بند کردیا تھا۔ دیکھنا ہے کہ اب اس کا کیا ردِعمل ہوتا ہے۔وہ کسی نہ کسی وقت تم سے رابطہ کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

''دیکھا جائے گا۔'' میں نے بے پروائی سے کہا ''ابھی دوسرے مسائل اس کی ذات سے زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔''

''لیکن تم کہاں جارہے ہو؟ اس وقت جلال سے ملنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔'' میرے پیش قدمی کرتے ہی اس نے سوال کیا۔

''اول خان نے رشید کا سراغ لگالیا ہے۔'' میں نے دھیمی آواز میں اسے بتایا ''وہ ایک فشری میں کام کررہا ہے۔ ایس ٹی ایف والوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے کچھ لوگ چوری چھپے اس فشری کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں جلال سے بات کرنی ضروری ہے۔''

''جلال کے آدمیوں کو شیدے کی بھنک کیسے مل گئی؟'' ویرا نے حیرت سے پوچھا ''تم نے تو اس کی شناخت کا معاملہ پولیس والوں سے بھی چھپانے کا ارادہ کیا ہوا تھا!''

''یہ دوسرا چکر ہے۔ جلال نے تین ایسے اداروں کے خلاف کریک ڈاؤن کی تیاری کی ہوئی ہے جن کے مالک بظاہر دوسرے لوگ ہیں لیکن ان میں ساری سرمایہ کاری سوبھراج کی ہے وہ فشری بھی ان میں شامل ہے۔''

''حیران کن بات ہے۔'' ویرا اپنی بھویں چڑھا کر بولی

75 ممالک کے امیگریشن قوانین، معاشی اور معاشرتی حالات، سفارتخانوں کے ایڈریس اور حصول ویزا سے متعلق مکمل معلومات پر مبنی جامع کتاب

امیگریشن گائیڈ

قیمت مع ڈاک خرچ 250/-

خط، فون، ایس ایم ایس یا ای میل کے ذریعے آرڈر کرکے وی پی طلب فرمائیں

(مارکیٹ میں دستیاب نہیں)

براڈوے پبلشرز 11 ڈار پلازہ چونگی امرسدھو اکنانہ نشتر کالونی لاہور 0300-4158290

Bwmarkeeting@hotmail.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تم نام سے ملنے کے لیے گئے اور جلال کے آدمی پہلے سے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ نیشنل اسٹیڈیم میں سب یک جا ہو گئے۔ اب پھر وہی صورتِ حال بنتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اول خان جہانگیر کی وجہ سے شیدے کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جلال نے سوبھراج کے مالی مفادات پر کاری ضرب لگانے کا ارادہ کیا ہوا ہے اور دونوں ہی کی توجہ اس فشری پر مرکوز ہے۔''

''یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ مجرم مشترک ہوں تو ہر سمت سے کی جانے والی چھان بین ایک ہی راستے کی نشاندہی کرتی ہے۔ فی الحال اس بارے میں کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔''

ویرا کو وہ ہدایت دے کر میں آگے بڑھ گیا۔ میری توقع کے برعکس اس نے میرے ساتھ چلنے کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا اور میں اطمینان سے گھر سے نکل گیا۔

میں گھر سے نکل کر اسٹیڈیم کے قریب پہنچا تو مجھے اپنے اندازے کی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہاں دور تک پولیس اور رینجرز کی موبائلیں کھڑی ہوئی تھیں جن میں آئے ہوئے باوردی اہل کار ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔

میں نے مین روڈ سے جائے واردات کی طرف مڑنا چاہا تو مجھے سختی سے روک دیا گیا۔ متعدد سرکاری تنگموں کے باوردی اور سادہ پوش اہل کاروں نے جائے واردات کے قرب و جوار میں ایک وسیع علاقے کا سختی سے محاصرہ کیا ہوا تھا اور کسی غیر متعلقہ شخص کو ان حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ حد یہ تھی کہ متعدد اخبار نویس قلم اور کاغذ یا کیمرے سنبھالے اس حصار سے باہر سن گن لیتے پھر رہے تھے۔ ان کو بھی آگے جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ اندر سے خبر رسانی کا انحصار شاید سرکاری رپورٹروں تک محدود تھا۔

الفا کے قتل کا واقعہ پانچ اور ساڑھے پانچ کے درمیان پیش آیا تھا۔ تین گھنٹے گزر جانے کے باوجود وہاں ایک مہیب سماں بندھا ہوا تھا۔ پولیس گاڑیوں کی چھتوں پر لگی ہوئی گردشی روشنیاں دور دور تک بھیانک سائے پیدا کر رہی تھیں۔ اپنی رینگتی ہوئی گاڑی میں سے اس علاقے کا جائزہ لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ سرکاری عمال کے لیے الفا کی موت کا واقعہ کس قدر اہم تھا۔

آس پاس کی سڑکوں پر بیشتر سرکاری گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ رہی سہی کسر ٹریفک کی سست روی نے پوری کر دی تھی۔ ہر گزرنے والی گاڑی کے سوار رک کر یا رفتار کم کر کے وہاں رونما ہونے والے واقعے کے بارے میں کچھ نہ کچھ جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس بے ہنگم ٹریفک سے کشاں کشاں کچھ دور نکل کر میں نے اپنی گاڑی کنارے سے لگا کر انجن بند کیا اور اپنے موبائل پر جلال کا نمبر ملا لیا۔

تیسری گھنٹی پر اس کی طرف سے جواب ملا تو اس کی آواز پرسکون تھی۔

''میں آس پاس بھٹک رہا ہوں لیکن تم پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی!'' میں نے کسی تمہید کے بغیر اپنا مدعا بیان کر دیا۔

''سکیورٹی بہت سخت ہے۔ تمہارا اندر آنا ممکن نہیں ہے۔ اپنی لوکیشن بتاؤ، میں تمہارے پاس آ جاتا ہوں۔'' اس نے میری آمد کے مدعا کے بارے میں کوئی سوال کیے بغیر کہا۔

''باہر خوف و ہراس اور تشویش کا عجیب سماں ہے۔ تم اپنی آواز سے بہت مطمئن نظر آ رہے ہو۔ یہ کیا چکر ہے؟'' میں اس سے وہ سوال کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''باہر افواہیں گردش کر رہی ہیں۔ اندر حقائق سب کے سامنے ہیں۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ آج ہم نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے..... یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟''

''اس وقت اپنی مرضی سے کہیں رکنا ممکن نہیں ہے۔ میں کافی دور ہوں۔ اپنی گاڑی گھما کر مراد میڈیکوز کی طرف آنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم وہیں پہنچو۔''

''او کے!'' اس نے فون بند کر دیا۔ اس مختصر گفتگو کے دوران میں، میں نے دوسری پہچان آمیز آوازیں بھی سنی تھیں جن سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ خونین واقعہ رونما ہو جانے کے بعد جائے وقوع پر پہنچنے والا ہر شخص بڑھ چڑھ کر اپنی اہمیت جتانے میں مصروف تھا۔

موبائل فون جیب میں ڈالنے کے بعد میں نے گاڑی گھمائی اور اسٹیڈیم کی طرف جانے والے ٹریفک میں شامل ہو گیا جو بہت سست رفتار سے آگے رینگ رہا تھا۔

مجھے مطلوب مقام تک پہنچنے میں اپنے اندازے سے زیادہ وقت لگ گیا۔

مراد میڈیکوز والے نکڑ پر ٹریفک پولیس کی ایک موبائل کھڑی ہوئی تھی اور وہاں کسی گاڑی کو رکنے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف جلال کی گاڑی وہاں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر میں نے جوں ہی ٹریفک سے الگ ہونے کے لیے بایاں انڈیکیٹر جلایا، کئی سیاہیوں نے غصیلے انداز میں ہاتھ لہرا کر میری طرف بڑھنے کی کوشش کی۔

جلال اپنی گاڑی سے اتر آیا۔ اس کے کچھ کہتے ہی ٹریفک کے عملے کے تیور اچانک بدل گئے اور وہ پارکنگ کے

Downloaded from https://paksociety.com

لیے میری رہنمائی کرنے لگے۔

جوں ہی میں نے گاڑی روک کر انجن بند کیا، جلال بے تکلفی سے میرے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھا اور ہنستے ہوئے بولا ''میں پہلے بھی ادھر سے گزرتا رہا ہوں۔ آج تمہارے دم سے یہاں جنگل میں منگل ہو گیا ہے۔ اندر سے آنے والے ہر شخص پر رپورٹر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ میں بہت مشکل سے اپنی جان بچا کر یہاں تک آیا ہوں۔''

''گھر پر بیٹھ کر مجھے بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہاں ایسی گمبھیر صورت حال ہو گی۔ میرا خیال تھا کہ اب تک لاش اٹھوائی جا چکی ہو گی۔''

''لاش اٹھوانے کا مرحلہ ابھی دور ہے۔ اس کی کمر سے بندھی ہوئی ایک خوف ناک بارودی بیلٹ دریافت ہوئی ہے۔ اسے خطرے کا ذرا سا بھی ادراک ہو جاتا تو وہ ایک بٹن دبا کر پل بھر میں چیتھڑوں میں تبدیل ہو جاتا اور اپنے ساتھ نہ جانے کس کس کو لے ڈوبتا۔ ابھی وہ بیلٹ ناکارہ بنا کر اس کے جسم سے الگ کی گئی ہے.....''

''حیرت ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''کچھ دیر پہلے یہ خبر ٹیلی وژن پر آ چکی ہے کہ ناکام قاتلانہ حملے کا مجرم ایک مقابلے میں مارا گیا۔ ضابطے کی ساری کارروائیاں مکمل ہونے سے پہلے یہ اعلان کیسے کر دیا گیا۔''

''شاید محکمہ اطلاعات والوں سے صبر نہیں ہو سکا۔ وہ اندر ہونے والی باتوں کو لے اڑے۔ تم کو بھی معلوم ہے کہ ضابطے کی کارروائی اس خبر کی تردید نہیں کر سکے گی۔ دوسری شہادتوں کے علاوہ صدف مینشن سے چارلی کو بھی یہاں بلوا لیا گیا تھا۔ وہ تصدیق کر چکا ہے کہ مرنے والا اس کا ساتھی ہے۔ اس سے مزید پتا چلا ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی بارودی بیلٹ نہیں تھی۔ الفا کو وہ بیلٹ ٹام نے فراہم کی ہو گی۔

بارودی بیلٹ کی فراہمی کے صرف دو مقاصد ہو سکتے تھے۔ اول یہ کہ کسی بھی خطرناک صورت حال سے دوچار ہونے کی صورت میں الفا خود کو دھماکے سے اڑا کر اپنی شناخت کا ہر امکان ختم کر سکے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مجھ سے نمٹنے کے بعد الفا شہر کے کسی مصروف علاقے میں خودکش حملہ کر کے بڑے پیمانے پر تباہی و بربادی پھیلانے کا منصوبہ بنائے بیٹھا ہو۔

اصل مقصد جو بھی رہا ہو، بنیادی نکتہ یہ تھا کہ الفا بہت بے خوف ایجنٹ تھا اور اپنے مقصد کی بھرپور تکمیل کے لیے ذہنی طور پر خودکشی کے لیے تیار ہو چکا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ جلال اپنی مصروفیات ادھوری چھوڑ کر وہاں تک آیا تھا۔ میں نے اس نکتے پر کوئی بات کیے بغیر کہا

ترجیح

ٹریول ایجنٹ ایک صاحب کو سیر کے لیے یونان جانے کا مشورہ دیتے ہوئے بولا ''سر! وہاں آپ کو پرانے کھنڈرات دیکھنے کو ملیں گے۔''

وہ صاحب نفی میں سر ہلاتے ہوئے ''میں نئے کھنڈرات دیکھنے کے لیے فرانس جانا پسند کروں گا۔''

''قاسم فشریز کے بارے میں تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''آج رات بارہ بجے قاسم فشریز کے ساتھ روز گار انٹرنیشنل اور کارگو کنگ پر بھی کارروائی ہو گی اور سارا ریکارڈ قبضے میں لے لیا جائے گا۔'' اس نے بتایا۔

''رات کے بارہ بجے وہاں کوئی تنفس نہیں ملے گا۔'' میں نے خیال ظاہر کیا۔

''نہ ملے، ہم صرف ریکارڈ قبضے میں لیں گے اور ان کے نام نہاد مالکان کو ان کے گھروں سے اٹھائیں گے۔ باقی اقدامات کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔''

''قاسم فشریز کو اس پروگرام سے خارج کر دو۔ تمہارے آدمی اس وقت بھی فشری کے گرد موجود ہیں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''آدمی تینوں جگہ موجود ہیں۔ کیا قاسم فشریز میں تم دلچسپی لے رہے ہو؟''

''جہانگیر کو اغوا کرنے والوں میں سے ایک عادی مجرم وہاں موجود ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

''یہ سمجھ لو کہ وہاں کچھ ہوا تو اس کا مالک غائب ہو جائے گا.....''

''مالک کو تم اٹھوا لو۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''میری اطلاع کے مطابق رشید نامی مجرم فشری میں موجود ہے۔ فی الحال میری دلچسپی اس کی ذات تک محدود ہے۔''

''تو کیا وہ دن رات وہیں رہتا ہے؟'' جلال نے حیرت سے پوچھا۔

''ہو سکتا ہے۔'' میں نے بے یقینی سے جواب دیا ''اس کے خلاف عدالتوں میں کئی مقدمات زیر سماعت ہیں اور وہ روپوش ہے۔ اس کی روپوشی کے لیے قاسم فشریز ایک بہترین ٹھکانا ثابت ہو سکتی ہے۔ اول خان کا قیاس ہے کہ وہ وہیں رہتا ہو گا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں فشری سے آدمی ہٹائے لیتا ہوں۔'' اس نے سوچتے ہوئے کہا ''لیکن یہ خیال رکھنا کہ آج کل

Downloaded from https://paksociety.com

مچھلیوں کا سیزن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہاں عملہ موجود ہو اور کسی مداخلت پر مزاحمت کرنے کی کوشش کرے۔ ان کا سامنا کرنے کے لیے تمہیں نفری کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ اول خان تمہارا ساتھ دے گا۔''

''رشید کی تلاش پر وہی کام کررہا ہے۔'' میں نے بتایا ''اس کے آدمی میرے ساتھ ہوں گے۔ مجھے شبہ ہے کہ جہانگیر کو اسی کارخانے میں رکھا گیا ہے۔''

''میری دلی دعا ہے کہ تمہاری کوششیں بار آور ثابت ہوں۔ یہ اچھا ہوا کہ تم بروقت یہاں چلے آئے۔ میرے آدمی اچانک وہاں گھستے تو جہانگیر کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ میں ابھی ان کو ہدایات جاری کردیتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اول خان کے آدمیوں کو اس فیکٹری کے آس پاس منڈلاتا ہوا دیکھ کر شش وپنج میں پڑ گئے ہوں۔''

''میں چلتا ہوں۔ اب تم سے کل ملاقات ہوگی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھادیا۔

''اچھا کیا تم خود چلے آئے۔'' اس نے پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ''میں لوگوں کے درمیان اس طرح گھرا ہوا تھا کہ فون پر کھل کر کوئی بات نہیں کرسکتا تھا۔''

وہ گاڑی سے اتر گیا اور میں گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

گھر سے جاتے ہوئے میں نے ویرا کو منع کیا تھا کہ وہ رشید کے بارے میں ہونے والی نئی پیش رفت کے سلسلے میں کسی سے بات نہ کرے مگر وہ پیٹ کی ہلکی تھی۔ اس نے یہ خبر سب کو سنادی تھی کہ اول خان کے آدمی رشید کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

میں واپس پہنچا تو سب بے چینی سے میرا انتظار کررہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی سلمٰی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے روبرو آکھڑی ہوئی۔

''اب وہ مل جائیں گے نا؟'' اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عجیب سے ملتجیانہ لہجے میں سوال کیا۔

''ضرور ملے گا۔ ہم سب اسی کے لیے کام کررہے ہیں۔'' میں نے نرمی سے اسے دلاسا دیا ''سب سے پہلے ہمیں اس آدمی کو اپنے قابو میں کرنا ہے جس نے تمہارے گھر سے جہانگیر کو اغوا کیا تھا۔''

''ویرا بتارہی تھی کہ اس کا پتا چل گیا ہے۔ وہ کب تک پکڑ لیا جائے گا؟'' اس نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں امید و نا امیدی کا امتزاج رچا ہوا تھا۔

''ویرا درست کہہ رہی تھی۔ دعا کرو کہ ہم کامیاب ہوجائیں۔ اب مجھے سکون سے اس کے بارے میں کچھ سوچنا ہے۔'' میں نے تحمل سے کہا۔

سلمٰی آسانی سے میرا پیچھا چھوڑتی نظر نہیں آرہی تھی۔ ویرا اپنی جگہ پر بیٹھی استہزائی انداز میں وہ تماشا دیکھ رہی تھی لیکن غزالہ موقع کی نزاکت بھانپ کر میری مدد کے لیے آگے بڑھی اور سلمٰی کا ہاتھ تھام کر اس کے کمرے کی طرف مڑتے ہوئے بولی ''یوں فکرمند ہوکر اپنی جان ہلکان نہ کرو۔ ان کو آرام سے سوچنے دو۔ یہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے۔''

سلمٰی نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور مجبوری کے عالم میں غزالہ کے ساتھ ہولی۔

''کیا تیر مار کر آئے ہو؟'' ان دونوں کے چلے جانے کے بعد ویرا نے مجھ سے پوچھا۔

''قاسم فشریز سے آئی بی والے اپنا ہاتھ اٹھالیں گے!'' میں نے اسے اطلاع دی۔

''اور تم تنہا وہاں جاؤ گے!'' ویرا نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''تمہارا دماغ خراب ہوا ہے۔'' میں نے چڑچڑے لہجے میں کہا ''اول خان اپنے آدمیوں سمیت میرے ہمراہ ہوگا۔''

''ویری گڈ!'' اس نے تعریفی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی پھر پوچھا ''غزالہ کو تم نے سلمٰی خانم کی باندی بنایا ہوا ہے۔ رہے ہم دونوں تو ہمارے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''تمہاری زبان بہت زیادہ لمبی ہوگئی ہے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا ''غزالہ کو باندی نہیں بنایا گیا۔ وہ اپنی دوستی اور میزبانی کا حق ادا کررہی ہے۔''

''چلو، یوں ہی سہی۔'' وہ ڈھٹائی سے بولی ''میں تمہارے ساتھ چلوں گی؟''

''واقعات نے تیزی سے رخ بدلا ہے۔'' میں نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا ''اپنی شکست پر تاسف کی حالت میں نہ ہو تو جھلا کر اپنے بال ضرور نوچ رہا ہوگا۔ وہ ہم پر کسی اور سمت سے حملہ آور ہوسکتا ہے.....''

''یہ باتیں رہنے دو!'' اس نے میری قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''اس نے جو کچھ کیا ہے، کرنل داور کے ساتھ کیا ہے۔ ڈینی اس کے لیے ایک الگ شخصیت ہے۔ فی الحال وہ سب کو بھول کر کرنل داور کے پیچھے لگا رہے گا۔''

''اور دوسری طرف سوبھراج جو تمہیں پہچانتا ہے۔'' اس بار سلطان شاہ نے میرا ساتھ دیتے ہوئے کہا ''اس نے کھل کر ڈینی سے کچھ نہیں کہا لیکن اس کی باتوں میں ایسے اشارے تھے

Downloaded from https://paksociety.com

کہ اب وہ بھی دہرا کھیل، کھیل رہا ہے۔ قاسم فشریز کا اصل مالک وہ ہے۔ رشید وہاں اہم حیثیت کا حامل ہے اور وہ جہانگیر کے اغوا میں شامل تھا۔ ہوسکتا ہے کہ قاسم فشریز میں سوبھراج سے بھی ہمارا آمنا سامنا ہوجائے۔''

سلطان شاہ نے بہت ہوشیاری کے ساتھ مجھے یہ جتادیا تھا کہ ویرا کے بارے میں میرا جو بھی فیصلہ ہو، وہ بہرحال مہم میں شریک ہوگا۔ میں نے اس کے آخری فقرے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ویرا شاید کچھ اور سوچ رہی تھی۔ سلطان شاہ کا وہ ذومعنی فقرہ اس کے سر پر سے گزر گیا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سلمٰی از خود کمرے میں چلی گئی۔ شاید غزالہ اسے یہ سمجھانے میں کامیاب ہوگئی تھی کہ اسے جہانگیر کی بازیابی کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کو ہماری پرخلوص صوابدید پر چھوڑ کر خود دست بہ دعا رہنا چاہیے۔

کھانے کی میز پر بھی اسے چپ سی لگی رہی۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے اپنی شکم سیری کرتی رہی۔ اس کی موجودگی میں دوسروں نے بھی سنجیدگی اختیار کرنے کی ضرورت کا احساس کرلیا تھا۔

سلمٰی کے بعد ویرا اور سلطان شاہ نے بھی اپنے کمروں کا رخ کیا۔ میں غزالہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ سلمٰی کی آمد کے بعد اسے پہلی بار میرے ساتھ فرصت سے بیٹھنا نصیب ہوا تھا۔ وہ اس مہلت سے خوش نظر آرہی تھی۔

وہ جب بھی جہانگیر کے گھر گئی، اس نے میاں بیوی کے درمیان تناؤ کی کیفیت محسوس کی تھی۔ میری طرح اس کا بھی یہی مشاہدہ تھا کہ سلمٰی اپنے شوہر کی بلانوشی سے عاجز تھی اور ہر وقت اس پر تنقید کرتی رہتی تھی جبکہ جہانگیر اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دونوں اپنے مقدر کے بندھن کو زبردستی گزار رہے ہوں۔

اپنی چھت کے نیچے غزالہ نے سلمٰی کا ایک بدلا ہوا روپ دیکھا تھا۔ وہ حیران تھی کہ اپنے شوہر کی حرکتوں سے نالاں رہنے والی وہ عورت جہانگیر کے اغوا پر غم واندوہ کے ایسے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر رہ گئی تھی جس سے باہر آنا اس کے بس سے باہر تھا۔

وہ بھرائی ہوئی آواز میں اپنے شوہر کی ایک ایک حرکت کا ذکر کرتی تھی اور پھر اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھی۔

سلمٰی کی دردناک گریہ وزاری غزالہ کے پورے وجود کو ہلا کر رکھ دیتی تھی۔ اسے مان لینا پڑا تھا کہ مشرق میں ازدواجی بندھن کے رموز ہی نرالے ہوتے ہیں جن کی تھاہ تک پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔

میں غزالہ کے ساتھ باتوں میں مصروف رہا۔ ہماری گفتگو کے موضوعات بار بار بدل رہے تھے۔ میں اس کی ذات کو موضوع سخن بنائے رکھنا چاہ رہا تھا اور وہ بار بار دوسری باتیں چھیڑ رہی تھی جن میں ہمارے سرکردہ دشمنوں کے تذکرے بھی شامل تھے۔

''سچ سچ بتاؤ کہ کبھی میرے دشمن مجھے یرغمال بنانے میں کامیاب ہو.....'' میں نے موقع پاکر ایک مفروضے کا ذکر کرنا چاہا لیکن غزالہ نے بوکھلا کر میرے دہانے پر اپنی نرم ونازک ہتھیلی جمادی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی ''اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ آپ کی بلائیں مجھے دے دے، ایسی بدفالیں منہ سے کیوں نکال رہے ہیں۔''

میں نے بے اختیار اس کی گداز ہتھیلی چوم لی۔ اس نے یوں چونک کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا جیسے میرے ہونٹوں سے اسے کرنٹ لگا ہو۔

''کوئی بھی ہمیشہ فاتح نہیں رہتا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ''گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں۔ لڑنے والوں کو کبھی کبھار ہار کا سامنا بھی کرنا پڑجاتا ہے۔''

''میرے علاوہ نہ جانے کتنے لوگوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ اپنے دشمنوں پر غالب رہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی رہیں گے۔ آپ کے دشمن اسی طرح ایک ایک کر کے فنا ہوتے رہیں گے جیسے آج الفاموت کے منہ میں گیا ہے۔'' اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے نہایت جذباتی انداز میں کہا۔

ہماری شادی کو کافی عرصہ ہوگیا تھا لیکن اس وقت غزالہ کے چہرے پر اور آنکھوں میں یوں جوش وحیا کی تمازت تیر گئی تھی جیسے ہمارے درمیان وہ رشتہ نیا ہو۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ وہی غزالہ تھی جو ویرا کے ہاتھوں ملک بدر ہونے کے بعد دیار مغرب میں بہت جاں فروشی کے ساتھ اپنی بقا کی لڑائی لڑتی رہی تھی۔ وہ سو فیصد مشرقی لڑکی نظر آرہی تھی جو روایتی طور پر شرم وحیا کا پیکر ہوتی ہے۔

ڈرائنگ روم کی گھلی خلوت میں وقت بہت خوش گوار انداز میں تیزی سے گزر گیا اور پھر اول خان آ پہنچا اور ہم دونوں کی ذاتی باتوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

اس نے آتے ہی پرتپاک انداز میں ہاتھ ملاتے ہوئے مژدہ سنایا کہ الفا کے بارے میں میری دی ہوئی اطلاع درست ثابت ہوئی تھی۔ شہر کے انتظامی شعبوں پر آیا ہوا دباؤ

Downloaded from https://paksociety.com

یکلخت ختم ہو چکا تھا اور وہ ہر طرف سے بے فکر ہو کر وہاں آیا تھا۔

جہانگیر کو اغوا کرنے والوں کی طرف سے کسی خطرناک اقدام کے پیش نظر ایس ٹی ایف کے دونوں اہل کاروں کو گھریلو خدمات سے سبک دوش کر کے فوری طور پر چھت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ اس لیے کچن وغیرہ کی ذمے داری ایک مرتبہ پھر غزالہ اور ویرا کے سر آ گئی تھی۔ عام دنوں میں ویرا بہت لیت و لعل سے کام لیتی تھی اور کاموں کا زیادہ بوجھ غزالہ کو اٹھانا پڑتا تھا لیکن اس بار ویرا کو یہ احساس تھا کہ غزالہ، سلمٰی کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔ اول خان کی آواز سن کر وہ اپنے کمرے سے نکل آئی اور جب اس نے اپنے معمول کے مطابق گرما گرم چائے کی فرمائش کی تو ویرا رضا کارانہ طور پر کچن کی طرف چلی گئی۔

اول خان کے لیے الفا اور ٹام کی کہانی خاصی حیران کن ثابت ہوئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ الفا تک رسائی اتنی آسان ثابت ہو گی۔ سو بھراج سے مایوس ہونے کے بعد اس نے جن لوگوں پر انحصار کیا، ان کا ماضی قابل رشک نہیں تھا۔

دنیا کے مختلف خطوں میں جنم لینے والی کہانیاں وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتی رہی تھیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ امریکی اپنا آلہ کار بننے والوں کو ہر قسم کی امداد دے کر اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ ہتھیار فراہم کرتے ہیں، تربیت دیتے ہیں، ڈالروں سے بھرے ہوئے بریف کیس سونپ دیتے ہیں لیکن اپنا دامن بچائے رکھتے ہیں۔ کوئی برا وقت آ جائے تو وہ اپنے خون کا ایک قطرہ تک قربان کرنے پر از خود آمادہ نہیں ہوتے۔ اپنے پٹھوؤں کو قربانی کا بکرا بنا کر بے رحمی سے ذبح کرا دیتے ہیں اور خود صاف بچ نکلتے ہیں۔

الفا کے ساتھ بھی وہی کہانی دہرائی گئی۔ ٹام نے اسے بے رحمی سے اپنی سازش کا ایندھن بنا دیا۔ وہ کامیاب ہو جاتا تو ٹام اسے اپنے ساتھ لے کر نکل جاتا۔ ناکامی کی صورت میں اسے خود اپنا نوشتہ تقدیر بھگتنا پڑتا۔ بازی الٹ گئی اور ٹام لقمہ اجل بن گیا۔

''تم اس کا منصوبہ سمجھ گئے تھے تو تم نے اسے اتنی آسانی سے کیوں نکل جانے دیا۔ تم کو اسے وہیں ٹھکانے لگا دینا چاہیے تھا۔'' اول خان نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ہونے والی باتیں تیزی سے رونما ہوتی چلی گئی تھیں۔ نتائج سامنے آ چکے تھے جو حوصلہ افزا ثابت ہوئے تھے لیکن ان واقعات پر کسی سے تفصیلی گفتگو کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اول خان نے وہ بات نکالی تو میں فوری طور پر اسے کوئی جواب نہیں دے سکا۔

میں نے نیشنل اسٹیڈیم کی سنسان پارکنگ میں رونما ہونے والے اس واقعے کی جزئیات کو اپنے ذہن میں تازہ کیا اور کہا ''اس کے عزائم نیک نہیں تھے۔ اس سے میری تلخ و ترش باتیں بھی ہوئی لیکن اس نے کھل کر یہ عندیہ نہیں دیا تھا کہ وہ مجھے مروانے کی کوشش بھی کر گزرے گا۔ اگر وہ ایسی کوئی بات کہتا تو میں اس سے مقابلے کی تیاری کر چکا تھا۔''

''اس کے مزید کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم اس کی باتوں سے اس کے ارادوں کا صحیح اندازہ لگا چکے تھے۔''

''یہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوا کہ میں صحیح سمت میں سوچ رہا تھا۔ اس وقت وہ صرف اندازہ تھا۔ جھاڑیوں میں اس کا گن مین چھپا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے گاڑی سے اترنے کے لیے کہا تو میں تذبذب میں تھا۔ اس وقت ٹام کو مارنا بالکل بلا جواز تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنے ملک کے دشمنوں کی گردنیں اتارنے میں ذرا سی بھی نرمی اور لچک کا مظاہرہ نہیں کرتا لیکن محض ایک قیاس کے نتائج دور رس ہو سکتے تھے۔ فرض کرو کہ وہاں کچھ بھی نہ ہوتا تو بات بہت بڑھ جاتی۔ وہ میری شکایت کرتا اور اسی بات کی پردہ پوشی مشکل ہو جاتی کہ کرنل داور کا ایس ٹی ایف میں کوئی وجود نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ حرکت بزدلانہ ہوتی۔ میرے لیے وہ طریقہ توہین آمیز تھا۔ میں نے بہت تیزی سے یہ سب سوچا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ اندیشہ بھی سر ابھار چکا تھا کہ ٹام مارا گیا تو امریکی ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔ سرکاری سطح پر ہمارے حکمراں بدترین دفاعی پوزیشن سے دوچار ہو جاتے۔ میں نے تن بہ تقدیر ہو کر اس کی گاڑی چھوڑ دی۔ میری نیت صاف تھی اور ارادہ راسخ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔''

''نیت اور ارادوں کی راستی ہمیشہ اس طرح ساتھ نہیں دیتی۔'' اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''مجھے یہ سوچ کر پھریریاں آ رہی ہیں کہ آئی بی والے ان دونوں کے پیچھے نہ لگے ہوئے ہوتے تو کیا ہوتا!''

میں بے ساختہ ہنس پڑا ''اس بارے میں زیادہ نہ سوچو۔ مقدرات اٹل ہوتے ہیں جن کو بدلنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ ہونے والی بات کو ہم کسی صورت میں نہیں ٹال سکتے۔ اس قصے کو چھوڑو اور آگے کے لیے سوچو۔''

دیر اہر بات میں حصہ لینا اپنا حق تصور کرتی تھی۔ وہ بہت پھرتی کے ساتھ چائے تیار کر کے لے آئی تاکہ ہمارے درمیان ہونے والی زیادہ سے زیادہ باتوں سے باخبر رہ سکے۔

''یہ واقعہ مدتوں میرے ذہن پر سوار رہے گا۔'' اول

Downloaded from https://paksociety.com

خان نے ٹرے میں سے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے کہا ''اس کے باوجود میں جہانگیر کے لیے فکر مند ہوں۔ اب سلمٰی کا کیا حال ہے؟''

''برا حال ہے۔'' مجھ سے پہلے ویرا بول پڑی ''بے چاری غزالہ مسلسل اس کی نرسنگ میں لگی ہوئی ہے۔ شیدے کا سراغ ملنے کی خبر سن کر سلمٰی کی بے چینی بڑھ گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ جہانگیر کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو سلمٰی کا کیا بنے گا۔''

''اسے کچھ نہیں ہوگا۔'' میں نے ویرا کو گھورتے ہوئے کہا ''پتا نہیں تمہارے ذہن میں بار بار ایسی باتیں کیوں آرہی ہیں!''

''قاسم فشریز کے گرد منڈلانے والے لوگوں کے بارے میں کیا خبریں ہیں؟'' اول خان نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے سوال کیا۔

''وہ آئی بی کے آدمی ہیں۔ آج رات بارہ بجے سوبھراج کے تینوں اداروں پر بیک وقت چھاپے مارے جائیں گے۔'' میں نے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''تم نے جلال کو شیدے کے بارے میں ضرور بریف کردیا ہوگا!'' اول نے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے مضطربانہ لہجے میں پوچھا ''اس پر بہت احتیاط سے ہاتھ ڈالنا ہوگا۔ وہ بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوگیا تو ہم جہانگیر کا ہر سراغ کھو دیں گے۔''

''اب کڑیاں مل گئی ہیں کہ جہانگیر کے اغوا میں سوبھراج کے آدمی ملوث ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ سوبھراج' جہانگیر کو اپنے ساتھ لے کر پاکستان سے نکل گیا ہو!'' ویرا بولی۔

''تمہارے ذہن پر مسلسل منفی امکانات کیوں سوار ہیں؟'' میں نے رکھائی سے پوچھا ''تم کوئی اچھی بات کیوں نہیں سوچ سکتیں!''

''میں خوابوں کی دنیا میں نہیں رہتی' حقائق پر نظر رکھتی ہوں۔ سوبھراج تم سے کہہ چکا ہے کہ اس وقت وہ کراچی سے سیکڑوں میل دور بیٹھا ہوا تھا۔ جہانگیر اس کے لیے اہم ہے وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔''

''وہ جھوٹا ہے اور اسی شہر میں موجود ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا ''جہانگیر سے اسے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔ اسے مجھ تک رسائی کے لیے اغوا کیا گیا ہے۔ موجودہ حالات میں وہ کراچی سے نکلنے کی ہمت نہیں کرسکے گا۔''

''یہ تمہاری خام خیالی ہے۔'' ویرا نے بے پروائی سے کہا ''جب تک وہ اپنے کرائے کے آدمیوں پر انحصار کررہا تھا وہ مجبور تھا۔ اب اس نے اپنے کاروباری اداروں میں موجود بدمعاشوں سے کام لینے کا ارادہ کرلیا ہے تو حالات بدل گئے ہیں۔ روزگار انٹرنیشنل اور کارگو کنگ کی مدد سے وہ شہر اور ملک سے باہر نکل سکتا ہے۔ اس کے لیے فرار کے سارے غیر قانونی راستے شروع سے کھلے ہوئے ہیں۔ اب وہ انہیں استعمال کرسکتا ہے۔''

''اس وقت یہ بحث بالکل بے سود ہے۔'' اول خان نے ہمارے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا ''فی الحال ہمیں رشید پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہئے۔''

''میں نے جلال سے کہہ دیا ہے، اس کے آدمی قاسم فشریز سے دور رہیں گے۔'' میں نے اول خان کو آگاہ کیا ''وہاں ہم خود جائیں گے۔''

''یہ تم نے بہت اچھا کیا۔'' اول خان ایک گہرا سانس لے کر بولا ''میں پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوں کہ رشید دن رات اس فیکٹری میں رہتا ہے۔ میری آخری اطلاعات کے مطابق وہ وہیں موجود تھا۔ کچھ کرنا ہے تو ہمیں تیاری کرلینی چاہئے۔''

''میں ایک ذہنی کشمکش سے دوچار ہوں۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اعتراف کیا۔ ''وہاں زبردستی گھسنے کی کوشش سود مند ثابت ہوگی یا ہمیں چوری چھپے وہاں داخل ہونا چاہئے؟''

''چوری چھپے اندر جانے میں نقصان اور ناکامی کا اندیشہ ہے۔'' اول خان نے جواب دیا ''یہ بات سو فیصد درست ہے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ پوری تیاری کے ساتھ قاسم فشریز کا محاصرہ کرلیا جائے تو وہ گھبرا جائے گا۔''

وہ مسئلہ اتنا سیدھا نہیں تھا۔ دونوں طریقوں میں کچھ نہ کچھ خطرات مضمر تھے۔ اس بارے میں تبادلہ خیال شروع ہوا تو ہماری آوازیں سن کر غزالہ بھی سلمٰی کے کمرے سے آگئی۔ سلمٰی کے اعصاب کو پرسکون رکھنے کے لیے اسے تسلسل کے ساتھ ہلکی مسکن دوائیں دی جارہی تھیں اس لیے وہ اس وقت تک سو چکی تھی۔

کچھ دیر بعد وہی فیصلہ ہوا جس کے تجویز اول خان نے پیش کی تھی۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ قاسم فشریز کے خلاف ہمیں بارہ بجے سے پہلے اپنی کارروائی کا آغاز کردینا چاہئے۔ اگر ان لوگوں کو روزگار انٹرنیشنل اور کارگو کنگ کے خلاف کسی کارروائی کی بھنک مل جاتی تو ہمیں وہاں ناکامی کے سوا کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ خطرے کی بو پاتے ہی رشید وہاں سے غائب ہوجاتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اول خان کی فورس پر سے ہر اختیاری پابندی ختم ہو چکی تھی۔ اپنے آدمیوں کے فعال ہو جانے کے بعد وہ اپریٹس سے لیس تھا۔ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنے آدمیوں کو گیارہ بجے قاسم فشریز کا مکمل محاصرہ کرنے کی ہدایات دینی شروع کر دیں۔

اول خان نے خود قاسم فشریز کا گہرا جائزہ لیا ہوا تھا۔ وہ فش ہاربر کے علاقے میں اس فیکٹری کے محل وقوع سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ وہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچے گا اور پھر آپریشن کر دیا جائے گا۔

جلال اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ ٹام کی طرف سے مکمل خاموشی تھی مگر مجھے امید تھی کہ وہ واقعات کی دھند صاف ہونے کے بعد مجھے ضرور فون کرے گا۔ راکے بھیجے ہوئے دونوں دہشت گردوں کا قصہ بھی تمام ہو چکا تھا۔ اس وقت ہمارے سامنے صرف دو اہم کام باقی رہ گئے جن میں جہانگیر کی بازیابی ہماری اولین ترجیح تھی۔ اس کی واپسی کے بعد سوبھراج کی سرکوبی کی کوششیں نئے سرے سے شروع کی جا سکتی تھیں۔

اس مشن میں ویرا کی شمولیت کے بارے میں اول خان میرا ہم خیال تھا۔ ویرا نے بھی اصرار نہیں کیا اور گیارہ بجے ہم گھر سے بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ سلطان شاہ ہم دونوں کے ساتھ گاڑی میں موجود تھا۔

اول خان کے زیر استعمال ہر گاڑی ہمیشہ سے ایک چلتے پھرتے اسلحہ خانے کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہمیں روانگی سے پہلے کسی خاص تیاری کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میرے مشورے پر تینوں نے بڑے بور کے پستول فاضل میگزین کے ساتھ اپنی جیبوں میں ڈال لیے کیونکہ گاڑی سے اتر جانے کے بعد ہتھیاروں کے بارے میں ہم تینوں کا خود کفیل ہونا ضروری تھا۔

سفر کے دوران میں اول خان کو اچانک پولیس کی طرف سے کسی امکانی مداخلت کا خیال آ گیا۔ اگر رشید اس فیکٹری میں موجود تھا تو طاقت کے استعمال کے بغیر وہاں داخلے کا امکان بہت کم تھا۔ شور شرابے اور فائرنگ کی نوبت آ جاتی تو پولیس والوں کی بے وقت مداخلت سے ہمارا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ اس بارے میں ان کا بریف کیا جانا ضروری تھا۔

اول خان نے اپنے موبائل فون پر کسی اعلیٰ پولیس سے رابطہ کیا۔ اپنے تعارف کے بعد اپنا خفیہ شناختی کوڈ بتایا اور پھر فش ہاربر کے علاقے میں اپنے مجوزہ آپریشن کے بارے میں بریف کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ پولیس فورس اس معاملے سے دور اور لاتعلق رہے۔ شہر میں امن و امان کے قیام کی بنیادی ذمے داری پولیس کی ہوتی ہے اور اول خان کا مخاطب کوئی عام تھانے دار نہیں بلکہ شہر کا کوئی کوتوال تھا۔ اس لیے اول خان کو اپنے مشن کی نوعیت کے بارے میں اس کے کچھ سوالوں کے جواب دینا پڑے۔ دوسری طرف سے پولیس کی عدم مداخلت کی یقین دہانی حاصل کرنے کے بعد اول خان نے فون بند کر دیا۔

کراچی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں راتیں جاگتی ہیں لیکن اس کہاوت کا اطلاق شہر کے گنے چنے علاقوں پر ہوتا ہے۔ شہر کے خالص کاروباری علاقوں میں رات اپنے وقت سے ڈیرے ڈالتی ہے اور سڑکیں سنسان ہونے لگتی ہیں۔

اس وقت ایم اے جناح روڈ پر عیدگاہ سے آگے سناٹے کا راج تھا جو ہمارے آگے بڑھنے کے ساتھ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

ہم مقررہ وقت سے پہلے فش ہاربر کے علاقے میں داخل ہو گئے جہاں فضا میں مچھلیوں کی مخصوص بساند رچی ہوئی تھی۔

اس علاقے میں صبح پو پھٹنے سے پہلے چہل پہل کا آغاز ہوتا ہے جو رات گئے تک انسانی رونق اور سرگرمیوں کی صورت میں برقرار رہتی ہے مگر اس وقت وہاں بھی تقریباً سناٹا ہی تھا۔ ہم مچھلی کو منجمد کر کے پیک اور برآمد کرنے والے کارخانوں کے علاقے میں داخل ہوئے تو قاسم فشریز کا بورڈ دور ہی سے نظر آ گیا۔

رات کی پرسکون فضا میں اس علاقے میں مشینوں کی ہلکی سی گونج رچی ہوئی تھی جو وہاں موجود برف خانوں میں زندگی کے آثار کا پتا دے رہی تھی۔ سمندر سے آنے والی مچھلیوں کو برآمد کے مرحلے تک محفوظ رکھنے کے لیے ان کارخانوں کے کولڈ اسٹوریج یا برف خانے دن رات مصروف کار رہتے ہیں۔ ان مشینوں کی دیکھ بھال کے لیے راتوں میں وہاں ضروری عملے کی موجودگی بھی ناگزیر ہوتی ہے۔

مجھے توقع تھی کہ رشید جیسا بدمعاش رات کو اپنی فیکٹری میں اکیلا نہیں رہتا ہوگا۔ ضروری عملے میں اس کے مطلب کے ایسے مضبوط آدمی ضرور شامل ہوں گے جو کسی برے وقت میں اس کے کام آ سکیں۔

اول خان نے مطلوبہ فیکٹری کا بورڈ نظر آتے ہی اپنی گاڑی کی رفتار کم کر دی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اس اہم برآمدی علاقے میں صنعتوں کی سہولت کے لیے مناسب انتظام نہیں تھے۔ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ بیشتر کھمبوں پر اسٹریٹ لائٹس تاریک پڑی ہوئی تھیں۔ کچھ جل رہی تھیں تو گرد و غبار میں

Downloaded from https://paksociety.com

اُٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے ان کی روشنی ناکافی تھی۔

دور سے مجھے فیکٹری کے آس پاس ایسا کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آرہا تھا جس پر نگرانی کرنے والے کا گمان کیا جاسکے۔ دوسری جو چیز میں نے فوری طور پر نوٹ کی وہ یہ تھی کہ قاسم فشریز کے دونوں پہلوؤں پر فیکٹریاں واقع تھیں جن کی وجہ سے قاسم فشریز کا مکمل محاصرہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

''دونوں طرف کارخانے موجود ہیں۔'' میں نے پرتشویش لہجے میں اول خان سے کہا ''وہ کسی طرف بھی کود کر فرار ہوسکتا ہے۔''

''تم فکر نہ کرو۔ اگر وہ اب تک اندر موجود ہے تو اب کہیں فرار نہیں ہوسکے گا۔'' اس نے اطمینان سے جواب دیا ''یہ نکتہ شروع سے میرے ذہن میں تھا اور محاصرے کی ہدایت میں اسے شامل کرلیا گیا تھا۔ دونوں بغلی فیکٹریوں کی طرف سے میرے دو دو آدمی قسم فشریز میں کود چکے ہوں گے۔ جب تک کوئی ان سمتوں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گا وہ خاموشی سے اپنی کمین گاہوں میں دبکے تماشا دیکھتے رہیں گے۔''

میں لاجواب ہوکر خاموش ہوگیا۔ وہ اسپیشل ٹاسک فورس کے اپنے طور طریقے تھے جن میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ میرے اطمینان کے لیے اتنا کافی تھا کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے قاسم فشریز کے مکمل محاصرے کی کارروائی پوری ہوچکی تھی۔

اول خان نے قاسم فشریز سے کچھ پہلے اپنی گاڑی ایک تناور درخت کے گھنے سائے میں روک دی اور جیب سے اپریٹس نکال کر کسی ایگل ٹو کے لیے پیغام نشر کرنے لگا۔

''ایگل ٹو آن لائن سر!'' اول خان کے پہلے نشریے کے جواب میں دوسری طرف سے ایک بھاری اور مودب آواز آئی۔

''میں آچکا ہوں یہاں کیا پوزیشن ہے؟'' اول خان نے پوچھا۔

''سر! میں نے آپ کی گاڑی دیکھ لی ہے۔ یہاں سب اپنی فارمیشن لے چکے ہیں۔ ہر ایگل الرٹ ہے میں لوکیشن کے سامنے کھڑا گھر کی دیوار کے پیچھے موجود ہوں۔''

''ٹارگٹ کی کیا لوکیشن ہے؟'' اول خان کا وہ مبہم سوال میرے پلے نہ پڑسکا۔

''وہ شام سے اندر ہے' ابھی تک اسے باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔'' ایگل ٹو کے جواب سے بات واضح ہوگئی کہ ٹارگٹ سے مراد رشید کی ذات تھی۔

''ایڈوانس ون پوزیشن لے لو۔ میں گیٹ پر جارہا ہوں۔''

اس آخری ہدایت کے اجرا کے ساتھ ہی اول خان نے اپنی گاڑی آگے بڑھادی۔ چند ثانیوں بعد اس نے گاڑی قاسم فشریز کے سیاہ آہنی پھاٹک کے سامنے روک کر ہارن بجایا۔ سنسنی خیز انتظار کے کئی لمحے گزر گئے۔ اول خان کی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی تیز روشنی پھاٹک کی درزوں سے براہ راست فیکٹری کے احاطے میں پڑرہی تھی جو چوکیدار کو یہ بتانے کے لیے کافی تھی کہ گیٹ پر کوئی موجود تھا۔ رہی سہی کسر تیز ہارن کی آواز نے پوری کردی تھی لیکن لمحے گزرتے گئے۔ اندر سے کوئی جواب ملنے کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔

میں اول خان کے برابر والی نشست پر موجود تھا۔ اس نے فیکٹری کے گیٹ لیمپس کی روشنی میں پرتشویش نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس بار میں نے گاڑی کا ہارن بجایا۔

''شاید چوکیدار نشے میں دھت ہوکر سورہا ہے۔'' ہارن کی آواز فضا میں تحلیل ہونے پر سلطان شاہ پچھلی نشست سے بڑبڑایا ''کہو تو میں نیچے اتر کر پھاٹک پیٹوں۔''

نقارے پر چوٹ پڑچکی تھی۔ قاسم فشریز کے پھاٹک پر پہنچ کر ہم نے رشید کے خلاف اعلان جنگ کردیا تھا۔ اسے عبور کرنے کے بعد ہی کوئی پیش رفت ممکن تھی۔ میں نے سلطان شاہ کی تجویز اسی لمحے منظور کرلی۔

سلطان شاہ کو ہدایت دینے کے لیے میں پیچھے گھوما تو میری نگاہ ان تین افراد پر پڑی جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر رہ کر آہستہ آہستہ ہماری طرف آرہے تھے۔ ان کے ڈھیلے ڈھالے اور پھولے ہوئے لباسوں سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ مسلح تھے۔ ان کے اطمینان سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ اول خان کے آدمی تھے۔

تین وہ تھے۔ چار فیکٹری کی بغلی سمتوں میں کہیں چھپے ہوئے تھے۔ اگر فیکٹری کے پیچھے بھی تین ہی آدمی تھے تو ان کی کل نفری دس ہوجاتی تھی۔ ہم تینوں کو ملا کر کل تعداد تیرہ تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ اول خان نے اس مہم کے لیے واقعی بھرپور تیاری کی تھی۔

سلطان شاہ نے زور زور سے پھاٹک پیٹنا شروع کیا تو میں نے اضطراری طور پر اپنی جگہ چھوڑ دی اور لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

''کون ہے..... کیا مصیبت ہے؟'' میرے پہنچنے پر اندر سے ایک غراتی ہوئی آواز ابھری۔

''پھاٹک کھولو..... ہم سرکاری آدمی ہیں۔'' میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''صبح آنا۔اس وقت پھاٹک نہیں کھلے گا۔'' اندر والے کے لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ہماری حیثیت کے بارے میں جان کر بھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔

پھاٹک کھلا نہ ذیلی کھڑکی۔ آہنی کھٹکے کی ہلکی سی آواز کے ساتھ زمین سے تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر ایک چوکور اور روشن خلا پیدا ہوا جو بمشکل چار انچ قطر کا تھا۔ اس کے پیچھے ایک چہرہ نظر آیا۔ گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں وہ چہرہ خاصا درشت بلکہ مجرمانہ نظر آ رہا تھا۔

''تم نے ہمیں اندر آنے کا راستہ نہ دیا تو ہم پھاٹک توڑ دیں گے۔'' میں نے گول خلا کے پیچھے نظر آنے والے چہرے پر اپنی نگاہیں جما کر کہا۔

''تم لوگ کون ہو اور کیوں آئے ہو؟'' اس نے اسی مختصر کھڑکی میں سے جرح جاری رکھی۔

''میں بتا چکا ہوں کہ ہم سرکاری آدمی ہیں۔ ہم رشید سے ملنے آئے ہیں۔''

''یہاں کوئی رشید نہیں ہوتا۔'' اس کا جواب بے ساختہ تھا۔

مجھے احساس ہوا کہ میں نے براہِ راست اس کا نام لے کر غلطی کی تھی وہ ایک روپوش مجرم تھا۔ مجھے پہلے ہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ وہ نام بدل کر اس کارخانے میں کام کر رہا ہوگا۔ میں نے بات سنبھالتے ہوئے کہا ''رشید ہو یا نہ ہو، ہمارا فیکٹری میں آنا ضروری ہے ہم کسی ذمے دار آدمی سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''یہ ملنے کا وقت نہیں ہے۔ صبح نو بجے آنا۔'' اس نے خشک لہجے میں کہا اور کھٹاک کی آواز سے وہ گول کھڑکی بھی بند ہوگئی۔

میرے قدم زمین پر جم کر رہ گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چوکیدار کی ہٹ دھرمی کا کیا سدِباب کیا جائے مجھے وہ رشید کا خاص آدمی نظر آ رہا تھا۔

چند لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ اندر سے دھینگا مشتی کے ساتھ اوغ.....اوغ کی دبی دبی آوازیں آئیں جیسے کوئی کسی کو دبوچ کر اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔

میں تیزی سے پیچھے پلٹا تو اول خان کو بھی گاڑی سے باہر موجود پایا۔ گاڑی کا انجن چل رہا تھا ہیڈ لیمپس بھی روشن تھے۔ اول خان تفکر آمیز انداز میں قاسم فشریز کے پھاٹک کی طرف دیکھ رہا تھا اس کے تینوں آدمی غائب ہو چکے تھے۔

میری بے چین اور استفہامیہ نظریں اول خان کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

''مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ چوکیدار ہٹ دھرم ہے۔ وہ تینوں اندر کود چکے ہیں۔ چوکیدار کو بے بس کر کے وہ دروازہ کھول دیں گے۔'' اول خان دھیمی آواز میں بولا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ وہ اس نازک مرحلے پر خاموش تماشائی نہیں بنا رہا تھا۔ اس نے موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر بہت مناسب فیصلہ کیا تھا۔

اندر سے چند لمحوں تک زور آزمائی کی آوازیں آتی رہیں جو زیادہ واضح نہیں تھیں۔ اگر میں نے اپنی پوری توجہ اس طرف مرکوز نہ کی ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی ان آوازوں پر دھیان نہ دے پاتا۔

ہمارا انتظار زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ اول خان کے آدمی جفاکش اور زور آور تھے۔ انہوں نے ذرا سی دیر میں اپنے حریف کو بے بس کیا اور پھر اندرونی کھٹکا کھول کر فیکٹری کا پھاٹک کھول دیا۔ اول خان نے پھرتی سے اپنی نشست سنبھالی اور اپنی گاڑی اندر لے کر جا کر روک دی۔

میں اس سے پہلے اندر پہنچ چکا تھا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔

گاڑی کے اندر پہنچتے ہی ایک شخص نے پھاٹک دوبارہ بند کر دیا۔

چوکیدار کچی زمین پر منہ کے بل بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ایک شخص اسے گھسیٹ کر تیزی سے لکڑی سے بنے ہوئے کیبن کی طرف لے گیا۔ اس اثنا میں اول خان بھی گاڑی بند کر کے ہم لوگوں سے آن ملا۔

''تم تینوں یہیں رک کر پھیل جاؤ۔'' میں نے اول خان کے آدمیوں کو ہدایت دی ''اندر سے چڑیا کا بچہ بھی باہر نہیں نکلنا چاہئے۔''

انہیں ہدایات دے کر ہم تیزی سے عمارت کی طرف بڑھے ہی تھے کہ اچانک چوبی کیبن میں انٹرکام کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔

وہ کچھ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ہم اوکھلی میں سر دے چکے تھے۔ آگے جو کچھ ہونا تھا اس کا مردانہ وار مقابلہ ضروری تھا۔

میں تیزی سے پلٹا اور میں نے چوبی کیبن کی دیوار سے لٹکے ہوئے انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا۔

''اے گلو! یہ تیرے پھاٹک پر کیا ہو رہا ہے؟ ابھی پھاٹک کھلنے کی آواز آئی تھی!'' میرے کانوں میں ایک بگڑی ہوئی آواز گونجی۔

اس وقت مجھے یاد آیا کہ پھاٹک کے آہنی قبضے واقعی بالکل

Downloaded from https://paksociety.com